مصنف

فیض ملت، آفتاب اہلسنت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحافظ **مفتی محمد فیض احمد اویسی** رضوی مدظلہ العالی

باہتمام

حضرت علامہ مولانا سید حمزہ علی قادری

عطاری پبلشرز باب المدینہ کراچی

www.FaizAhmedOwaisi.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باادب جانور بے ادب وہابی

فیضِ ملت، آفتابِ اہلسنت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحافظ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی

با اہتمام

حضرت علامہ مولانا حمزہ علی قادری

(۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

(پارہ۱،سورۃ البقرۃ،ایت۱۰۴)

ترجمہ: اے ایمان والو رَاعِنَا نہ کہواور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے (جو کچھ کہا جائے اسکو) بغور سنواور کافروں (اس قاعدے کو نہ ماننے والوں کے لئے) کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یہودی اور کفار مکہ لفظ''راعنا'' کے دو معنی سمجھتے تھے۔ایک تو یہ کہ آپ ہماری طرف توجہ فرمادیں۔دوسرے معنی لغو کے سے تھے۔اس لفظ کے استعمال سے حضور پرنُور ﷺ کی بے ادبی کا شائبہ محسوس ہوتا تھا۔اس شبہ کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے لفظ''راعنا'' کے استعمال کو قطعی طور پر منع فرمادیا تا کہ اس کے حبیب سے کلام کرنے میں بے ادبی کا شائبہ تک نہ ہو۔

انتباہ : جس ذات اقدس کا ادب خود خالقِ کائنات سمجھائے بلکہ بے ادبی کے معمولی شائبہ پر جہنم کی وعید سنائے اس ذات کی رفعت شان کا کیا کہنا۔لیکن حیرت اس برادری پر جو ایک طرف تو بے ادبی و گستاخی کو کفر وارتداد بلکہ گردن زنی کے فیصلے سناتے ہیں دوسری طرف جی بھر کر گستاخیاں اور بے ادبیاں کرتے ہیں اور ڈھیٹ اور ضد کے دھنی کہ اپنی ان گستاخیوں کو توحید کا لبادہ اڑھاتے ہیں۔

(۲) اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (پارہ۱،سورۃ البقرۃ،ایت۱۰۸)

ترجمہ: کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے ویسا سوال کرو جو پہلے موسٰی سے ہوا تھا اور جو ایمان کے بدلے کفر لے وہ ٹھیک راستہ سے بہک گیا۔

فائدہ : مفسرین نے لکھا کہ اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ باتیں نہ پوچھا کریں جو کچھ آپ فرمادیں اسے بغور سنیں اور بال کی کھال اُتارنے کی کوشش نہ کریں کیونکہ یہ یہودیوں کا طرز عمل تھا۔اور اسی وجہ سے ان پر مصیبتیں نازل ہوئیں۔

خموش اے دل! بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

(۳) لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (پارہ۱۸،سورۃ النور، ایت ۶۳)

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے بیشک اللہ جانتا ہے جو تم میں چپکے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔

فائدہ: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہ آداب سکھائے ہیں جن کا نبی ﷺ اور امتیوں کے درمیان ملحوظ رکھنا اشد ضروری ہے۔یعنی حضور کریم ﷺ کو اس طریقہ سے نہ بلاؤ جس طرح عوام الناس ایک دوسرے کو بلاتے ہیں اور نہ ہی ان کی مجلس سے چوری چھپے بلا اجازت رخصت ہو کیوں کہ یہ بڑی گستاخی ہے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ اس گستاخی کے عوض اللہ تعالیٰ تم پر کوئی آسمانی عذاب نازل کردے۔

(۴) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ (پارہ۲۲،سورۃ الاحزاب، ایت ۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ۔

(۵) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (پارہ۲۶،سورۃ الحجرات، ایت ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل (بے ادبی کی وجہ سے) اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

(۶) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (پارہ۲۸،سورۃ المجادلہ، ایت ۹)

ترجمہ: اے ایمان والو تم جب آپس میں مشاورت کرو تو گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کی مشاورت نہ کرو اور نیکی اور پرہیزگاری کی مشاورت کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔

(۷) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (پارہ۲۸،سورۃ المجادلہ، ایت ۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ

تمہارے لئے بہتر اور بہت ستھرا ہے پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو (خیرات دینے کو کچھ نہ پاؤ تو کچھ مضائقہ نہیں) اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(۸) وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا (پارہ ۷، سورۃ المائدۃ، ایت ۹۲)

ترجمہ: اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہوشیار رہو۔

(۹) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (پارہ ۵، سورۃ النساء، ایت ۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے۔

(۱۰) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ (پارہ ۲۶، سورۃ محمد، ایت ۳۳)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔

(۱۱) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (پارہ ۲۱، سورۃ الاحزاب، ایت ۲۱)

ترجمہ: بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

(۱۲) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (پارہ ۵، سورۃ النساء، ایت ۶۵)

ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ (تنگی) نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

(۱۳) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، ایت ۳۶)

ترجمہ: اور کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی بہکا۔

(۱۴) وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (پارہ ۲۸، سورۃ الحشر، ایت ۷)

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

نائب اور خلیفہ اعظم

نبی پاک ﷺ اللہ کے خلیفہ اعظم ہیں خود اللہ تعالیٰ نے اس کی تعلیم فرمائی ہے۔

(۱۵) وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (پارہ۴،سورۃ ال عمران،ایت ۱۳۲)

ترجمہ: اور اللہ ورسول کے فرمانبردار رہو اس اُمید پر کہ تم رحم کیے جاؤ۔

(۱۶) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (پارہ ۵،سورۃ النساء،ایت ۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم (اطاعت کرنے والوں) میں حکومت والے ہیں۔

فائدہ : مندرجہ بالا آیات کے علاوہ قرآن مجید میں دوسرے بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے لئے ارشاد فرمایا ہے اور وہ آیات انسان کی زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق ہیں۔ احکام الٰہی کے تحت فرمانِ رسالت مآب ﷺ ہے: **عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعاً لماجئت بہ**۔ (رواہ فی شرح السنۃ وقال النووی فی اربعینہ ہذا حدیث صحیح)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہوسکتا۔ یہاں تک کہ اُس کی خواہش اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں۔

محبت کا دعویٰ اس وقت تک درست وصحیح ہوسکتا ہے کہ جب انسان اپنی ہر خواہش رسول کریم ﷺ کے فرمان کے تابع کردے اور دنیاوی اور برادری کے غیر اسلامی رسم ورواج کو ترک کردے کیوں کہ۔

محمد ﷺ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

فائدہ : محبت کا دعویٰ اور زندگی کے ہر شعبہ میں مسلسل نافرمانی۔ یہ محبت نہیں عداوت ہے۔ انسان اپنی خواہشات پر گامزن رہ کر کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔

خلافِ پیغمبر کسے راہ گزید
کہ ہر گز بمنزل نخواھد رسید

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے گریز کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کبھی راضی نہیں ہوتا بلکہ ان کے متعلق یہ اعلان فرماتا ہے۔

(۱۷) وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ

جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (پارہ ۵،سورۃ النساء، ایت ۱۱۵)

ترجمہ: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

(۱۸) وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (پارہ ۹،سورۃ الانفال، ایت ۱۳)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اسکے رسول سے مخالفت کرے تو بے شک (سوایسے لوگوں کے لئے) اللہ کا عذاب سخت ہے۔

فائدہ: حضور کریم ﷺ کی اطاعت ظاہراً و باطناً ضروری ہے جس قدر اتباع زیادہ ہوگا اسی قدر قربِ الٰہی میں مرتبہ زیادہ ہوگا اللہ تعالیٰ اتباع کرنے والے پر راضی ہوگا۔

اور وہ اس کے فضل وکرم سے نوازا جائے گا۔

(۱۹) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (پارہ ۴،سورۃ النساء، ایت ۱۳)

ترجمہ: اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ اُسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں، ہمیشہ اُن میں رہیں گے۔ اور یہی ہے بڑی کامیابی۔

فائدہ: انہی چند آیات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ تفصیل مع تشریح کے لئے حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "شانِ حبیب الرحمٰن" کا مطالعہ کیجئے۔

درسِ ادب:

اطاعتِ رسول ﷺ پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے کہ اطاعت وہی کرتا ہے جو حضور سرورِ عالم ﷺ کا باادب ہے جیسے سیرۃ صحابہ رضی اللہ عنہم سے عیاں ہے۔ بے ادب اطاعت کرتا بھی ہے تو مرے دل سے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول اکرم ﷺ کی سچے دل سے اطاعت وادب نصیب فرمائے۔ (آمین)

بے ادب پاگل ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (پارہ ۲۶،سورۃ الحجرات، ایت ۴،۵)

ترجمہ: بیشک وہ جو تمہیں حُجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں

تک کہ تم آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا۔

شانِ نزول :

اس آیت کا شانِ نزول مفسرین یوں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ قبیلۂ بنی تمیم کے چند لوگ دو پہر کے وقت مسجد نبوی میں آئے۔ حضور ﷺ اس وقت حجرہ مبارکہ میں آرام فرما رہے تھے۔ وہ لوگ باہر سے آوازیں دینے لگے۔ **یا محمد اخرج الینا** (اے محمد (ﷺ) باہر آیئے) یہ بے ادبی اور گستاخی کی بات تھی۔

آیت میں نبوت کا ادب سکھایا گیا کہ تمہیں کیا معلوم اس وقت آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ یا کسی اور اہم کام میں مشغول ہوں چونکہ آپ کی ذات مسلمانوں کے تمام دنیوی و دینی امور کا مرکز و محور تھی کسی معمولی ذمہ دار آدمی کے لئے بھی اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ امتی کے گاہ بے گاہ بلانے پر ان کے شان اور ادب و احترام کے یکسر خلاف ہو جائیں تو نظامِ دین و دنیا برہم ہو جائے گا۔

استاذِ کل :

صحابہ کے ساتھ حضور ﷺ کا ایک تعلق استاد اور تلامذہ کا بھی تھا۔ جیسے قرآن میں آیا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (پارہ ۴، سورۃ ال عمران، ایت ۱۶۴)

ترجمہ: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

اس طرح بارگاہِ رسالت کے آداب سے یہ ہمیں سبق بھی ملتا ہے کہ استاد شاگردوں پر شفقت کرے اور شاگرد استاد کا ادب و احترام ہر وقت ملحوظ رکھیں اور اسی طرح تمام بزرگانِ دین اور علماء حق کے ساتھ بھی ادب سے پیش آنا چاہیے اس لئے کہ بے ادبی گنوار پن بھی ہے اور روحانی اعتبار سے باعثِ حرمان بھی۔

شاہانہ آداب :

دنیا کا دستور ہے کہ کوئی شخص حاکم وقت اور بادشاہ کو ان کے مکان سے اپنی غرض کے واسطے نہیں پکار سکتا۔ جب تک وہ خود ہی دربار میں نہ آئے۔ ابلیس ہی رسالت کی تعظیم و تکریم ۔ کو سمجھے۔ بلکہ اہلِ ایمان اس سے اپنے ایمان کی عظمت کے پیشِ نظر دربار رسالت و ادب نبوت کی رفعت کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک معمولی حاکم کے آداب کے خلاف تو سزا

کا مستحق ہو اور احکم الحاکمین کے بتائے ہوئے دربار بادشاہانہ کی خلاف ورزی کرنے والا سزا کا موجب نہ ہو۔

نبی علیہ السلام کا بے ادب پاگل اور لایعقل :

قرآن مجید کی آیت سے ثابت ہے کہ نبوت کا گستاخ اور بے ادب پاگل اور بے عقل ہے۔ چاہے وہ اپنے آپ کو عالم، فاضل سمجھے اور دوسرے لوگ اسے کتنا ہی بلند قدر مانیں۔

اہلسنّت کا بیڑا پار :

یہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ خاص ہے کہ جب تک کسی کی عقلِ سلیم میں کجی نہیں ہوتی وہ بزرگوں کی برابری کا دعویٰ نہیں کرتا۔ اگر کچھ بھی عقل ہو تو آدمی سمجھ سکتا ہے کہ بزرگانِ حق کے ساتھ برابری کا دعویٰ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے۔

نکتہ : ابوجہل باوجود اپنی قوم قریش میں نہ صرف بڑا دانشور تھا بلکہ اپنے فنون وحکمت میں نمایاں حقیقت رکھتا تھا اسی لئے اسے اہلِ عرب نے ابوالحکم (حکمتوں کا مرکز) کا لقب دیا لیکن رسول اللہ ﷺ کا گستاخ تھا اور بے ادبی کو اپنا دین سمجھتا تھا اسی لئے حضور ﷺ نے اس کا نام ابوجہل رکھا۔

مسئلہ : گستاخ بے ادب اور مرتد قسم کے لوگوں کو مولانا یا اسطرح کے بہترین القاب کہنا لکھنا حرام اشد حرام ہے (عالمگیری وغیرہ)

سبق : فقہائے کرام کی احتیاط اہلِ علم پر مخفی نہیں لیکن یہاں انکی بے احتیاطی سمجھئے یا قانون اسلام کی پابندی پر محمول کیجئے وہ قانونِ اسلام یہ ہے کہ مرتد بلکہ فاسق فاجر اور اہلِ بدعت کی تعظیم وتکریم سے نہ صرف خدا تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس کے غیظ وغضب کو دیکھ کر عرشِ عظیم کانپ جاتا ہے۔ اور یہ گستاخانِ رسول ﷺ اور خارجیانِ زمانہ تو اس لائق ہیں کہ ان کے گلے میں رسی ڈال کر انکے ساتھ وہی کیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے ابولہب کی زوجہ سے کیا ام جمیل کے گلے میں پھندا ڈالا جس سے وہ تڑپ تڑپ کر مرگئی کما قال اللہ تعالیٰ:

فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (پارہ ۳۰، سورۃ اللھب، ایت ۵)

ترجمہ: اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسّا۔

کیا ابلیس ملعون سے ان لوگوں کا علم عمل اور عہدہ ومرتبہ بڑا ہے جبکہ اس خبیث سے جب بھی رسول اول ابوالبشر علیہ

السلام کی بے ادبی اور گستاخی ہوئی تو انکے وہی فرشتے جو کل اسکی شاگردگی پر نازاں تھے آج اس کے گلے میں لعنت کا پھندا ڈال کر بہشت سے نہ صرف پھینک مارا بلکہ لعنت لعنت الیٰ یوم القیمٰہ اور نہ صرف وقتی طور پر بلکہ ہر وقت اور نہ صرف یہی بلکہ کل دوزخ میں اسے گھسیٹ کر کے بھی لانے والے یہی تلمیذان ارجمند ہونگے جو اپنے استاد کی تعظیم وتکریم کے بجائے توہین تذلیل پر کمربستہ ہونگے اسکی تشریح ان شاء اللہ آئے گی۔

لیکن افسوس کہ آج کل صلح کلی مسلمان معمولی سی لالچ اور طمع یا معمولی سے خطرہ سے اور کھٹکا پر بہت بڑے سے بڑے گستاخ اور منہ بھٹ کے آگے تعظیم وتکریم کے طور سر تسلیم کئے ہوئے ہے اور بوقت ضرورت اسکو اعلیٰ سے اعلیٰ القاب سے نوازتا اور اسے خوش کرنے کے لئے ہزاروں پاپڑ بیلتا ہے فقیر اویسی کہتا ہے کہ اسکی سزا آج نہ سہی تو قیامت میں ضرور ملے گی۔

تنبیہ: اس دولت ادب سے محروم لوگوں کے لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے سالہا سال پہلے فیصلہ فرمادیا

بے ادب محروم شداز لطفِ رب

فائدہ: آیت سے معلوم ہوا کہ ہر کس وناکسِ کو ادب نصیب نہیں ہوسکتا یہ دولت ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جنکے قلوب اللہ تعالیٰ کے منتخب شدہ ہیں۔

الحمدللہ ہم اہلسنت کا بیڑا پار کہ ہمیں بفضلہٖ تعالیٰ یہ دولتِ عظیم نصیب ہے۔

آیت میں باادب لوگوں کو مغفرت اور اجرِ عظیم کے مژدہ بہار سے نوازا گیا۔

سر مایۂ ادب بکف آور کہ ایں متاع
آنرا کہ ہست فیض آید آیدش

سلف صالحین کا استدلال:

مفسرین کے اقوال پہلے درج ہوچکے ہیں کہ ہمارے اسلاف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ انہی آیات سے دلیل پکڑتے چلے آئے کہ نبی کریم ﷺ کے ادب کے بعد ادب سے بیٹھنا مدارج علیا تک پہنچاتا ہے۔ چنانچہ بعض علماء کا یہ حال تھا کہ اگر وہ کسی بزرگ کی خدمت میں انکے جانشینوں صحابہ کرام واہلبیت کرام اولیاء علماء اور اساتذہ بلکہ عمر میں بڑے لوگوں کا ادب اور انکی تعظیم وتکریم بھی ضروری ہے چنانچہ حضرت ابوعثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بزرگوں کی خدمت میں جاتے تو بیٹھے رہتے جب تک وہ خود بخود نہ نکلتے۔

علماء کرام کا ادب :

ابوعبید قاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی عالم دین کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا بلکہ جب کبھی گیا تو انتظار میں بیٹھا رہتا جب تک وہ خود بخود نہ نکلے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (پارہ ۲۶،سورۃ الحجرات، ایت ۴، ۵)

ترجمہ: اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا۔

اللہ اکبر :

ایک وہ وقت تھا کہ نہ صرف انبیاء علیہم السلام کے لئے بلکہ علماء کرام کے ادب اور انکی تعظیم و تکریم کے متعلق قرآنی آیات سے استنباط اور استدلال کیا جاتا لیکن آج وہ وقت ہے کہ علماء کرام کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

انتباہ : اس سے ثابت ہوا کہ وہ حضرات بڑے نصیبوں والے ہیں جو نبی پاک ﷺ کی عزت و عظمت کے دلائل قرآن مجید و احادیث سے مستنبط کرتے ہیں۔

حکایت : حضرت مولانا محمد یار رحمۃ اللہ علیہ ساکن گڑھی اختیار خان کو کسی مولوی نیم دیوبندی یعنی صلح کلی نے بہاولپور میں مناظرہ کا چیلنج کیا آپ نے چیلنج قبول کر کے صرف ایک رات کی مہلت مانگی۔ صبح کو وقت مقررہ سے ایک گھنٹہ کو بعد پہونچے۔ اپنے بیگانوں میں چہ میگوئیاں شروع ہونے لگیں۔ آپ نے فرمایا دوستوں مناظرہ ہونا ہی ہونا ہے لیکن مجھے صرف اتنی اجازت چاہیے کہ مدمقابل سے عرض کروں کہ جناب نے رات کن فکرات میں بسر کی بخدا میں تو ساری رات ان تصورات میں ڈوبا رہا کہ صبح کو کونسی آیت کمالِ نبوت میں پیش کروں اور کونسی حدیث کمالِ مصطفوی میں مجھے کام دیگی اور میرا ابا المقال اگر برا نہ مانے تو کہدوں کہ اس نے ساری رات ان پریشان خیالوں میں گذاری کہ تنقیصِ رسول ﷺ میں فلاں آیت پیش کرونگا اور فلاں حدیث۔ مولانا مرحوم کی اس مختصری بات پر مجمع چیخ اٹھا اور ایک ہیجان سا پیدا ہو گیا اور مستی عشق مصطفیٰ کا نشہ چڑھ گیا۔ اور مخالف مولوی نے فوراً اعلان کر دیا کہ مولانا محمد یار صاحب صحیح فرماتے ہیں واقعی میری رات اسی غلط خیالی میں گزری۔

نوٹ : یہ واقعہ فقیر نے بہاول پور کے بہت سے لوگوں سے سنا اور اسکی تصدیق حضرت مولانا عبدالستار نیازی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ہوئی جبکہ انہوں نے کوئٹہ بلوچستان میں ایک تقریر میں یہی واقعہ بیان فرمایا۔ فقیر انہی دنوں کوئٹہ بلوچستان

میں دورہ تفسیر پڑھا رہا تھا۔

جانور : اس سے میری مراد غیر انسان ہے کیونکہ انسان کی عظمت اور قدر و منزلت بلند و بالا ہے۔اس میں عقل و شعور اور علم وفہم ہے اور جانور بے عقل اور بے فہم شے ہے۔لیکن اسے رسول اکرم ﷺ اور محبوبان خدا کا ادب احترام ہے اسی لئے ادب واحترام کی برکت سے بعض جانور کل قیامت میں جنت میں داخل ہونگے۔

بہشتی جانور

حضرت امام مقاتل نے فرمایا کہ اہلِ ایمان کی طرح دس جانور بہشت میں داخل ہوں گے وہ دس جانور یہ ہیں:

۱) ناقہ صالح علیہ السلام

۲) ابراہیم علیہ السلام کا بچھڑا جسے مہمانوں کے لیے ذبح فرمایا

۳) اسماعیل علیہ السلام کا دُنبہ

۴) موسیٰ علیہ السلام کی گائے

۵) یونس علیہ السلام کی مچھلی

۶) عُزیر علیہ السلام کا گدھا

۷) سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی

۸) بلقیس کا ہدہد

۹) اصحابِ کہف کا کتا

۱۰) حضور سرورِ عالم شفیع معظم ﷺ کی ناقہ مبارکہ

فائدہ : یہ سب دنبے کی شکل میں ہوکر بہشت میں داخل ہوں گے (ذکر فی مشکاۃ الانوار) (روح البیان)

حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا :

سگ اصحاب کھف روزے چند

پئے نیکا ن گر فت و مر دم شد

سگ اصحاب کہف کے متعلق ادب کی باتیں فقیر کے رسالہ ''باادب کتے اور بےادب وہابی''، میں پڑھئے۔ یہاں پر چند جانوروں کے بعض آداب کی باتیں پڑھئے۔

گھوڑا قیمتی بن گیا ۱۔

جمیل بن نخعی فرماتے ہیں ہم ایک جنگ میں حضور سرور عالم ﷺ کیساتھ ہم سفر تھے۔ میرے پاس ایک لاغر گھوڑا تھا جو سب سے پیچھے رہتا تھا۔ نبی پاک ﷺ نے ایک چابک گھوڑے کو مارا اور فرمایا اللھم بارك له فیھا ۔ (اے اللہ اسے رفتاری میں برکت دے)

اسکے بعد اس گھوڑے کو ہمیشہ دوسرے گھوڑوں سے آگے پایا اس گھوڑے کی نسل سے میں نے بارہ ہزار درہم کمائے۔

(مدارج ،ص ۱۲۱ ج ۳)

۱ گھوڑا موذی نہ سہی لیکن شرارت پہ آجائے تو پھر پناہ بخدا۔ ہاں شرارتی سہی لیکن حضور سرور عالم ﷺ اور اولیاء کرام کا بے ادب و گستاخ نہیں اسی لئے اسکے ادب و تعظیم کی باتیں لکھوں گا۔ (اویسی غفرلہ)

با ادب گھوڑا

مغازی الرسول میں ہے کہ بنی اود کا ایک شخص جو بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ان کا خود بیان ہے کہ میں راہ میں ایمان لایا اور لشکر کے ساتھ چلا آیا۔ میں لڑنا نہیں جانتا تھا جب گھمسان کی لڑائی شروع ہوتی تو حضور نے مجھے اپنے گھوڑے پر سوار کر دیا وہ گھوڑا چونکہ حضور کی سواری میں تھا اسلئے اڑ گیا وہ نہیں چاہتا تھا کہ حضور کے سوا اس پر کوئی دوسرا سوار ہو۔ حضور ﷺ نے اس سے کچھ فرمایا۔ پس وہ گھوڑا مجھے لے اڑا میں ڈر کر اس کی پیٹھ سے چمٹ گیا اور اپنے پروردگار سے دعا کی ۔ میں گرنے سے محفوظ رہا۔ یہاں تک کہ میں سیدھا بیٹھ گیا اور تلوار چلانی شروع کردی اور اتنی چلائی کہ میرا ہاتھ بغل تک رنگ گیا۔

فائدہ: گھوڑے کا ادب ملاحظہ ہو کہ حضور علیہ السلام کے سوا کسی کو چاہتا ہی نہیں پھر فرماں برداری پر غور کرو کہ فرمان سنتے ہی سر تسلیم خم کردیا۔ حضرت انسان اشرف المخلوق ہو کر دونوں ادب و اتباع سے محروم ہو تو اس جیسا کمبخت اور کون ہوگا۔

فرماں بردار گھوڑا

ایک سفر کا واقعہ ہے کہ آپ نے اپنے گھوڑے کو کہا کہ جب تک میں نماز پڑھوں تب تک میرے سامنے رہنا۔ وہ گھوڑا آپ ﷺ کے حکم سے وہیں کھڑا رہا یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہوگئے ۔ (کتاب المعجزات)

گھوڑے نے سر جھکا دیا

روح البیان میں ہے سلیمان بن عبدالملک نے ایک زاہد کی گرفتاری کا حکم دیا، جب وہ گرفتا ہو کر حاضر ہوا تو وزرا سے اس کے متعلق مشورہ کیا۔ وزیروں نے کہا کہ وہ گھوڑا کہ جو بھی اس کے آگے آتا ہے۔ اسے مارڈالتا ہے۔ اس زاہد کو اسی گھوڑے کے آگے ڈال دو اور دروازے بند کر دو۔ یہ گھوڑا اس کا کام تمام کر دے گا۔ چنانچہ ایسے ہی کیا گیا۔ رات کو زاہد کو گھوڑے کے آگے ڈالا گیا تو وہ گھوڑا زاہد کے سامنے جھک گیا اور نہایت نرمی سے پیش آیا۔ صبح کو دروازہ کھولا گیا۔ تو وہ زاہد صحیح سالم آرام سے بیٹھا تھا۔ سلیمان ابن عبدالملک کو خبر دی گئی تو اس نے زاہد سے معافی چاہی اور باعزت بری کر دیا۔ (روح البیان)

گر ت نہی منکر بر آید زدست

نشا ید چو بے دست وپا یا ن نشست

ترجمہ : اگر تجھ سے امرونہی کا کام ہوسکتا ہے تو پھر لولے لنگڑے ہو کر مت بیٹھو۔

فائدہ : گھوڑا ہمارے تمہارے لئے لاشعور سہی لیکن اسے اولیاء اللہ کی پہچان بھی ہے اور ادب بھی۔ دیکھا یہ گھوڑا نہ صرف لاشعور تھا بلکہ خونخوار بھی تھا لیکن ایک ولی کامل کے سامنے جھک گیا۔ یعنی نیازمندی سے پیش آیا۔ اسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ جسے اولیاء اللہ کی نیازمندی شرک نظر آتی ہے وہ گھوڑوں سے بھی بدتر ہے۔

گھوڑے نے پڑھا لا الہ الااللہ

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے ابوسفیان نے کہا کہ میں قیصر روم کے پاس تھا میں نے اس سے اور اسکے ملازموں سے حضور نبی پاک ﷺ کے اوصاف سنے اس سے فارغ ہو کر چلا تو جس جانور سے گذرتا اس سے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سنتا تھا یہاں تک کہ میرا ایک گھوڑے سے گذر ہوا جو اپنے مالک سے بھاگا اور جنگل میں آوارہ پھرتا میں نے اسے پکڑنا چاہا تو اس نے با آواز بلند پڑھا "**لا الہ الااللہ**۔ مجھے اسکے تکلم سے تعجب ہوا گھوڑا بولا کیا تو اس سے اور تعجب خیر بات سننا چاہتا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا اللہ نے تجھے بلاتکلف شام وسحر رزق دیا پھر بھی تو اسکا کلمہ نہیں پڑھتا اور اسکے رسول ﷺ نہیں مانتا، پھر بڑے محبت آمیز لہجے کے ساتھ پڑھا،

ھو محمد النبی العر بی الھا شمی القرشی الا بطحی المکی المدنی۔

وہ محمد نبی عربی ہاشمی قرشی ابطحی مکی مدنی ہیں (ﷺ)

گدھے کا عشق

ابن عساکر سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ نے خیبر فتح کیا تو ایک گدھے نے حضور ﷺ سے باتیں کیں۔ گدھے نے کہا، اللہ تعالیٰ نے میری جد کی نسل سے ساٹھ ایسے گدھے پیدا فرمائے ہیں جن پر بجز نبی کے کسی نے سواری نہیں کی ہے اور میں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ حضور (ﷺ) کی سواری کا شرف حاصل کروں۔ میرے جد کی نسل میں میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا اور آپ کے سوا کوئی نبی بھی اب آنے والا نہیں ہے۔ اس نے کہا آپ سے پہلے میں ایک یہودی کے قبضہ میں تھا۔ جب وہ مجھ پر سواری کا ارادہ کرتا تو میں قصداً اچھل کر اسے گرا دیتا اور اسے اپنے پر سوار نہ ہونے دیتا۔ وہ یہودی غصے میں مجھے بھوکا رکھتا تھا۔ اس پر حضور ﷺ نے اس سے فرمایا، تیرا نام ''یعفور'' ہوگا۔ یہ یعفور آپ کی خدمت اقدس میں حاضر رہتا جب نبی کریم ﷺ اسے کسی کو بلانے بھیجتے تو وہ اس کے دروازے پر جاتا اور اپنے سر سے دروازے کو کوٹتا۔ جب مالک مکان باہر آتا تو وہ اشارہ کرتا کہ رسول خدا ﷺ نے تجھے بلایا ہے اور وہ اسے لے کر آجاتا۔ جب حضور ﷺ نے رحلت فرمائی تو یعفور نے رنج وغم اور فراق کے غم میں کنوئیں میں چھلانگ لگا کر خود کو مار ڈالا۔

(مدارج، ص ۳۴۶ ج ۱)

شہد کی مکھی کی سلامی

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ ایک جنگی سفر پر روانہ ہوئے۔ دورانِ سفر کھانا کھانے لگے۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا کسی کے پاس سالن ہے تو لے آؤ تاکہ تمام مل کر کھانا کھالیں۔ تمام صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آج تو کسی کے پاس کچھ بھی نہیں۔ اسی اثنا میں شہد کی ایک مکھی کان کے پاس گھوں گھوں کرتی سنائی دی۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ مکھی کیا کہتی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے کہ ہمارے پاس بہت سا شہد ہے لیکن ہم اٹھا کر لانے سے قاصر ہیں۔ آپ کوئی آدمی بھیجیں تاکہ وہ شہد لیتا آئے۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا وہ اس مکھی کے پیچھے جائیں۔ مکھی آپ کو ایک غار کے دروازے پر لے گئی جہاں ایک بہت بڑا چھتا شہد سے بھرا تیار تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی مرضی کے مطابق شہد حاصل کیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور ﷺ نے سب کو تقسیم کیا۔ وہی مکھی دوسری بار حضور ﷺ کے سر پر منڈلانے لگی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، حضور! اب کیا کہتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اس سے دریافت کیا ہے کہ یہ شہد کس طرح اکٹھا کرتی ہو؟ اس نے بتایا کہ ہم میں ایک سردار مکھی ہوتی ہے۔ تمام مکھیاں اس کے حکم سے پھلوں اور پھولوں سے رس چوس چوس کر چھتے میں لاتی رہتی ہیں اور وہ اس پر دور دیا

ک پڑھتی ہے۔اس درود پاک کی برکت سے تمام پھلوں پھولوں کی تاثیر بدل کر شہد کی مٹھاس میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ (شفاء القلوب ص۲۳)

رسول اللہ ﷺ کی مچھلی دیوانی

ایک دن حضور نبی کریم ﷺ اپنی مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک اعرابی ہاتھ میں طشتری پکڑے حاضر ہوا اور ایک کچی مچھلی رومال میں ڈھانپ کر پیش کی، کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ میں اس مچھلی کو تین دن تک پکا تا رہا ہوں مگر اس پر آگ کا اثر نہیں ہوا۔ حضور ﷺ یہ بات سن کر مسرور ہوئے کہ معاملہ کیا ہے؟ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا یارسول اللہ ! اس مچھلی کو حکم دیجئے کہ حقیقت واقعہ بیان کرے۔ حضور ﷺ نے مچھلی کو اشارہ کیا تو وہ نہایت فصیح زبان میں بولی یارسول اللہ (ﷺ) یہ شکاری مجھے جال میں رکھ کر اپنے گھر کی طرف آ رہا تھا۔ اور راستے میں اس نے آپ پر درود پڑھنا شروع کر دیا۔ میں بھی اسکے ساتھ درود شریف پڑھتی گئی اس درود کی برکت سے میرے بدن پر آگ کا اثر نہیں ہو رہا۔ (شفاء القلوب، ص۲۵۵ وص۲۵۶)

فائدہ : مچھلی کو عشق رسول ﷺ میں درود شریف کی برکت سے دنیا کی آگ نہ جلا سکی تو ان شاءاللہ تعالیٰ عاشق رسول ﷺ درود خواں کو بھی آتش جہنم نہ جلا سکے گی۔

(۲) درود شریف کی برکات انسان کو نصیب ہوتے ہیں تو جانور بھی اسکی برکات سے محروم نہیں ہیں اسی لئے مسلمان بھائیوں پر لازم ہے کہ وہ درود و سلام کی کثرت کریں۔

(۳) حضور نبی پاک ﷺ مچھلی کے واقعہ سے مسرور ہوئے ثابت ہوا کہ آپ عشاق کی عشق کی داستانیں سن کر خوش ہوتے ہیں۔

گوہ دیوانی رسول (ﷺ) کی

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ اپنے صحابہ کرام کی محفل میں تشریف فرما تھے کہ اچانک بنی سلیم کا ایک بدوی گوہ شکار کر کے لایا۔ اسے اس نے اپنی آستین میں اس لیے چھپا رکھا تھا کہ وہ اسے اپنی قیام گاہ میں لے جا کر بھون کر کھائے گا۔ اس نے کسی سے پوچھا کہ اس جماعت کے درمیان میں کون ہے؟ صحابہ نے کہا یہ اللہ کے رسول ہیں۔ اس نے گوہ کو اپنی آستین سے نکالا اور کہنے لگا۔ قسم ہے لات وعزیٰ کی، میں اس وقت تک ہرگز ایمان نہ لاؤں گا جب تک یہ گوہ آپ کی شہادت نہ دے۔ یہ کہہ کر گوہ کو حضور ﷺ کے سامنے ڈال دیا۔ حضور ﷺ نے گوہ کو آواز

دی۔اے گوہ! گوہ نے سنجیدہ زبان میں جواب دیا۔ لبیک و سعدیك (حاضر ہوں۔فرمانبردار ہوں۔) جسے ساری جماعت نے سنا۔ پھر فرمایا۔اے گوہ قیامت میں کون آئے گا۔گوہ نے جواب دیا، ساری مخلوق آئے گی۔ پھر پوچھا کس کی عبادت کرتی ہے۔گوہ نے جواب دیا۔اس خدائے پاک کی جس کا عرش آسمان میں ہے اور جس کی سلطنت زمین میں ہے اور جس کا دریاؤں پر غلبہ ہے اور جنت میں اس کی رحمت ہے اور جہنم میں اس کا عذاب ہے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا میں کون ہوں؟ اس نے جواب دیا۔ آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔یقیناً وہ کامیاب ہے جس نے آپ کی تصدیق کی اور وہ نامراد ہے جس نے آپ کی تکذیب کی۔بعض کتابوں میں یہ اشعار بھی درج ہیں جو گوہ نے تصدیق رسالت اور شہادت کے بعد اپنی زبان سے پڑھے تھے۔

یا رسول اللہ انك صادق

فبورکت مھدیا و بورکت ھادیا

شرعت لنا ومن الحنیفۃ بقدما

عبدنا کامثال الحمر ا بطوا غینا

فیا خیر مدعوا یا خیر مرسل

لی الجن والانس لبیك داعیاً

انت ببرھان من اللہ واضع

فاصبحت وغینا صادق القول عیا

فبورکت فی الاحوال حیا ومیتا

و بورکت مولود بورکت ناشیا

یہ سن کر بدوی ایمان لے آیا۔(مدارج،ج۱،ص۳۶۵)

اونٹ کی فریاد

ایک بار ایک اونٹ حضور اکرم ﷺ کے سامنے دوڑتا ہوا آیا اور سجدہ ریز ہوا اور ''الامان الامان'' پکارا۔اونٹ کے پیچھے ایک اعرابی آ پہنچا۔ننگی تلوار کھینچے ہوئے اونٹ کو مارنے کے درپے تھا۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس بیچارے سے کیا قصور ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے اسے بار برداری کے لیے خریدا تھا۔اب یہ کام سے بھاگتا ہے۔میں

چاہتا ہوں کہ اس کو ذبح کر دوں اور اس کا گوشت فروخت کر دوں۔ آپ ﷺ نے اونٹ سے پوچھا ''تم سرکشی کرتے ہو۔ اس نے کہا ''یارسول اللہ (ﷺ) ایسا نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ جو شخص عشاء کی نماز ادا نہیں کرتا۔ اس پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ یہ اعرابی اپنے قبیلے کے ساتھ نماز عشاء ادا نہیں کرتا میں اس سے بھاگ کر وقت گزارتا ہوں تا کہ مجھ پر بھی کہیں عذابِ الٰہی نازل نہ ہو جائے۔ جب اعرابی سے پوچھا گیا تو اس نے اس امر کی تصدیق کی اور کہا ''بات سچی ہے۔ آئندہ میں نماز میں کوتاہی نہ کرونگا۔

سانپ کو حرم کا ادب

سانپ کی عادت ہے کہ وہ اپنے سے چھوٹے سانپوں کو کھا جاتا ہے لیکن جب طوفانِ نوح آیا تو حرم کعبہ کے پیشِ نظر پڑے سانپوں نے چھوٹوں کو کھانا چھوڑ دیا۔ (روح البیان)

فائدہ: آج تک یہ دستور ہے ہر موذی جانور ہو یا کوئی اور شے حرمِ محترم کی عزت کرتی ہے۔

مزید واقعات فقیر کے رسالہ ''موذی اور وہابی'' میں پڑھیے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانہ کے جانور

عمر ثانی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے زمانہ خلافت میں جانور ایسے باادب تھے کہ اپنی موذیانہ حرکتیں بدل دیں یہاں تک کہ بھیڑیا بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے ایک محدث وقت جنگل میں درس حدیث دے رہے تھے تو اچانک کہا او ہو۔ شاگردوں نے کیا ماجرا ہے فرمایا:

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہو گیا۔ ایک شاگرد نے عرض کی حضرت ! کیا اب بھی وحی کا نزول ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا وحی تو نہیں میں نے دیکھا کہ اب بھیڑیا بکری کو گھور گھور کے دیکھ رہا ہے۔ اس سے میں نے سمجھا عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا وصال ہو گیا۔ وہ شاگرد فوراً بغداد پہونچا معلوم ہوا کہ اسی تاریخ کو ان کا وصال ہوا ہے۔

بچھوؤں سانپوں کا ادب

جہاں بچھوؤں اور سانپوں سے خطرہ ہو تو علامہ دمیری نے یہ دعا تحریر کی اور اسے فوائد مجربہ نافعہ سے نقل فرمایا وہ دعا یہ ہے۔

سلم علٰی نوح فی العلمین وعلٰی محمد فی المر سلین نوح قال لکم نوح من ذکر فی فلم قلم غوہ (حیوۃ الحیوان)

ترجمہ: سلام ہوں نوح علیہ السلام پر عالمین میں اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر مرسلین میں، نوح علیہ السلام نے تمہیں فرمایا تھا جو میرا نام لے تم انہیں ڈسنا نہیں۔

پس منظر:

صاحب روح البیان رحمہ اللہ تعالٰی لکھتے ہیں کہ جب نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہونے لگے تو بچھوؤں اور سانپوں نے بھی کشتی میں پناہ کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ تمہارے سے خطرہ ہے اس لئے کہ تم سراپا ز ہر وضرر ہو۔ ان سب نے عرض کی۔ ہم آپ کو ضمانت دیتے ہیں اور آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ کسی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے چنانچہ تا حال نسلاً بعد نسل موذی ہو کر نبی نوح علیہ السلام کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کر رہے ہیں مثلاً۔ جسے سانپ اور بچھو سے خطرہ ہو وہ سلام علٰی نوح فی العالمین پڑھے گا تو وہ ان کے ضرر سے محفوظ رہے گا۔

موذیوں نے یوسف علیہ السلام کا ادب کیا

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب کنویں میں ڈالا گیا تو اس وقت آپ کی عمر مبارک بارہ سال کی تھی اور والد گرامی کو اسی (۸۰) سال کے بعد مصر میں ملے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس وقت آپ کی عمر سترہ سال اور بعض روایات میں اٹھارہ سال مروی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں تشریف لے گئے تو موذی سانپوں وغیرہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ گھروں سے مت نکلو تا کہ نبی علیہ السلام ہماری وجہ سے مغموم ومحزون نہ ہوں۔ (سبحان اللہ) موذیوں کو بھی نبی وقت کا ادب ہے۔ لیکن وہ موذیوں سے بھی بدتر ہیں جو امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ادب سے محروم ہیں۔ (روح البیان)

گستاخ نبوت کی سزا

مروی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈرانے کے لیے افعی (اژدہا) نے اپنے بل سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو جبریل علیہ السلام نے ایسا دھڑکا دیا کہ قیامت تک افعی اژدہا کی تمام نسل بہرہ ہوگئی۔

دعائے یوسف علیہ السلام

یوسف علیہ السلام جب کنویں میں تشریف لے گئے تو آپ نے یہ دعا پڑھی :

یا شا ھد اغیر غا ئب ویا قر یبا غیر بعید ویا غالبا غیر مغلوب اجعل لی من امری فرجا و مخرجا ۔

ترجمہ : اے شاہد ذات تو غائب نہیں۔ اے قریب ذات تو بعید نہیں، اے غالب ذات تو مغلوب نہیں مجھے

معاملات میں کشادگی عطا فرما۔

فائدہ: دونوں طرح کے مضمون قارئین کے سامنے رکھ دیے گئے ہیں تاکہ کسی کی قسمت میں کیڑے نہ پڑ جائیں کہ کہیں نبی کریم ﷺ یا کسی ولی اللہ کی بے ادبی گستاخی نہ کر بیٹھے۔

مکھی کا ادب

حضور انور سید عالم ﷺ کے جسم انور پر مکھی نہیں بیٹھا کرتی تھی۔ بعض علماء کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کے کپڑے پر بھی مکھی نہیں بیٹھا کرتی، کسی نے مکھی سے پوچھا کہ تو رسول اللہ ﷺ کو چومتی کیوں نہیں جبکہ کل کائنات آپکی گرد وغبار کیلئے ترستی ہے۔ مکھی نے جواب دیا کہ میں گندی تو ہوں لیکن گستاخ اور بے ادب نہیں ہوں۔

مچھر کا ادب

حضور انور ﷺ کا خون مبارک مچھر نہیں چوستا تھا۔

فقیر اویسی غفرلہ کا تجربہ:

فقیر اویسی غفرلہ کو ماہ رجب ۱۴۰۱ھ میں موسم گرما میں مدینہ طیبہ میں ایک ماہ اقامت نصیب ہوئی۔ رات کو اوپر کی منزل میں آرام کا موقعہ نصیب ہوا۔ مچھر فقیر کے اوپر سے گذر جاتے لیکن کاٹتے نہ تھے۔ اس سے فقیر سمجھا کہ یہاں کے مچھروں کو مہمان کا ادب ہے۔

جوئیں ادب کرتیں

نبی پاک ﷺ کے جسم اطہر میں جوئیں نہیں تھیں۔ یہ آپ کی نوری بشریت کی دلیل ہے۔

سوال: نبی پاک ﷺ جوئیں نکلواتے تھے۔

جواب: جوئیں نکلوانے کا طریقہ اختیار فرمایا تاکہ امت کو جوئیں نکلوانے کا ثواب بھی نصیب ہو تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف "سیرت حبیب کبریا"۔

جانوروں کے ادب کی برکت کا نقد حال:

سرما میں دریا اس لیے خشک ہو جاتے ہیں کہ دریاؤں کے سواحل پر پرندے انڈوں سے بچے نکالتے ہیں۔ چنانچہ حیواۃ الحیوان ص ۴۷۱ ج ۲ میں ہے

وقیل اِنَّ اللّٰہ بمیلک البحر عن ھیجانہ فی زمن اشتاء عن بیض ھذا الطائر وافراحہ۔

ادب کی برکت

اوران کی اتنی بڑی رعایت اس لئے کہ وہ پرندے بڑے ہوکر اپنے ماں باپ کا ادب کرتے ہیں چنانچہ اس کتاب میں اسی صفحہ پر لکھتے ہیں۔

وہ جب بڑھاپے کو پہنچتے ہیں تو یہ ان کی خوراک کا انتظام کرتے اور تادم زیست ان کی خدمت گزاری میں لگے رہتے ہیں۔

فائدہ : جانور غیر مکلف مخلوق ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ادب پر اپنا دنیوی نظام ہی ایسا بنادیا کہ ان باادب جانوروں کو دنیوی زندگی باعزت وبا آرام بسر کرنے کا موقعہ نصیب ہو۔

درس عبرت :

یہ انعام تو غیر مکلّف جانوروں کا اگر مکلّف جانور (انسان) ادب کرے گا اسے کیا ملے گا خود سوچئے اور یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ یہ تو جانوروں کا جانوروں کے ادب کا یہ حال ہے تو پھر انسانوں کا اس کے محبوبوں بالخصوص حبیب کریم ﷺ کے ادب پر کیا انعام فرماتا ہوگا۔

بشر حافی کا ادب

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ ننگے پاؤں چلتے تھے اور جب تک آپ بغداد میں رہے کسی چارپائے نے راستے میں لید نہ کی محض اس حرمت اور ادب کے پیش نظر کہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ ننگے پاؤں چلتے ہیں۔ایک دن ایک چارپائے نے راستے میں لید کردی تو اس کا مالک یہ دیکھ کر گھبرایا اور سمجھا کہ یقیناً حضرت وفات پا گئے ہیں ورنہ یہ جانور کبھی اس راستے میں لید نہ کرتا چنانچہ تھوڑی دیر بعد اس نے سنا کہ حضرت وفات پا گئے ہیں۔

مکڑی کی خدمت گذاری

حضرت امام سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو حضور رسول اللہ ﷺ نے خالد بن سلیح الهذلی کے قتل کرنے کے لئے بھیجا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے کہ خالد کو قتل کرکے اسکا سر کاٹ کر چلے تو پیچھے سے خالد کے ورثہ نے تعاقب کیا تو وہ غار میں چھپ گئے ان پر مکڑی نے جالا تنا۔وہ مکڑی کے جالے سے دھوکہ کھا کر واپس لوٹے تو عبداللہ بن انیس غار سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بہ سلامت حاضر ہوئے۔

(الکنز المدفون للسیوطی رحمہ اللہ)

فائدہ: حضور سرور عالم ﷺ کے علاوہ مکڑی نے جالا تنا۔

(۱) دو دفعہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جب انہیں جالوت شہید کرنا چاہتا تھا۔ (۲) عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ پر جنکا واقعہ اوپر مذکور ہوا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو بکری

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں ایک بکری تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں استراحت فرماتے تو وہ بکری خاموش، پرسکون اور آرام سے رہتی اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے جاتے تو وہ بکری پریشان اور بے قرار ہوکر ادھر ادھر ماری ماری پھرتی۔

(مدارج ص ۲۴۳ ج ۱)

ام معبد رضی اللہ عنہا کی بکری : روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ام معبد رضی اللہ عنہا کی بکری کے تھنوں پر پھیرا جن کا دودھ خشک ہوگیا تھا۔ وہ اسی وقت دودھ سے لبریز ہوگئے ۔آپ نے انہیں دوھ کو خود بھی پیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی پلایا۔

(مدارج ص ۳۴۳)

پرندے کی فریاد

حضرت عبدالرحمٰن کے والد عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ایک پرندے کو دیکھا جس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے۔ ہم نے دونوں بچوں کو پکڑلیا۔ ماں آئی اور اترنے کے لئے پر پھیلانے لگی ۔ اتنے میں نبی کریم رحمت ہر دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے اور فرمایا ''اسے کسی نے دکھ دیا ہے۔ اس کے بچے واپس رکھ دو''۔

فائدہ : پرندے کو بچوں سے پیار کا بیان تو ظاہر ہے لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ اس پرندے سے اولاد کے چھن جانے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے سوا کسی کو فریاد رس نہ سمجھا۔ اسی لئے فوراً وہ بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی ۔ اور اس غیب جاننے والے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ علم غیب کو نہ بھولنا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم غیب سے پرندے کی مراد سمجھ لی اور اسکا مدعا پورا فرمادیا۔

شہد کی مکھیوں کا ادب

کسی نے شہد کی مکھی سے پوچھا تم شہد کیسے بناتی ہو۔ اس نے کہا ہم باہر جاکر ہر قسم کے پھولوں کا رس چوستے ہیں پھر وہ ا

س اپنے اپنے چھتوں میں لے کر آجاتے ہیں۔اور وہاں اُگل دیتے ہیں۔وہ ہی شہد ہے۔فرمایا کہ پھولوں کے رس پھیکے یا کڑوے ہوتے ہیں،اور شہد میٹھا،بتاؤ شہد میں مٹھاس کہاں سے آتی ہے؟ مکھی نے عرض کیا۔

گفت چوں خوانیم بر احمد درود

مے شود شیر ین و تلخی رار بود

ہمیں قدرت نے سکھادیا ہے کہ چمن سے اپنے گھر تک آپ ﷺ پر درود شریف پڑھتے ہوئے آتے ہیں۔شہد کی یہ لذت اور مٹھاس درود کی برکت سے ہے کہ ہماری روکھی پھیکی عبادت میں بھی درود شریف کی برکت سے تمام پھولوں کے رس گھل مل کر ایک ہوگئے،اور سب کا نام شہد ہوگیا۔

ایسے ہی حضور کی برکت سے سارے ہندی،سندھی،عربی،عجمی انسان ایک ہوگئے،جن کا نام مسلمان ہوگیا،اور جیسے درود شریف کی برکت سے شہد شفاء بن گیا۔ایسے ہی ہر دعا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کی برکت سے مرضِ گناہ کی دوا ہے۔

(۲) درود پاک پڑھنا فرض بھی ہے،واجب بھی،سنت بھی ہے،مستحب بھی،مکروہ بھی ہے،اور حرام بھی،اس کی تفصیل یہ ہے،کہ درمختار جلد اول کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ عمر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے اور جس مجلس میں بیٹھے اور حضور علیہ السلام کا اسم شریف وہاں بار بار آئے،تو صاحب درمختار کے نزدیک تو جب بھی نام پاک سنے درود شریف پڑھنا واجب ہے نام لینے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی۔مگر جمہور کے نزدیک ایک مجلس میں ایک بار پڑھنا واجب ہے۔اور ہر بار پڑھنا مستحب،اور چند موقعوں میں درود پڑھنا مستحب ہے جس کو شامی نے بیان فرمایا۔جمعہ کی شب میں اور جمعہ کے دن میں وغیرہ وغیرہ (شان حبیب الرحمٰن)

کبوتروں کا گھونسلا

طبرانی اور بیہقی اور ابونعیم اور بزار اور ابن سعد نے زید بن ارقم اور مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی ہے کہ جس رات میں جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار ثور میں رونق افروز تھے اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کو حکم دیا تھا کہ وہ غار پر اس طرح کھڑا ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو اس نے ڈھک لیا اور اللہ تعالیٰ نے حکم کیا دو کبوتروں کو کہ وہ آ کر غار کے منہ پر ٹھہریں اور وہاں گھونسلا بنا کر انڈے دیئے اور مکڑی نے آ کر غار کے دروازے پر جالا بنا دیا جب قریش کے لوگ آپ کو ڈھونڈھنے کو آئے اور غار تک پہونچے غار پر کبوتروں کو اور مکڑی کے جالے کو دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر وہ اس

میں ہوتے تو کبوتر اسکے اوپر نہ ٹھہرتے اور مکڑی کا جالا اس طرح نہ ہوتا اور اتنا قریب پہونچ گئے تھے کہ جناب نبی پاک ﷺ ان کی باتیں سنتے تھے اور اگر وہ اچھی طرح نظر کرتے

تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیتے۔ آپ نے دعاء کی اے اللہ ہمیں شر اعدا سے محفوظ فرما چنانچہ کفار غار سے ہٹ کر واپس چلے گئے یہاں تین معجزے نمودار ہوئے (۱) درخت کی حاضری (۲) کبوتروں نے غار کے منہ پر انڈے دیئے (۳) مکڑی نے جالا تنا۔ چوتھا معجزہ یہ بھی ہے کفار نہ دیکھ سکے۔

حرم کے کبوتر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس گھر میں سرخ کبوتر ہوں وہاں خواری اور وحشت نہیں ہوتی اور آسیب سے بھی ضرر نہیں ہوتا اور وہ کبوتر جو حرم میں رہتے ہیں وہ اسی کی نسل سے ہیں جس نے غار پر انڈے دیئے تھے۔ حضور سرورعالم ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی کہ تا قیامت اس کی نسل قائم رہے۔ چنانچہ اسکی نسل تا حال باقی ہے۔

(حاشیہ دلائل الخیرات ص ۳۱۰)

کبوتروں کو دعا

جس دن حضور سرورعالم ﷺ نے بتائید ایزدی مکہ فتح کیا۔ اس دن حرم شریف کے کبوتروں نے صفیں باندھ کر اپنے پروں کو پروں سے ملا کر آپ پر سایہ کیا تا کہ آپ کو دھوپ تکلیف نہ دے آپ نے انکے لئے دعا فرمائی۔

(شفاء شریف)

فائدہ: کبوتروں کا عشق و ادب کا عجیب منظر ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر گرمی کو دیکھ کر نہ سہہ سکے اسی لئے فوراً ٹولی بنا کر سائبان بن گئے۔ ادھر کریم نبی ﷺ نے ایسا نوازا کہ وہ تا قیامت معجزہ بن گئے۔

نوٹ: نہ صرف کبوتر بلکہ فرشتہ بھی آپ ﷺ پر گرم دھوپ پڑنے کے روادار نہیں جیسا کہ قبل اعلانِ نبوت جب آپ ﷺ بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تجارتی مال لیکر شام کے ملک میں تشریف لے گئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا معتمد غلام محض پیغمبرانہ شان دیکھنے کی غرض سے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس سفر کی مفصل رپورٹ پیش کرے۔

رپورٹ میسرہ

قافلہ روانہ ہو گیا راستے میں آپ نے ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ نسطور نامی ایک راھب یہ دیکھ رہا تھا۔ اس

نے کہا کہ اس درخت کے نیچے سوائے اللہ کے آخری رسول کے کسی اور نے قیام نہیں کیا۔
نیز کاروبار میں جھگڑے کے وقت کسی نے کہا آپ لات وعزیٰ کی قسم کھائیں۔آپ نے فرمایا میں انکی قسم نہیں کھاتا اورانہیں سخت ناپسند کرتا ہوں۔اس نے کہا تب تو آپ اللہ کے رسول ہیں۔میسرہ نے یہ بھی دیکھا کہ گرمی میں دھوپ کے وقت دوفرشتے آپ پر سایہ فگن رہتے تھے۔اس دفعہ مال تجارت میں اتنا نفع ہوا کہ اس سے پہلے اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔حضرت خدیجہ نے اس عربی ناقہ سوار کو خود بھی اپنے بالا خانے میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ ملائکہ اس پر سایہ کناں ہیں۔نوراس کی پیشانی سے چمک رہا ہے۔

نوح علیہ السلام کا کبوتر

کشتی سے نکلنے کا وقت آیا۔حضرت نوح نے کوے کو فرمایا کہ جلد پانی کا احوال معلوم کر کے آئے۔کوا جا کر مردار کے کھانے میں مشغول رہا۔اور حضرت نوح کے فرمان کو بھول گیا۔اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سے ہمیشہ ذلیل خوار ہوا۔اور نافرمانی کی شامت سے مردار وخوار ہوا بعد اس کے کبوتر بموجب حکم کے اُڑا اور زیتون کے پتے چونچ میں لے کر پھرا۔تب حضرت نوح نے جانا کہ درختوں کے سر پانی سے ظاہر ہوگئے ہیں۔اور اس مژدہ سے دل کے درد اور غم با

ہر

ہوئے۔پھر تو کبوتر مدام بموجب حکم کے جاتا تھا۔اور پانی کی کمی کی خبر پہنچاتا تھا۔ایک روز کبوتر کے پاؤں میں کیچڑ لگی ہوئی پائی تب تو یقین ہوا کہ خزاں غم کی گئی ہے اور بہار خوشی کی آئی۔کبوتر کے حق میں دعا کی کہ تجھکو خدا مخلوق کے دل میں محبوب رکھے۔اور ہر شخص کے نزدیک مطبوع اور مرغوب ہو۔ (قصص الانبیاء)

فائدہ: پیغمبران عظام علیہم السلام کے تابع فرمان ہر شے ہوتی ہے۔(۲) کو انفس پرستی اور نبوت کے حکم کی بے ادبی سے مارا گیا لیکن اس قوم پر تعجب ہے جو اس سے پیار کر کے اسے مرغوب غذا سمجھتے ہیں۔تفصیل دیکھئے ''کالا کوا'' (۳) کوا کے برعکس کبوتر عزت پا گیا کہ وہ حلال ہونے کے ساتھ انسان کا مرغوب ومطبوع ہوا۔

مزید براں حضرت علامہ صاحب صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ اب جب نوح علیہ السلام نے زمین پر (طوفان کے بعد) اترنے کا پروگرام بنایا تو کبوتر کو فرمایا زمین پر دیکھو کتنا اور کہاں تک پانی باقی ہے۔کبوتر نے سبا کے ملک میں اتر کر زیتون کا پتہ لاکر نوح علیہ السلام کو پیش کر دیا اسکے بعد دوبارہ بھیجا تو اس نے حرم مکہ میں پہونچ کر کعبہ کی جگہ پر قدم رکھا وہاں اس وقت مٹی سرخ رنگ کی تھی اسکے قدموں کو لگی اس کی واپسی کی رپورٹ پر نوح علیہ السلام خوش ہوگئے نوح

علیہ السلام نے اسکے لئے اور اسکی اولاد کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا تم حرم میں رہو۔ پھر اسکی گردن پر ہاتھ پھیرا اور پاؤں کی سرخی بخشی اور ساتھ ہی اسکی اولاد میں برکت کی دعا فرمائی۔ (تفسیر صاوی، ج۲، ص ۱۶۵)

درس ادب : حضرت نوح علیہ السلام کی کبوتر پر اس لئے بھی نوازش ہوئی اس سے پہلے آپ نے کوے کو بھیجا تو اس نے بے ادبی کا مظاہرہ اس کی تفصیل فقیر کی کتاب "بے ادب بے نصیب" میں ہے۔

آج اسی ادب کی برکت ہے کہ حرمین طیبین میں کوئی پرندہ نظر نہ آئیگا لیکن کبوتروں کے لئے حرمین طیبین گویا انکا مسکن ہیں کہ رات دن اسی میں بسر کررہے ہیں۔

فائدہ : اب نجدیوں نے انہیں حرم میں سے نکال کر باہر کردیا ہے۔

گنبد خضراء پہ قربان

ہم نے آنکھوں سے دیکھا کہ مسجد نبوی ہو یا مسجد حرام سینکڑوں کبوتر اندرونی حصہ میں شب و روز گزرتے ہیں لیکن گند گی نہیں پھیلاتے اور نہ ہی بیٹ پھینکتے ہیں جب انہیں اسکا تقاضا ہوتا ہے تو حرم سے باہر جا کر تقاضا پورا کرکے اکثر و بیشتر واپسی پر گنبد خضراء کے گرد چکر لگا کر قبہ خضراء پر چمٹ جاتے ہیں گویا طواف کرکے قبہ کو چوم رہے ہوتے ہیں اور یقین جانئے ہم نے گنبد خضرا اور کعبہ معظمہ کے اوپر کبوتروں اور دیگر پرندوں کو اڑتا کبھی نہیں دیکھا۔

وحشی جانوروں کا ادب

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ حاضری حرمین شریفین کے متعلق اپنا حال بتاتے ہیں، پہلے شیخ عمر حجی کا مکان کرایہ پر لیا تھا پھر سید عمر رشیدی ابن سید ابوبکر رشیدی اپنے مکان پر لے گئے بالا خانے کے دروازہ وسطانی پر میری نشست تھی دروازوں پر جو طاق تھے بائیں جانب کے طاق میں وحشی کبوتروں کا ایک جوڑا رہتا تھا وہ تنکے لاتے اور گرایا کرتے اس طرف بیٹھنے والوں پر گرتے جب علالت میں میرے لئے پلنگ لایا گیا وہ اس دروازہ کے سامنے بچھایا گیا کہ تشریف لانے والوں کے لئے جگہ وسیع رہے اس وقت سے کبوتروں نے وہ طاق چھوڑ کر دروازہ وسطانی کے طاق میں بیٹھنا شروع کیا اب جو وہاں بیٹھتے ان پر تنکے گراتے۔ مولانا سید اسماعیل نے فرمایا وحشی کبوتر بھی تیرا (آپ کا) ادب کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ (صالحنا هم فصالحونا) ہم نے ان سے صلح کی تو انہوں نے بھی ہم سے صلح کی۔ (ص ۲۴ ملفوظات ج ۱)

پرندے کا کارنامہ

ایک دن حضور سرورعالم ﷺ وضو فرمانے لگے تو اپنے موزے مبارک پاؤں سے اتارے۔ بعد فراغت آپ نے ایک موزہ پہنا دوسرا پہننے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ فضاء سے ایک پرندہ اڑتا ہوا آیا اور موزہ لیکر اُڑا۔ اس موزہ میں سے سانپ گرا۔ پرندہ موزے کو گرا کر ہوا میں اڑ گیا۔ (مدارج النبوت ص ۶۱۰ ج ۳)

فائدہ: سانپ چونکہ موذی ہے پرندے نے دیکھا کہ کہیں یہ حضور نبی پاک ﷺ کو اذیت نہ پہونچائے۔ اسی لئے موزے سے سانپ کو نکال پھینکا۔ یہ اس پرندے کی حضور نبی کریم علیہ السلام سے محبت وعشق اور ادب کی دلیل ہے۔

مچھلیوں کے ادب کی کہانی

حضرت ابراہیم بن ادہم بلخ کے صاحب شان وشوکت سلطان ریشم وکمخواب کے نرم وگداز بستر پر آرام کی نیند میں غرق ہے۔ رات کی سیاہ چادر جب دراز ہوتے ہوتے نصف کے قریب پہنچ گئی اور ملک کا ایک ایک متنفس خواب کی منزل عشرت سے ہم آغوش ہوگیا تو میٹھی میٹھی نیند کی آغوش میں پڑے ہوئے بادشاہ کی قسمت نے ایک خوشگوار انگڑائی لی۔ یکا یک وہ کسی آہٹ کی وجہ سے چونک اٹھا۔ پہرہ دار اور غلام وکنیز سب پر ہی خواب کی مدہوشی طاری تھی۔ سلطان نے آس پا
س
نگاہ ڈالی لیکن اسے آہٹ کی صحیح وجہ کوئی نہ معلوم ہوئی۔ تھوڑی دیر تک اسے محسوس ہوا کہ اس کے فلک بوس محل سرا پر کوئی شخص ادھر ادھر سے چل رہا ہے۔ اب وہ گھبرا کر بولا۔ یہ کون شخص ہے جسے میرے بالا خانے پر آنے کی جرأت ہوگئی۔ اس کے جواب میں آواز آئی میں یہاں اپنا کھویا ہوا اونٹ تلاش کر رہا ہوں۔ بادشاہ نے حیرت ناک لہجہ میں پوچھا اے شخص تو کتنا دیوانہ ہے کہ تیرے اونٹ کو میرے بالا خانے سے کیا واسطہ۔ سوچ تو سہی وہ یہاں کیسے پہنچ سکتا ہے۔

غیبی آواز۔ اے سلطان جب میرا اونٹ تیرے فلک نما محل کے اوپر نہیں آسکتا تو یہ بھی جان لے کہ تو اگر تخت سلطنت پر خدا کو تلاش کرنا چاہتا ہے تو تجھے قیامت تک اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوسکتی۔ خدا کی معرفت کا نور تیرے وجود میں اسی وقت جلوہ گر ہوگا جب تو سلطنت کو ٹھوکر مار کر ہمہ تن اس کی یاد میں لگ جائے۔ اس ندائے غیبی نے سلطان کے دل میں ایک آگ لگا دی۔ ایک طوفان برپا کر دیا۔ ایک جوش پیدا کر دیا۔ خدائے برحق کی تلاش کی، اب اسے عالیشان اور زرق برق محل میں ایک لمحہ کے لئے بھی قرار وسکون نصیب نہ ہوا۔ اسی وقت دبے قدموں سے محل کے نیچے اترا اور اپنی عظیم الشان حکومت کے نقش ونگار، کروفر وہیبت وجلالت، شوکت وحشمت، مال ودولت، سپاہ ولشکر، غلام وکنیز ہیرے اور

جواہر چھوڑ کر کھر درے سنگریزوں پر نہایت اطمینان و جمعیت کے ساتھ بیٹھ کر رب العزت کی عبادت میں محو ہو گیا۔

صبح کے وقت جب خدمت گاروں کی نگاہ سلطان کے بستر پر پڑی تو خلافِ معمول بادشاہ کو اس پر نہ دیکھ کر ان کو فکر ہوئی۔ پھر ابتدا کی یہ فکر ساری سلطنت میں رنج وفکر کی سیاہ گھٹا بن کر چھا گئی۔

اراکین سلطنت نے سلطان کی تلاش و جستجو میں مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں برق رفتار گھوڑے دوڑا دئے اس کے بعد وہ خود بھی اپنے تاجدار عادل کو ایک جانب ڈھونڈنے کے لئے چل پڑے جب یہ لوگ دریا کے کنارے پہونچے تو کیا دیکھتے ہیں ان کا بادشاہ فرش خاک پر آرام سے بیٹھا ہوا ایک گدڑی سینے میں مصروف ہے۔ قریب پہنچ کر ایک خاص وزیر نے اس گدا نما سلطان سے عرض کیا۔

وزیر: عالی جاہ! آپ یہاں رونق افروز ہیں اور ادھر پوری سلطنت ماتم کدہ بنی ہوئی ہے۔ وہ کون سی چیز ہے جس نے آپ کو عظمت شاہنشاہی سے جدا کر کے یہاں ویران وحشت ناک مقام پر پہنچا دیا۔ اگر ہم نیاز مندوں سے کوئی خطا سرزد ہوئی ہو تو اس کو معاف فرما دیں۔ اور ملک میں واپس تشریف لے چلیں۔ ورنہ حکومت کا نظام درہم و برہم اور سلطنت کا شیرازہ بکھر جائیگا۔

ابراھیم ادھم: میں ایک مٹ جانے والی حکومت کو چھوڑ کر لازوال بادشاہی سے ہم کنار ہو گیا ہوں۔ اب میں اس فانی چیز پر ایک نگاہ ڈالنا بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ کل تک میں لوگوں کے جسموں پر حکومت کرتا تھا اور آج میں خدا سے دل لگا کر پہلی حکومت سے کنارہ کش ہو چکا ہوں۔ تو رب العزت کی دی ہوئی حکومت کی بدولت آج میں صرف انسانی دلوں پر ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر مخلوق کو اپنا تابع۔ کہہ کر آپ نے وہ سوئی جس سے گدڑی سی رہے تھے۔ دریا میں ڈال دی اور کہا اے دریا کی مچھلیوں ابراہیم ادہم کی سوئی واپس کر دو۔ آپ کی زبان سے ابھی یہ جملہ پورا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ سطح آب پر ہزاروں مچھلیاں اپنے منہ میں سونے کی سوئی لیکر حاضر ہوئیں۔ آپ یہ منظر دیکھ کر مسکرائے اور کہا اے مچھلیوں مجھے سونے کی سوئی نہیں اپنی لوہے والی سوئی چاہیئے۔ اس کے بعد تمام مچھلیوں کا ہجوم دریا کی لہروں میں غائب ہو گیا۔ اور چند ساعت کے بعد ایک مچھلی لوہے کی سوئی لیکر آپ کے پاس آئی۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

شیخ سوزن زود در دریا فگند ☆ خواست سوزن را بآواز بلند

آپ نے سوئی دریا میں ڈال دی پھر با آواز بلند کہا: اے مچھلیوں میری سوئی لے کر حاضر ہو۔

صد ہزاراں ماہی اللّٰھی ☆ سوزن زر در لب ہر ماہی

اللہ والی لاکھوں مچھلیاں اپنے منہ میں سونے کی سوئی لے کر آ ئیں۔

گفت الھیٰ سوزنِ خودخواستم ☆ دادہ از فضلت نشانِ راستم

حضرت ابراہیم ادہم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔الٰہی میں نے تو اپنی سوئی مانگی تھی۔

مجھے تو نے اپنے فضل سے سچائی کا نشان بخشا ہے لہٰذا مچھلیوں سے سوئی دلوادے جو میری اصلی سوئی ہے۔

ما ھی دیگر برآ مد در زماں ☆ سو زن اور اگر فتہ در دھا

اس کے بعد ایک دوسری مچھلی آپ کی سوئی اپنے منہ میں لئے ہوئے اسی وقت۔

اوبدو کر دہ بگفتش اے امیر ☆ملک دل بہ با چناں ملك حقیر

آپ نے اس وزیر سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے وزیر دلوں پر حکومت بہتر ہے جس کا میں بادشاہ ہوں یا ایسے ملکِ حقیر کی جس کے تم مالک ہو۔اس واقعہ کو دیکھ کر آپ کے پاس آنے والے حیران رہ گئے اور اس گدڑی پوش فقیر کے قدموں پر جھک کر ہر ایک نے عرض کیا۔کہ سرکار ہم غلاموں کو بھی اپنے دامن سے وابستہ کر لیجئے۔اب آپ کی موجودہ حکومت کو دیکھ کر اس حکومت کی طرف جانے کو دل نہیں چاہتا۔

فائدہ: جانوروں کا اولیاء کرام کی نیازمندی میں یہ حال ہے کہ انکے راستہ اور گذرگاہ کا بھی خیال رکھتے ہیں تا کہ ولی اللہ کی بے ادبی نہ ہو جائے۔لیکن ہمارے دور کے موحدوں کا یہ حال ہے کہ عمداً نام لے لے کر اولیاء کرام کی گستاخیاں کرتے ہیں پھر ہم کیوں نہ کہیں کہ ان بدبختوں سے وہی جانور بھلے جو اولیاء کے نیازمند ہیں۔

گدھے کا ادب

جس گدھے مبارک پر رسول اللہ ﷺ سوار ہوتے تھے اسکی عادت تھی کہ جب تک نبی پاک ﷺ سوار رہتے وہ گدھا پیشاب اور لید نہیں کرتا تھا۔تا کہ کہیں نبی کریم ﷺ کی بے ادبی اور گستاخی نہ ہو جائے۔

اونٹ کا ادب

اونٹ پیشاب پیچھے کی طرف سے ہٹاتا ہے اپنے مالک کے ادب سے کہ وہ اس کے آگے ہے کہ کہیں اس پر پیشاب کا چھینٹا نہ پڑے۔ (روح البیان،ص۴۱۶ ج۱۰)

شیر کا ادب

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ روم کے علاقے میں لشکر سے بچھڑ گئے،دشمن نے انہیں قیدی بنالیا، کسی طرح قید سے نکل بھاگے،راستے میں ایک شیر مل گیا،آپ نے فرمایا :

اے ابوالحارث!(شیر کی کنیت)میں رسول اللہ ﷺ کا مولیٰ (غلام) ہوں۔شیر دم ہلانے لگا اور لشکر تک پہنچا کر واپس چلا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ ہجوم دیکھا، وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ راستے میں ایک شیر بیٹھا ہوا ہے اس لئے آمد و رفت منقطع ہے۔ آپ نے اس کے قریب جا کر ڈانٹ پلائی تو وہ دم دبا کر بھاگ گیا۔

ہرن کی فریاد

ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ صحرا میں گشت فرما رہے تھے کہ اچانک تین مرتبہ ''یارسول اللہ'' کی آواز سماعت فرمائی۔ آس پاس طرف متوجہ ہوئے۔ دیکھا، ہرنی بندھی ہوئی ہے اور ایک بدوی چادر لے کر سو رہا ہے۔ آپ نے ہرنی سے دریافت کیا، کیا حاجت ہے؟۔ ہرنی نے کہا، مجھے اس بدوی نے شکار کیا ہے۔ میرے دو بچے اس پہاڑ کی کھوہ میں ہیں۔ اگر آپ مجھے آزاد کر دیں تو میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جاؤنگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا
واقعی تو ایسا کریگی۔ عرض کی اگر ایسا نہ کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے قیامت میں ان لوگوں کے ساتھ اٹھائے جو آپ کا نام سن کر درود شریف نہیں پڑھتے۔ آپ نے ہرنی کو رہا کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہرنی لوٹ آئی۔ حضور ﷺ نے اسے باندھ دیا۔ جب بدوی بیدار ہوا تو کہا آپ کا کوئی حکم۔ آپ نے فرمایا میرا ارادہ ہے کہ تو اس ہرنی کو چھوڑ دے۔ بدوی نے اسے چھوڑ دیا وہ خوش ہو کر جنگل میں دوڑتی چوکڑیاں بھرتی چلی گئی اور کہتی تھی **اشھد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔**

(شفاالقلوب ص ۲۸۷)

موذیوں کے ادب کی یادگار

حضور سرور عالم ﷺ کی غلامی نے گدا کو شہنشاہ اور نہ صرف دنیوی شاہی بلکہ کونین کی سلطنت عطا فرما دی۔ اس کی زندہ مثال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات ہیں کہ غلامی رسول اللہ ﷺ سے قبل کیا تھے اور غلامی کے بعد کیا سے کیا ہو گئے ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

قیروان: مغربی ممالک میں قیروان ان مشہور و معروف شہروں میں تھا جو زمانہ دراز تک افریقہ کا دارالسلطنت اور گورنر کی قیام گاہ ہونے کی وجہ سے اسلامی عظمت و اقتدار کی زندہ جاوید یادگار تھا۔ اس شہر کی بنیاد ۵۰ھ ہجری میں صحابہ کرام نے رکھی تھی۔ اس لئے یہ شہر مذہبی حیثیت سے بھی مقدس سمجھا جاتا تھا۔

پھر جس طرح یہ شہر اپنے مقدس بانیوں اور اسلام کی شوکت و عظمت اور نائبین سلطنت کیقیامگاہ ہونے کی وجہ سے ایک ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ اسی طرح اس کی آبادی اور بنیاد کا واقعہ بھی صفحاتِ عالم پر یادگار رہنے والا ہے۔

واقعہ کا پس منظر : سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔آپ نے حضرت عقبہ بن نافع فہری کو افریقہ کا گورنر مقرر فرمایا۔جب حضرت عقبہ افریقہ پہنچے تو آپ نے محسوس کیا کہ افریقہ میں مسلمان فوجیوں کے قیام کے لئے کوئی مستقل چھاؤنی نہ ہونے کی وجہ سے افریقہ کے مسلمانوں کے جان و مال غیر محفوظ ہیں۔کیونکہ جب افریقہ کا حاکم وہاں کے دورے سے فارغ ہو کر مصر آجاتا تھا تو کافر مسلمانوں پر چڑھائی کر دیتے تھے۔حتیٰ کہ افریقہ کے اصلی باشندے قوم بربر جن میں سے اکثر مسلمان بھی ہو گئے تھے وہ بھی مسلمان قوم کی عدم موجودگی میں عہد و پیمان توڑ دیتے تھے اور کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے میں کسر نہ اٹھا رکھتے تھے۔اس لئے حضرت عقبہ نے یہ ارادہ فرمایا کہ افریقہ کے کسی مناسب مقام پر ایک اسلامی چھاؤنی بنائی جائے جہاں مسلمان فوجیں ہر وقت مقیم رہیں اور اس طرح مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت تامہ کے ساتھ ساتھ مغربی افریقہ اسلامی حکومت کا ایک مستقل صوبہ بن جائے۔

چھاؤنی کی تعمیر کا ارادہ تو کر لیا گیا مگر جس مقام کو چھاؤنی کے لئے منتخب کیا گیا تھا وہ ایک پر ہیبت گنجان جنگل تھا جہاں اس قدر گھنے درخت اور دلدل تھی کہ آدمی تو درکنار سانپوں کو بھی ان درختوں سے گزرنا محال تھا۔پھر یہ جنگل ہر قسم کے موذی اور زہریلے جانوروں کا مسکن تھا اور ایک ایسی جگہ تھی جو انسان کی بود و باش کے لئے نہایت خطرناک تھی۔پھر اس پر طرہ یہ تھا کہ اس جنگل کو درندوں اور وحشی جانوروں سے خالی کرنا طاقت انسانی سے باہر تھا۔

مقام کی اس خطرناک حالت کو دیکھ کر بعض فوجیوں نے حضرت عقبہ سے کہا یہ مقام چھاؤنی کے لئے کسی طرح مناسب نہیں ہے لیکن حضرت عقبہ نے تمام فوجیوں کو مطمئن کر دیا اور اس جگہ کی تعین میں جو حکمتیں تھیں وہ بھی ظاہر کر دیں اور آخر سب کا اسی پر اتفاق ہو گیا کہ چھاؤنی یہیں بنی چاہیے۔مسلمانوں کا یہ لشکر جو اس موقع پر افریقہ میں موجود تھا ان میں اٹھارہ صحابی بھی تھے۔حضرت عقبہ امیر لشکر تمام فوجیوں کو جمع کر کے اس مقام پر لے گئے جہاں چھاؤنی بنانے کا ارادہ تھا اور جنگل کے قریب پہنچ کر با آوازِ بلند یہ کلمات کہے۔

ایتھا الحشرات والسباع نحن اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

فارحلوا فانا نازلون بھا فمن وجدنا بعد قتلناہ۔ (تاریخ کامل)

اے جنگل کے موذی جانوروں۔ہم اصحابِ رسول اللہ ہیں۔یہاں آباد ہونا چاہتے ہیں تم یہاں سے چلے جاؤ ہماری اس اطلاع کے بعد بھی جو جانور باقی رہ گیا تو ہم اس کو قتل کر دیں گے۔

خدا جانے اس آواز میں کیا تاثیر تھی یا کیا جادو تھا کہ سب حشرات الارض اور وحشی درندوں میں ہل چل پڑ گئی اور تمام جانور اسی وقت جلا وطن ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔تمام کی جماعتیں کی جماعتیں نکلنی شروع ہو گئیں ۔شیر، چیتے ، بگھیرے، سانپ اژدھے غرضیکہ تمام موذی جانور وہاں سے بھاگنے لگے حتی کہ ذرا سی دیر میں جنگل وحشی جانوروں سے خالی ہو گیا۔یہ ایک عجیب ہیبت ناک اور تعجب خیر منظر تھا جو نہ اس سے قبل کسی نے دیکھا اور نہ کسی کے وہم وگمان میں آیا۔

حضرت عقبہ کی آواز میں کیا تاثیر اور کیسی طاقت تھی کہ تمام جانور جانے کے لئے تیار ہو گئے اور پھر لطف کی بات یہ تھی کہ درندوں کے لشکروں کے کوچ کا منظر ہزاروں تماشائی دیکھ رہے تھے حالانکہ ایسی حالت میں جبکہ شیر اور سانپ اژدھے بکثرت پھیلے ہوئے ہوں کوئی شخص قریب بھی کھڑا نہیں ہوسکتا۔

جب یہ جنگل تمام وحشی درندوں سے خالی ہو گیا تو مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر ایک بہت بڑی شاندار چھاؤنی تعمیر کی اور ایک شہر آباد کیا جس کا نام قیروان رکھا گیا۔قوم بربر جو اس ملک کے اصلی باشندے تھے اور جو اس جنگل کی حالت اور اس کے خطرات سے بخوبی واقف تھے جب انہوں نے اپنی آنکھوں سے حقانیتِ اسلام کی روشن دلیل کو دیکھا تو اسی وقت ہزار ہا کی تعداد میں مسلمان ہو گئے۔

انتباہ: دنیا بھر کے فلاسفر علم طبعیات اور طبقات الارض کے ماہر اسباب ومسببات کے تعلقات پر بحث کرنے والے اگر تمام ذہنی ودماغی قوتیں صرف کر ڈالیں تو وہ یہ ہرگز نہیں بتا سکتے کہ مسلمان جرنیل حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز میں کیا تاثیر تھی اور کیا سبب تھا کہ ان کی آواز سنتے ہی غیر ذوی العقول وحشی درندے ان کی اطاعت کے لئے تیار ہو گئے ۔اس کا سبب اگر بتا سکتا ہے تو وہی شخص جو خالق ومخلوق کے رابطہ وتعلق اور اس کی حقیقت سے واقف ہو اور یہ جانتا ہو کہ جو خدا کا ہو جاتا ہے ساری کائنات اس کی ہو جاتی ہے۔

الفاظ کی تاثیر: فلاسفہ ہوں یا سائنس دان عقلی گھوڑے دوڑاتے ہیں لیکن اللہ والے انہیں بھی حکمتِ عملی سے سمجھا دیتے تھے۔

ایک ولی اللہ کسی بیمار پر کچھ پڑھ پڑھ کر دم کر رہے تھے۔بوعلی سینا(بہت بڑا فلسفی اور طب حکمت کا نام لیکن روحانیت کا منکر) نے کہا کیا کہہ رہے ہو یہ بے فائدہ کام ہے۔ولی اللہ نے اسے گالی دی تو وہ سیخ پا ہو گیا۔ولی اللہ نے کہا ناراض کیوں ہوئے،بوعلی سینا نے کہا آپ کی گالی سے۔

ولی اللہ نے فرمایا گالی کے الفاظ میں تاثیر ہے تو کلام الٰہی میں بطریق اولیٰ تاثیر ہے۔

با ادب درندے

عارف ابن عباد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ درندے بھی درود پڑھنے والے کا احترام کرتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ میں سفر میں تھا ایک رات ایسی جگہ قیام ہوا جہاں درندے بکثرت تھے۔ میں ایک اونچے ٹیلے پر بیٹھ گیا اور درود پڑھتا رہا چونکہ کوئی شخص درود پڑھے تو اللہ اس پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اس دوران میں بندہ اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے۔ درندے کی کیا مجال ہے کہ وہ قریب آئے چنانچہ وہ رات بھر کسی چیز سے نہیں ڈرے۔ (فضائل درود)

فائدہ : (۱) درود شریف کے فضائل کسی سے مخفی نہیں اس کا ایک یہ ہے کہ درود پڑھنے والے کا درندے بھی احترام کرتے ہیں لیکن بے حیاء انسان خود درود والے نبی پاک ﷺ کا ادب واحترام نہیں کرتا۔ (۲) یہ تو دنیوی فائدہ ہوا آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ اور رسول اکرم ﷺ کا قرب نصیب ہوگا۔

شیر کا حیاء

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا۔ **اتدرون ما یقول الا سد فی زئرہ،** کیا تمہیں معلوم ہے کہ شیر جب گرجتا ہے تو کیا کہتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حسب عادت کہا، اللہ ورسولہ اعلم، اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کہتا ہے **اللھم لا تسلطنی علےٰ احد من اھل المعروف** "(حیوۃ الحیوان ص ۵ ج ۱)

اے اللہ مجھے نیک لوگوں (اولیاء) پر مسلط نہ کرنا۔

با ادب درندے

حضور سرور عالم ﷺ کی خدمت میں ایک اعرابی آیا اور اس نے نہایت خوشی سے رقص کیا اسکے بعد رونے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے خوشی کا اور رونے کا سبب پوچھا۔ اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ میں ایک چرورہا ہوں۔ ایک روز میں نے ایک شیر سوار سے آپ کا نام مبارک سنا تو مسلمان ہوگیا اور اس سے آپ کے متعلق پوچھا اس نے اپنے ہاتھ سے اسطرف اشارہ کیا اور چلا گیا۔ میں نے اسی وقت اپنے مال واسباب وہیں چھوڑا اور آپ کی طرف روانہ ہوگیا۔ ہر منزل ہر صبح وشام اللہ تعالیٰ مجھے غیب سے روٹی پانی دیتا ہے جو درندہ میرے سامنے آتا مجھے سجدہ کرکے چلا جاتا۔ اب آپکی زیارت سے مشرف ہوا ہوں حالانکہ آپ نے میری طرف کوئی قاصد نہیں بھیجا اسی سبب

سے میں نے رقص کیا اور رویا اس لئے کہ قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہیں آپ کی عداوت سے دوزخ میں جائیں گے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی لاپرواہی سے ڈرتا اور روتا ہوں۔ (ملفوظات شاہ سلیمان تونسوی قدس سرہ ص ۲۸۰)

چاہ کنعان کے موذی

کنعان سے نو میل دور کنواں سام بن نوح علیہ السلام کے زمانہ سے ویران پڑا تھا۔ چار سو گز گہرا اور اسکا پانی جسے دیکھتے ہی گھبراہٹ چھا جاتی۔ جب یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالنے لگے آپ نے ان سے بہت التجاء وزاری کی انہوں نے ایک نہ سنی۔ پیراہن جسم سے اتارا اور انکے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسی کنوئیں میں، یہیں لٹکا دیا۔ جب آدھے کنوئیں تک پہونچے تو رسی کاٹ دی۔ یوسف علیہ السلام کنوئیں کی تہ تک نہ پہونچے تھے کہ جبریل علیہ السلام سدرہ سے آئے اور ایک سیکنڈ میں یوسف علیہ السلام کو ہاتھوں میں لیکر ایک سفید پتھر پر بٹھا دیا جو اس کنوئیں کے اوپر تھا۔

کنوئیں کے موذیوں نے ایک دوسرے کو پکار کر کہا کہ اپنی بلوں میں پڑے رہو ایک محبوب خدا ہمارے ہاں تشریف لایا ہے۔ جب تک یوسف علیہ السلام کنوئیں میں رہے ایک موذی بھی اپنی بل سے باہر نہ نکلا تاکہ یوسف علیہ السلام کو گھبراہٹ نہ ہو۔ (روح البیان)

درندے مہمان

سیدنا سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ تستر (شہر) میں آپکے گھر کو لوگ بیت السباع (درندوں کا گھر) کہتے۔ بلکہ تمام اہلِ تستر متفق ہیں کہ بہت سے درندے اور شیر آپکی خدمت میں آتے اور آپ انہیں کھانا کھلاتے اور انکا خیال رکھتے حالانکہ تستر کی آبادی بہت بڑی تھی۔ (کشف المحجوب)

فائدہ: اس طرح کے بیشمار واقعات اولیاء کرام کے مشہور ہیں۔

نمرود کا لنگڑا مچھر

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کو فرمایا کہ اب بدکاریوں سے توبہ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تہہ دل سے توبہ کر کے عجز وانکساری کر۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے چار سو سال بادشاہی بخشی۔ اور معجزات دکھائے اسکے باوجود تو خدائی دعویٰ کئے جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لشکر بیشمار ہے تجھے برباد کرنے کے لئے ایک معمولی لشکر کافی ہے۔ نمرود نے کہا یہ نہیں ہوسکتا کہ میرے مقابلہ میں کوئی اور بادشاہ ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ کی فوج ہے تو مقابلہ کر کے دکھائے جبریل علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کی خد

مت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ نمرود سے فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ کی فوج آتی ہے مقابلہ کے لئے تیار ہو جا۔ نمرود نے تین دن کی مہلت مانگی۔ تیسرے دن کہا کہاں ہے خدائی فوج۔ اچانک مچھروں کا غول نمودار ہوا اور آتے ہی ایسے چھا گئے کہ سورج کی روشنی بھی نظر نہ آتی تھی۔ نمرود کے چھکے چھوٹ گئے۔ پھر ایک بادل آیا اس سے نمرود کی فوج کے ہوش اڑ گئے۔ نمرود نے کہا نقارہ بجاؤ ادھر مچھروں نے شور مچایا تو نمرود فوج سمیت مبہوت ہوگیا۔ پھر آناً فاناً مچھر سب کو لپٹ گئے۔ اور سب کو کھانا شروع کر دیا سب کی گوشت بوٹی نوچ لی۔ فوج سواریوں سمیت مچھروں کی زد میں تھے۔ نمرود چھپ کر محل میں گھس گیا اسی دوران ایک لنگڑا مچھر آتے ہی نمرود کے دماغ میں داخل ہو کر پنجے جما کر اسکے دماغ پر بیٹھ گیا۔ اس سے نمرود کا چین وقرار ختم ہوگیا۔ نہ نیند نہ آرام جب تک اس کے سر پر جوتے نہ پڑتے اسے آرام نہ آتا درد اسے کھائے جا رہا تھا اس درد اور سخت مصیبت میں چالیس دن مبتلا ہو کر مر گیا۔ (قصص الانبیاء)

خاتمہ

یہ حال تو ہے ان کا جو لاشعور اور نہایت ہی زبوں حال مخلوق ہے اور حضرت انسان جسے اشرف المخلوق کا لقب نصیب ہے اگر وہ بے ادب اور گستاخ ہو تو تعجب ہے۔ فقیر ذیل میں ان حضرات کے ادب کا حال عرض کرتا ہے جو اشرف المخلوق سے بھی اشرف ہیں یعنی صحابہ کرام اور اولیاء عظام۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

(۱) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

آپ کو سیف اللہ کا اعزاز نصیب ہوا۔ ان کی ٹوپی میں رحمتِ کائنات سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک سلے ہو ئے

تھے۔ جنگ کے دوران جب کہ آپ سپہ سالار تھے گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی اسی دوران آپ کی وہ ٹوپی گر گئی۔ آپ نے سخت کوشش کی اور ٹوپی تلاش کر کے اس کو اٹھایا اتنے میں کافی جاں نثاران شہید ہوگئے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد بعض حضرات نے آپ سے سوال کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا آپ کے ایسا کرنے سے کتنے شہید ہوگئے ہیں۔ یہ سن کر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے صرف ٹوپی کی خاطر ایسا نہیں کیا بلکہ ان موئے مبارک کی خاطر کیا ہے جو اس ٹو پی میں سلے ہوئے تھے۔ (شفا شریف، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری۔ نسیم الریاض)

فائدہ: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمیں یہ سبق دے گئے ہیں کہ ادب کے راستے میں نہ باپ کی پرواہ کی جاتی ہے نہ جان کی پرواہ کی جاتی ہے نہ عزت وآبرو کی۔

(۲) ابو محذورہ (موذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابومحذورہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے اگلے حصے میں بالوں کا ایک جوڑا تھا۔
بیٹھے ہوئے اگران کو کھولتے تو وہ زمین تک پہنچ جاتے۔ کسی نے آپ سے کہا کہ آپ ان بالوں کو منڈا کیوں نہیں دیتے۔
یہ سن کر فرمایا یہ وہ بال ہیں جن کو رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک لگا ہوا ہے اس لیے میں ان کو منڈانا گوارہ نہیں کرتا۔
(شفا شریف)

(۳) حضرت خداش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن رسول اکرم شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک پیالہ میں کھانا کھاتے دیکھا تو انہوں نے وہ پیالہ بطور تبرک لے لیا اور جب امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خداش کے گھر تشریف لے جاتے تو ان سے وہی پیالہ طلب فرماتے اور اس میں آبِ زمزم ڈال کر پیتے اور اپنے چہرے پر چھڑک لیتے۔
(اصابہ سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم)

(۴) سیدنا انس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا جس میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا پانی پیا تھا وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد بطور وراثت کسی کو ملا۔ پھر کسی محبت والے نے وہ پیالہ آٹھ لاکھ درہم دے کر خرید لیا۔ کیونکہ اس پیالہ کو حبیب خدا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ مبارک لگے ہوئے ہیں۔ (شرح شمائل)

(۵) جب حضرت کعب بن زہیر ایمان لائے اور قصیدہ بانت سعاد سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پڑھا اور جب حضرت کعب نے یہ شعر پڑھا۔

ان الرسول لنور یستفاد
مهند س من سیوف اللہ مسلول

تو والی امت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک حضرت کعب کو عطا فرمائی۔ بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس ہزار درہم دے کر وہ چادر مبارک خریدنا چاہی تو حضرت کعب نے فرمایا میں یہ چادر مبارک کسی کو نہ دونگا۔ پھر حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے وارثوں سے بیس ہزار درہم دے کر خرید لی۔ (شرح قصیدہ بحوالہ سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم)

(۶) جنگ احد میں حضرت عبداللہ بن جحش صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو جانِ جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھجور کی ایک ٹہنی پکڑائی اور وہ تلوار بن گئی۔ وہ تلوار حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان میں رہی اور ان کے وا

رثوں سے بعاتر کی نے دوسو دینار دے کر خرید لی۔ (زرقانی شرح مواہب لدنیہ)

(۷) حضرت اسد بن زرارہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رحمۃ اللعالمین ﷺ کی خدمت میں ایک چار پائی بطور ہدیہ پیش کی جس پر نبی اکرم ﷺ آرام فرمایا کرتے تھے وہ چار پائی تبرکاً منتقل ہوتی آئی پھر وہ چار پائی عبداللہ بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے چار ہزار درہم دے کر خرید لی۔ (زرقانی)

(۸) غازی احمد بن فضلویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب یہ سنا کہ رحمت دو عالم والی اُمت ﷺ نے کمان ہاتھ میں لی تھی تو اس دن سے غازی احمد بن فضلویہ رحمۃ اللہ علیہ نے ادب کی وجہ سے کبھی کمان کو بے وضو ہاتھ نہیں لگایا۔ اس جیسے واقعاتِ صحابہ و تابعین فقیر کی تصنیف ''باادب بانصیب'' میں پڑھیے۔

ادب پر انعامِ خداوندی

انبیاؑ و اولیاء و صلحاء و علماء کے ادب سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسا نصیب ہوتا ہے جس سے دنیا رشک کناں ہوتی ہے نہ صرف وقتی طور بلکہ پشتوں تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے یوں ہی بے ادبی و گستاخی کا حال ہے، فقیر نے ان دونوں کو دو کتابوں میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ''باادب بانصیب'' اور ''بے ادب بے نصیب'' یہاں بطور نمونہ ملاحظہ ہو۔

(۱) حضرت ثابت نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نیازمندی اور ادب کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت نعمان ابو حنیفہ امام اعظم جیسا فرزند ارجمند عطا فرمایا۔

(۲) شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ کے والد علماء کرام کو حلوہ تیار کر کے کھلاتے تو اللہ تعالیٰ نے ایسا بیٹا عطا فرمایا جو ائمہ فقہ ہیں۔ اسکا لقب شمس الائمہ مشہور ہوا (رحمہم اللہ)

(۳) رونق المجالس میں ہے کہ بلخ شہر میں ایک تاجر تھا جو کہ صاحبِ ثروت مالدار تھا اس کے دو بیٹے تھے اور اس کی خوش نصیبی کہ اس تاجر کے پاس رحمتِ کائنات سید دو عالم ﷺ کے تین بال مبارک تھے۔ جب وہ تاجر فوت ہوا تو اس کے دونوں بیٹوں نے باپ کی جائیداد آدھی آدھی لے لی اور جب موئے مبارک کی تقسیم کی باری آئی تو ایک بال مبارک بڑے بھائی نے لے لیا ایک چھوٹے بھائی کو دیدیا۔ تیسرے بال مبارک کے متعلق بڑے بھائی نے کہا کہ ہم آدھا آدھا کر کے لیتے ہیں۔

یہ سن کر چھوٹے بھائی نے جو کہ بڑا ہی خوش عقیدہ خوش نصیب اور ادب میں رنگا ہوا تھا اس نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم میں ہرگز اس بال مبارک کو توڑنے نہیں دوں گا کیونکہ حبیب خدا سید انبیا ﷺ کی شانِ عظیم اس سے بالاتر ہے کہ آپ کے بال مبا

رک کوتوڑا جائے اور جب بڑے بھائی نے چھوٹے کی عقیدت دیکھی تو اس نے کہا یوں کریں کہ تینوں بال مبارک تو لے لے اور باپ کی باقی ساری جائیداد مجھے دیدے۔ یہ سن کر چھوٹا بھائی جو کہ خوش بخت اور خوش نصیب تھا۔ اس نے کہا مجھے اور کیا چاہیے اور اس نے دنیائے فانی کی ساری دولت (جائیداد) بڑے بھائی کو دیدی اور ابدی دولت یعنی بال مبارک خود لے لئے۔ پھر ان موئے مبارکہ کو ایک محفوظ جگہ پر ادب کے ساتھ رکھ دیا اور جب بھی شوق آتا موئے مبارکہ کی زیارت کرتا اور سامنے کھڑا ہو کر درود پاک پڑھتا۔ پھر اللہ تعالیٰ بے نیاز کے دربار میں ایسی غیرت آئی کہ بڑے بھائی کا سارا مال ساری دولت چند دنوں میں ختم ہوگئی اور وہ کنگال ہوگیا اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اس چھوٹے بھائی کو موئے مبارک کی برکت سے دنیا کا مال بھی کثرت سے دیا اور جب وہ چھوٹا بھائی فوت ہوا تو کسی نے اس کو خواب میں دیکھا کہ شاہ کونین رحمت کائنات ﷺ تشریف فرما ہیں اور اس خواب دیکھنے والے کو فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کردے کہ جس کسی کو کوئی حاجت درپیش ہو تو اس (چھوٹے بھائی) کی قبر پر آئے اور یہاں آکر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے۔ چنانچہ اس اعلان کے بعد لوگ قصد کر کے اس کی قبر پر آتے اور پھر معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ جو کوئی اس قبر کے علاقہ میں آتا سواری سے اتر کر پیدل چلتا۔ (رونق المجالس، القول البدیع، سعادۃ الدارین)

فائدہ: یہ سارے انعامات موئے مبارک کا ادب کرنے کی وجہ سے عطا ہوئے۔

(۴) امام الاولیاء علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ نے کشف المحجوب میں تحریر فرمایا کہ حضرت خواجہ مہدی سیاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شہر مرو کے کھاتے پیتے اور خوشحال گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ باپ کے فوت ہونے پر آپ کو وراثت میں بہت زیادہ دولت ملی۔ پھر آپ کو پتہ چلا کہ فلاں شخص کے پاس رحمتِ دوعالم حبیبِ اکرم ﷺ کے دو بال مبارک ہیں۔

آپ نے وہ دونوں بال مبارک دنیا کی دولت دے کر خرید لئے تو اللہ تعالیٰ نے ان موئے مبارکہ کی برکت سے مہدی سیاری کو توبہ کی توفیق عطا کی اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ولی بنالیا پھر آپ نے حضرت خواجہ ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کرلی اور ان کی خدمت میں رہ کر وہ مقام پایا کہ اولیاء کرام کے ایک گروہ کے امام بن گئے۔ پھر جب ان کا (خواجہ مہدی سیاری رحمۃ اللہ علیہ کا) وصال کا وقت آیا تو آپ نے وصیت کی کہ یہ دونوں بال مبارک میرے منہ میں رکھ دیئے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا وہ دونوں بال مبارک ان کے منہ میں رکھ دیئے گئے۔ اب ان کا مزار مرو میں مشہور ہے۔

وامروز گو داو بمرو ظاهر است مرد ماد بحا جت خو استن آنجا دو ندو مهمات از آنجا

طلبند ومجرب است (کشف المحجوب) یعنی حضرت خواجہ مہدی سیاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک مرو میں مشہور ہے اور لوگ اپنی حاجتیں لے کر ان کے مزار پر جاتے ہیں اور وہاں سے اپنی حاجتیں پاتے ہیں یہ مجرب ہے۔

فائدہ : یہ ساری بہاریں ادب کی ہیں کہ آج انکے مزارات مرجع خلائق ہیں۔ سچ ہے۔

اگر کھیتی سراسر باد گیرد

چراغ مقبلان ہر گز نمیرد

(۵) ابوعبداللہ نے بیان کیا ہے کہ ہم بغداد کے دینی مدرسہ نظامیہ میں علم دین پڑھتے تھے ان ایام میں ایک غوث بغداد شریف میں وارد ہوئے۔ (سید یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ) وہ جب چاہتے ظاہر ہو جاتے اور جب چاہتے غائب ہو جا ئے۔ ہم تینوں اس غوث کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں ابن سقا نے کہا میں تو اس غرض سے غوث کے پاس جا رہا ہوں تا کہ اس سے ایسا سوال کروں جس کا وہ جواب نہ دے سکے۔ اس کے بعد بولا میں نے کہا میں بھی ایک سوال کر وں گا اور دیکھوں گا کیا جواب دیتے ہیں۔ پھر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ بولے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ میں غو ث سے کوئی سوال کروں۔ (ہرگز سوال نہیں کروں گا) میں تو ان کی خدمت میں زیارت کے لئے جا رہا ہوں۔ الغرض ہم تینوں وہاں پہنچے تو ایک گھڑی کے بعد ہمیں اس غوث کی زیارت نصیب ہوئی وقت کے غوث نے ابن سقا کی طرف جلال کی نظر سے دیکھا اور فرمایا۔ اے ابن سقا تجھ پر افسوس ہے کہ تو مجھ سے سوال کرنے آیا کہ میں اس کا جواب نہ دے سکوں گا ۔اے ابن سقا تیرا سوال یہ ہے کہ اور اس کا جواب یہ ہے۔ اے ابن سقا سن لے میں دیکھ رہا ہوں کہ کفر کی آگ تجھ پر بھڑ ک رہی ہے۔ اس کے بعد وقت کے غوث نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے عبداللہ تو بھی مجھ سے سوال کرنے آیا ہے تا کہ تو دیکھے کہ کیا جواب دیتا ہوں۔ لے یہ تیرا سوال ہے اور یہ اس کا جواب ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا تیرے کانوں تک چڑھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد اس غوث زمان نے شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی طرف نظر کی اور ان کو اپنے قریب کر لیا پھر عزت افزائی کرتے ہوئے فرمایا اے صاحبزادے اے عبدالقادر تو نے حسن ادب سے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کو راضی کر لیا ہے۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بغداد میں منبر پر چڑھ کر بھرپور مجمع میں وعظ کریں گے۔ اور یوں فرمائیں گے میرا یہ قدم جملہ اولیاء کی گردنوں پر ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے زمانے میں تمام اولیاء کرام نے تیرے جلال کی وجہ سے اپنی گردنوں کو جھکا لیا ہے۔ اسکے بعد وہ غوث غائب ہو گئے۔ پھر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ پر اس غوث کے کہنے کے موافق آثار قرب خداوندی ظاہر ہوئے اور ہر خاص وعام نے آپ کی ولایت پر

اتفاق کیا اور آپ نے حسب ارشاد فرمایا! میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اور اولیاء کرام نے آپ کے لئے اس کا اعتراف (اقرار) کیا۔ اور ابن سقا کا قصہ یہ ہوا کہ وہ علوم شرعیہ (دینی علم حاصل کرنے میں) مشغول رہا یہاں تک کہ کمال علم حاصل کرلیا اور بہت سے اہل زمانہ پر فوقیت لے گیا۔ اور تمام علوم میں نیز فن مناظرہ میں مشہور ہو گیا۔ زبان کے اعتبار سے بڑا فصیح، شکل کے اعتبار سے بڑا حسین۔ لہٰذا بادشاہ نے اسے اپنا مقرب بنالیا اور پھر قاصد (سفیر) بنا کر شام وروم کی طرف بھیجا۔ رومی بادشاہ نے ابن سقا کو صاحب فنون اور فصیح پایا تو بہت حیران ہوا پھر عیسائی مذہب کے علماء کو ابن سقا کے ساتھ مناظرہ کے بلایا تو ابن سقا نے سب علماء کو لاجواب کر دیا اور عیسائی علماء ہار گئے۔ اس کامیابی سے شاہ روم کے نزدیک ابن سقا کی عظمت اور بڑھ گئی اور یہی کامیابی ابن سقا کے لئے فتنہ کا سبب بنی۔ ازاں بعد ایک دن ابن سقا کی رومی بادشاہ کی شہزادی پر نظر پڑ گئی اور وہ اس شہزادی پر فریفتہ ہو گیا پھر بادشاہ سے شاہزادی کے رشتہ کی درخواست کردی۔ شاہ روم نے کہا صرف ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ تو بھی عیسائی مذہب قبول کرلے۔ اس پر ابن سقا نے اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی مذہب قبول کرلیا۔ تو شاہ روم نے اپنی بیٹی کا نکاح ابن سقا سے کر دیا۔ پھر تھوڑے عرصہ میں ابن سقا بیمار ہو گیا اور ایسا بیمار ہوا کہ اسے کوئی پوچھتا نہیں تھا۔ لوگوں نے اسے ایک کونے میں ڈال دیا اور وہ گذر اوقات کے لئے دربدر کی بھیک مانگا کرتا اور اس کو کوئی منہ نہ لگاتا۔ ابن سقا کو حد درجہ پریشانی اور رُوسیاہی پیش آئی۔ ایک دن اس کے دوستوں میں سے کسی کا اس پر گزر ہوا تو اس نے ابن سقا سے پوچھا کیا حال ہے؟ یہ سن کر ابن سقا نے جواب دیا کہ ایک فتنہ ہے جو مجھ پر نازل ہوا ہے۔ اس دوست نے ابن سقا سے پوچھا تجھے قرآن پاک بھی کچھ یاد ہے یا نہیں۔ ابن سقا نے کہا ایک آیت یاد آرہی ہے اور وہ یہ ہے۔

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ (پارہ۱۴، سورۃ الحجر، ایت۲)

ترجمہ: بہت آرزوئیں کریں گے کافر کاش مسلمان ہوتے۔

اس دوست کا بیان ہے کہ پھر ایک دن میں اس کی طرف گیا اور ابن سقا کو دیکھا وہ اتنا سیاہ ہو چکا ہے کہ جیسے جلا ہوا کوئلہ ہوتا ہے اور نزع یعنی جان کنی کی حالت میں تھا میں نے اسے کی قبلہ کی طرف کروٹ بدلی وہ پھر مشرق کی طرف پھر گیا حتیٰ کہ اسی حالت میں اس کی جان نکل گئی۔ ابن سقا اس غوث کی بات یاد کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اسی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہوا ہوں۔

عبداللہ بن عصرون نے کہا میرا قصہ یوں ہوا کہ میں دینی علوم پڑھ کر فارغ ہوا اور میں دمشق چلا گیا۔ تو سلطان نور

الدین شہید نے مجھے بلا کر اوقاف کا محکمہ میرے سپرد کر دیا اور میں اوقاف کا متولی بن گیا تو مجھ پر ہر طرف سے دنیا چلی آ رہی تھی اور میں غوثِ وقت کے فرمان کو یاد کرتا تھا۔ الحاصل ہم تینوں پر غوثِ وقت کی بات پوری ثابت ہوئی۔

(انوار الحسنین ، اشرف علی تھانوی ۳۶)(فتاوی حدیثیہ)

فائدہ: اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملا کہ صرف علم پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا انسان بیشک چودہ علم پڑھ لے اگر ادب نہیں تو سب کچھ لا حاصل ہے اور اگر ادب ہے تو سب کچھ ہے۔ **الطریق کلہ ادب**۔ قابل غور بات ہے کہ ابن سقا ایک ولی ایک غوث کی شان میں معمولی سی بے ادبی کر کے ایمان ضائع کر بیٹھا تو جو شخص نبیوں کے نبی رسولوں کے امام حبیب خدا ﷺ کی شان میں بے ادبی کرے اس کا حشر کیا ہوگا۔

(۶) خواجہ خواجگان بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ نے فرمایا ایک بار ایک نوجوان جو کہ بڑا فاسق و فاجر تھا ملتان میں فوت ہوا۔ مرنے کے بعد کسی کو خواب میں ملا۔ دیکھنے والے نے پوچھا تیرے ساتھ کیا معاملہ ہوا تو اس نے جواب دیا کہ مجھے میرے رب کریم نے بخش دیا ہے۔ خواب دیکھنے والے نے پوچھا معافی کس وجہ سے ہوئی۔ تو اس نے کہا کہ ایک دن حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کہیں جا رہے تھے تو میں نے براہِ محبت آپ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی عمل کی وجہ سے مجھے بخش دیا ہے۔ (خلاصۃ العارفین) یہ ذات والا صفات کا فضل ہے جس کا قرآن میں اعلان ہے۔

لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ (پارہ ۱۷، سورۃ الانبیاء، ایت ۲۳)

ترجمہ: اس (اللہ تعالیٰ) سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے، اور ان سب سے سوال ہوگا۔

یعنی اللہ تعالیٰ جو کچھ کرے کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا کہ یہ کیوں کیا، اور حق تعالیٰ ہر کسی سے پوچھ سکتا ہے۔

(۷) سیدنا خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ کے زمانہ میں ایک شخص تھا جسے لوگ اس کی غلط روش کی بنا پر شقی (بدبخت و دوزخی) کہا کرتے تھے۔ ایک دن وہ شخص خواجہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد اٹھ کر چلا گیا۔ راستہ میں کسی نے اس کو شقی کہہ کر پکارا تو غیب سے آواز آئی اب اس کو شقی نہ کہو۔ کیونکہ یہ ہمارے ولی جنید کی خدمت میں بیٹھ چکا ہے اور جو بھی ان کی خدمت میں ایک گھڑی بیٹھ جائے وہ شقی (بدبخت بدنصیب) نہیں رہ سکتا۔

(ذکر خیر)

(۸) ایک شخص جو کہ نہایت ہی بدکردار فاسق و فاجر تھا ایک دن وہ دریائے دجلہ پر ہاتھ منہ دھونے گیا۔ تو اتفاقاً وہاں نیچے

بہاؤ کی طرف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے وضو کر رہے تھے اس کے دل میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ کا مقبول اور امامِ وقت وضو

کر رہا اور میرے جیسا نالائق انسان اوپر کی طرف بیٹھا ہاتھ منہ دھوئے یہ بڑی بے ادبی کی بات ہے۔ یہ خیال آتے ہی وہ اٹھا اور نیچے کی طرف آبیٹھا اور ہاتھ پاؤں دھو کر چلا گیا۔ جب وہ شخص فوت ہوا تو ایک بزرگ کو خواب میں ملا آپ نے پوچھا بتا تیرے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ اس نے دجلہ والا واقعہ سنایا اور کہا مجھے میرے ربِ کریم نے سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ادب کرنے کی وجہ سے بخش دیا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء۔ ذکر خیر)

(۹) مولانا حمید الدین بنگالی اپنے ملک بنگال سے باہر علم دین حاصل کرنے گئے۔ علم دین حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن آ رہے تھے جب آگرہ پہنچے تو مفتی آگرہ کے ہاں قیام کیا۔ حسنِ اتفاق سے سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ آگرہ تشریف لائے۔ مولانا حمید بنگالی چونکہ امام ربانی مجدد الف ثانی سے بداعتقاد تھے لہٰذا حضرت امام ربانی قدس سرہ کی آگرہ تشریف آوری کی خبر سن کر مولانا بنگالی نے اپنے وطن کو روانگی کا پروگرام بنایا تو مفتی آگرہ نے مولانا بنگالی سے دریافت کیا کہ آپ اتنی جلدی کیوں تیار ہو گئے۔ مولانا بنگالی نے بتایا کہ شیخ سرہندی چونکہ یہاں قریب ہی آ کر ٹھہرے ہیں اور میں ان سے ملنا نہیں چاہتا اس لئے جا رہا ہوں۔ مفتی صاحب نے استفسار کیا مولانا آپ کیوں ملنا نہیں چاہتے ہیں وہ عالم دین بھی ہیں اور بزرگ بھی ہیں۔ بنگالی صاحب نے کہا کہ میرا دل ہی نہیں چاہتا۔ آخر کار مولانا بنگالی نے اپنا سامان اٹھایا اور بنگال کی طرف روانہ ہو گئے اور تین دن کے بعد بنگالی صاحب پھر آ گئے۔ مفتی صاحب نے کہا مولانا کیا ہوا آپ واپس آ گئے مولانا بنگالی بولے میں آپ کے ہاں ایک کتاب بھول گیا وہ لینے آیا ہوں۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ تلاش کر لو۔ بنگالی صاحب اندر کتاب تلاش کر ہی رہے تھے کہ مفتی صاحب نے بتایا کہ امام ربانی دروازے پر جلوہ افروز ہیں اور اندر آنا چاہتے ہیں۔ مفتی صاحب نے فرمایا مرحبا تشریف لائیں۔ یہ سن کر مولانا بنگالی گھبرا گئے اور کہا میں کہاں جاؤں۔ مفتی صاحب نے فرمایا اس جگہ کوٹھری میں چھپ کر بیٹھے رہو۔ پھر جب سیدنا امام ربانی صاحب اندر تشریف لائے تو مفتی صاحب نے عرض کیا حضور کیسے تشریف لانا ہوا۔ فرمایا ایک مسئلہ کے متعلق تبادلہ خیال کرنا ہے۔ مفتی صاحب نے عرض کیا حضور آپ سے کونسا مسئلہ پوشیدہ ہے۔ تو فرمایا آپ اس علاقہ کے مفتی ہیں لہٰذا تبادلہ خیال کرنے میں کونسا حرج ہے۔

(فقیر کا نظریہ یہ ہے کہ یہ ایک بہانا تھا حقیقت میں وہ بحکمِ الٰہی مولانا بنگالی کو شکار کرنے آئے تھے۔)

اسی اثناء میں امام ربانی کی نظر مولانا بنگالی کی نظر سے دوچار ہوگئی پھر تھوڑی دیر کے بعد سیدنا امام ربانی قدس سرہ حجرہ سے باہر نکلے تو مفتی صاحب بھی الوداع کرنے کو نکلے تو مفتی صاحب نے دیکھا کہ مولانا حمید الدین بنگالی دست بستہ حضرت امام ربانی کے پیچھے پیچھے جارہے ہیں اور زاروقطار رورہے ہیں۔ مفتی صاحب نے تعجب کیا اور کسی کو فرمایا کہ پیچھے جاؤ دیکھو کہ بنگالی صاحب کہاں تک جاتے ہیں پھر اس نے آکر بتایا کہ حضرت امام ربانی مکان میں جلوہ گر ہوگئے ہیں اور بنگالی صاحب دروازے پر کھڑے رورہے ہیں۔ پھر حضرت صاحب نے شفقت فرمائی اور مولانا کو اندر بلالیا اور پھر سلوک مجددی طے کرانا شروع کردیا اور جب سلوک پورا ہوگیا۔ اور مولانا بنگالی کو جانے کی اجازت مل گئی تو حضرت قدس سرہ العزیز نے فرمایا لاؤ دستار تاکہ مولانا کی دستار بندی کی جائے۔ یہ سن کر مولانا بنگالی نے عرض کیا اگر تبرک عطا کرنا ہے تو اپنے استعمالی جوتے عطا کردیں۔ آپ نے سمجھایا کہ کوئی اور چیز لے لو مگر وہ بار بار یہی عرض کرتے رہے کہ جوڑا مبارک عطا ہوجائے اور جب جوڑے مبارک عطا ہوا اور مولانا بنگالی روانہ ہوئے تو اس جوتا مبارک کو دانتوں میں دبائے تین کوس پچھلے پاؤں چلتے گئے اور اپنے گھر میں ایک چبوترا بنایا اس پر وہ جوڑا بڑے ادب سے رکھ دیا اور جو کوئی بیمار یا دعا کا خواستگار آتا مولانا فرماتے پیالے میں پانی لاؤ اور آپ اس جوتا مبارک کی نوک اس پیالہ میں پھیر دیتے تو وہ مریض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تندرست ہوجاتا اور اگر کسی کی قسمت میں شفا نہ ہوتی تو وہ پیالا ٹوٹ جاتا اور زندگی بھر یہ سلسلہ جاری رہا اور پھر جب مولانا بنگالی کی وصال ہوا تو وہ پاپوش مبارک ان کی قبر میں سر کی طرف ایک خاص جگہ پر رکھ دی گئی۔ (ملفوظات خواجہ خواجگان غلام نبی للٰہی رحمۃ اللہ علیہ، ص ۳۶)

فائدہ: ایک ولی کے جوتے مبارک کا ادب کرنے سے مولانا حمید الدین بنگالی رحمۃ اللہ علیہ کا گھر باذن اللہ دار الشفا بن گیا اور جن کے وسیلہ سے ولی ولی بنتے ہیں ان کا ادب کرنے سے کیا کچھ عطا ہوگا۔ ان شاء اللہ جنت ملے گی۔

(۱۰) سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تھا ان کی قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص نہایت ہی گنہگار اور کردار کا گندہ تھا اس نے سو سال اور ایک قول کے مطابق دو سو سال نافرمانیوں میں گزار دیئے اور جب وہ مرگیا تو بنی اسرائیل نے اس کا غسل وکفن گوارا نہ کیا بلکہ اسے ٹانگ سے پکڑ کر گندگی کے ڈھیر پر پھینک آئے۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے کلیم موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ہمارا ایک دوست فوت ہوگیا ہے اور اسے لوگوں نے گندگی پر پھینک دیا ہے آپ اپنی قوم کو حکم دیں کہ اس کو اٹھائیں اور عزت واحترام کے ساتھ تجہیز وتکفین کریں اور آپ اس کا جنازہ پڑھائیں۔ یہ سن کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر وہاں پہنچے تو اسے دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ وہی پاپی ہے لیکن مامور تھے اسے اعزاز سے

اٹھا کر تجہیز وتکفین کر کے جنازہ پڑھایا اور دفن کر دیا۔ بعد میں موسیٰ علیہ السلام نے دربارِ الٰہی میں عرض کیا کہ یا اللہ! یہ شخص اتنا مجرم و گنہگار اس اعزاز کا حقدار کیسے بن گیا۔ ربِ ذوالجلال نے فرمایا اے میرے نبی تھا تو یہ بڑا گنہگار اور سخت سزا کا حقدار مگر ہوا یوں کہ ایک دن اس نے تورات کھولی اور اس میں میرے حبیب کریم ﷺ کے نام مبارک پر اس کے دل میں میرے حبیب کی محبت نے جوش مارا اس نے نامِ محمد ﷺ کو بوسہ دیا آنکھوں پر رکھ کر اس نے درود پاک پڑھا تو میں نے اس کی اس تعظیم و ادب کرنے سے اس کے گناہ معاف کر دیئے اور اس کو اپنے بندوں میں شامل کر لیا۔

(سیرت حلبیہ)

فائدہ: ثابت ہوا کہ نبی پاک ﷺ کا اسم مبارک چومنا نجات کا موجب ہے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف ''شہد سے میٹھا محمد نام''

(۱۱) سیدنا بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نشہ میں دھت کہیں جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں ایک کاغذ کے ٹکڑے پر نظر پڑی اس کو اُٹھایا تو دیکھا کہ اس پر لکھا تھا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ خواجہ بشر حافی نے اس کاغذ کو صاف کیا عطر لگایا اور اونچی جگہ پر رکھ دیا اس پر اللہ ذوالجلال کا نام پاک لکھا ہوا تھا۔ اسی رات کسی اللہ والے کو حکم ہوا کہ بشر کو خوش خبری سناؤ کہ تو نے ہمارے نام کو معطر کر کے بلند مقام پر رکھا ہے لہٰذا ہم بھی بشر کو بلند مقام عطا کریں گے۔ اس اللہ والے نے یہ سوچ کر کہ بشر تو شرابی کبابی ہے کہیں میرا یہ الہام غلط نہ ہو۔ پھر دوسری بار حکمِ الٰہی ملا پھر تیسری بار یہی فرمان ملا۔ وہ بشر کے گھر گئے تو وہاں پتہ چلا کہ بشر شراب خانے گئے ہوئے ہیں اور جب وہ اللہ والے شراب خانے گئے تو کسی نے بتایا کہ بشر تو شراب کے نشہ میں بدمست لیٹا ہوا ہے اس اللہ والے نے کہا کہ بشر کو پیغام دو کہ تیرے لئے ایک خاص پیغام لایا ہوں۔ جب بشر نے پیغام سنا تو ڈرتے ہوئے ننگے پاؤں دوڑے اور پیغامِ الٰہی سن کر ہمیشہ کے لئے تائب ہو گئے۔ اس کے بعد خواجہ بشر حافی نے کبھی جوتا نہیں پہنا اسی لئے آپ کا لقب حافی ہوا اور حافی کا معنی ہے پابرہنہ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بشر کو جو شرابیوں کا سردار تھا اللہ تعالیٰ کے نام پاک کا ادب کرنے کی وجہ سے ولیوں کا سردار بنا دیا۔

(۱۲) ہارون رشید کی ملکہ زبیدہ اپنی سہیلیوں میں بیٹھی تھی کہ اذان شروع ہو گئی۔ ان خواتین میں سے کسی عورت نے اذان کے دوران کوئی بات کرنا چاہی تو ملکہ زبیدہ نے اشارے سے منع کر دیا پھر جب ملکہ زبیدہ فوت ہو گئی تو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کس سبب سے بخشش ہوئی۔ تو بتایا کہ اذان کا ادب کرنے کی وجہ سے بخشش ہو گئی (تعطیر الانام روح البیان) تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ ''رحمت حق بہانہ می جوید''۔

(۱۳) سلطنتِ عثمانیہ کا مورثِ اعلیٰ عثمان غازی ایک دن کہیں جا رہا تھا۔ رات ایک جگہ قیام کیا تو دیکھا کہ قرآن مجید رکھا ہوا ہے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ قرآن پاک ہے۔ عثمان غازی نے کہا قرآن پاک کے سامنے بیٹھ جانا خلافِ ادب ہے اور وہ ہاتھ باندھے صبح تک کھڑا رہا۔ صبح جب وہ نکلا تو اسے ایک شخص ملا اور کہا کہ آپ کہاں تھے میں تو آپ کو تلاش کر رہا ہوں۔ پھر اس شخص نے کہا کہ آپ نے چونکہ قرآن مجید کا ادب کیا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور آپ کی اولاد کیلئے سلطنت لکھ دی ہے۔ (تفسیر روح البیان سورۃ انبیاء)

و صلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ الکریم وعلٰی آلہ وا صحا بہ اجمیعن

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح **محمد فیض احمد اویسی رضوی** غفرلہٗ

بہاول پور۔ پاکستان
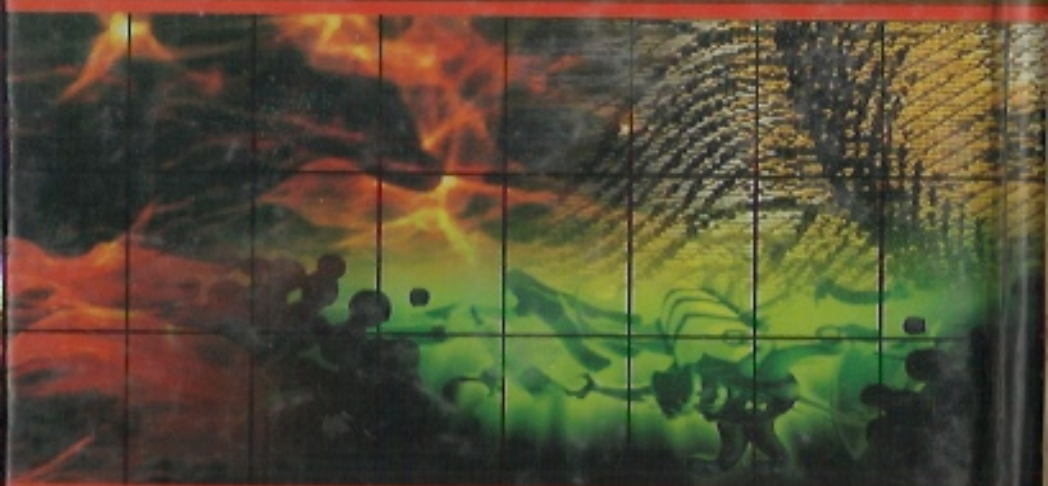
مصنف

محقق دوراں حضرت علامہ ابو ابراہیم حافظ محمد نصر اللہ مدنی

فاضل مدینہ یونیورسٹی

ناشر: ابو سلطان الحافظ القاری خواجہ محمد سلیمان چشتی

0344-6307830

مصنف

محقق دوراں حضرت علامہ ابو ابراہیم حافظ محمد نصر اللہ مدنی

فاضل مدینہ یونیورسٹی

تقریظ

ترجمان اہلسنت

ابو الحقائق علامہ مولانا غلام مرتضیٰ ساقی مجددی زید مجدہ

ناشر: ابو سلطان الحافظ القاری خواجہ محمد سلیمان عثمانی

فکر رومی ریسرچ اینڈ ویلفیئر فاؤنڈیشن سیالکوٹ پاکستان 0344-6307830

نام کتاب: بے ادبوں کی پہچان

مصنف: ابوابراہیم حافظ محمد نصراللہ مدنی 0332-8028182

تصحیح: غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

کمپوزنگ: ریاست علی مجددی

تعداد: 1100

صفحات: 160

ہدیہ: 110 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور / جمالِ کرم لاہور
کرمانوالہ بک شاپ لاہور / مکتبہ نبویہ لاہور
نوری بک ڈپو لاہور / عطار اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ
حافظ بک ایجنسی سیالکوٹ / اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ
رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ / مکتبہ قادریہ گوجرانوالہ
مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں / مکتبہ اسلامیہ رام تلائی سیالکوٹ
مکتبہ نعمانیہ شہاب پورہ روڈ سیالکوٹ / لاثانی بکس ریلوے روڈ
شکر گڑھ / نقشِ لاثانی پبلک سکول عقب جناح اسٹیڈیم
سیالکوٹ / محمد عمران بیگ مغلپورہ تلواڑہ سیالکوٹ
صراط مستقیم پبلی کیشنز ، دربار مارکیٹ لاہور

حُسنِ ترتیب

تقریظ

از

ترجمانِ اہلِ سنت، مناظرِ اسلام، جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول

حضرت علامہ مولانا ابوالحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی زید مجدہٗ

مہتمم دارالعلوم نقشبندیہ غوثیہ قلعہ دیدار مصطفیٰ ﷺ ضلع گوجرانوالہ

پیشِ نظر کتاب ''بے ادبوں کی پہچان'' فاضلِ نوجوان، عالمِ باعمل حضرت علامہ مولانا حافظ محمد نصر اللہ مدنی صاحب کی ایک علمی، تحقیقی اور فکری کاوش ہے، جس میں اُنہوں نے بے اَدب، گستاخ اور بدعقیدہ فرقوں مثلاً روافض و خوارج، دیوبندی اور غیر مقلد وھابی وغیرہ کی علامات اور عقائد کو بیان فرمایا ہے تاکہ سادہ لوح عوام ان لوگوں کے دامِ تزویر سے محفوظ رہیں۔ اس سلسلہ میں قرآن و حدیث اور مخالفین کی معتبر کتب کو بنیاد بنایا ہے۔ روافض و خوارج یہ دونوں فرقے توہین و تنقیص اور تحریف و تخریب کی پیداوار ہیں۔ تاریخِ اسلام گواہ ہے کہ مسلمانوں کو جتنا نقصان ان فرقوں سے پہنچا ہے شاید ہی کسی اور سے پہنچا ہو۔ محبتِ اہلِ بیت کا نام لے کر رافضیوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف جو اُودھم مچایا ہے ''الامان والحفیظ''۔ حالانکہ یہ لوگ اہلِ بیت کے خود بہت بڑے گستاخ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو کافر قرار دیا ہے ملاحظہ ہو ''جلاءُ العیون'' وغیرہ، لیکن محبتِ اہلِ بیت کا جھوٹا ڈھنڈورا پیٹ کر عوام الناس کو اپنی جانب مائل کرنا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے جب مسلمان ان کے مکروہ دھندوں اور ناپاک عزائم سے آگاہ نہیں ہوں گے تو بے خبری

میں اپنا ایمان لٹا بیٹھیں گے۔

ایسے ہی خارجی فرقہ قرآن وحدیث اور اکابرینِ اُمت کا نام لے کر خود کو ہر دلعزیز بنانے کے چکروں میں ہے۔ لیکن اِس قدر مکار ہے کہ قرآن وحدیث میں معنوی تحریف کر کے اپنے گھناؤنے کردار کو چھپانا چاہتا ہے۔ توہین ذاتِ باری تعالیٰ، تنقیصِ رسالت اور انتشار، افتراق اِن لوگوں کا روزمرّہ کا وطیرہ ہے، انہیں فرقہ واریت کی گھٹی دی گئی ہے۔ ان کی شاطرانہ چالیں اشتباہ پذیر ہیں، لیکن اِس قدر بھولے بنتے ہیں کہ شاید ان سے بڑا خیر خواہ ہی کوئی نہ ہو۔ اِسی فرقے نے ہر دور میں مختلف روپے اختیار کیے، فروعی امور میں معمولی اختلاف کے باوجود مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کمال ہے۔ آئے روز ان کے نت نئے فرقے جنم لے رہے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کو ہی لے لیں، دیوبندی، غیر مقلد وھابی، خاکساری، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، مماتی، جماعۃ المسلمین وغیرہ سب کا مخرج ہی خارجی فرقہ ہے اور اِن سب کی ماں اِسماعیل دہلوی ہے، جسنے ہندوستان میں ان کو جنم دیا۔ ہم نے تفصیل کے ساتھ یہ حقیقت اپنی کتاب ''خارجیت کے مختلف روپ'' میں زیب قرطاس کر دی ہے، شائقین تفصیل کے لئے اُسے ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت مدنی صاحب نے بڑے اختصار کے ساتھ ان گمراہ فرقوں کا تعاف اپنی اس کتاب میں کرا دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ دُشمن جب خیر خواہ کے روپ میں آئے تو زیادہ نقصان دیتا ہے، ایسے ہی لاعلمی میں مسلمان اگر ان لوگوں کو خیر خواہ سمجھ لیں تو پھر ان کے ایمان، عقیدت اور نیاز مندی کا اللہ ہی حافظ ہے۔ یہ فرقے دونوں ہاتھوں سے اِن کی متاعِ ایمان کو لوٹ لیں گے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہمارے لوگ ان بھیڑنما بھیڑیوں سے آگاہ ہوں...... کیونکہ

لباسِ خضر میں یہاں ہزاروں رہزن پھرتے ہیں
منزل پہ پہنچنا ہے تو کوئی پہچان پیدا کر

قرآن وحدیث اور ہمارے اکابرین کی بھی یہی تعلیمات ہیں کہ اَدب والوں سے

تعلق قائم کرو اور بے اَدب اور بدمذہبوں سے کنارہ کشی اختیار کرو۔ ہر نمازی کو عین حالت نماز میں جو دُعا تلقین کی گئی ہے اُس میں دو ٹوک اِس بات کا ذکر ہے کہ

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

﴿الفاتحہ:۵تا۷﴾

اے اللہ! ہمیں سیدھی راہ پر چلا، جو تیرے اُن بندوں کا راستہ ہے جن پر تیرا انعام ہوا، اور ہمیں اُن لوگوں کے راستے پر نہ چلا جن پر غضب نازل ہوا، اور نہ ہی گمراہ لوگوں کا راستہ دکھا۔

اس کتاب کا بنیادی مقصد ہی یہی ہے کہ اللہ کے نیک اور مقرب بندوں کے طریقہ کو اپنانا چاہیے، اور جن گمراہ فرقوں کے ایسے گندے عقیدے ہوں اُن کے عقیدہ و مسلک سے خود کو بھی اور اوروں کو بھی بچانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو اِس عملِ خیر پر اجرِ کثیر عطا فرمائے...... آمین۔

دعا گو

ابو الحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

02-06-2010

تقریظ

از

حضرت علامہ مولانا محمد نعیم اللہ خاں قادری

(بی ایس سی...بی ایڈ...ایم اے...اُردو...پنجابی...تاریخ" آف کاموکی")

محترم ومکرم! فاضلِ جلیل، محققِ دوراں، حضرت علامہ ابوابراہیم محمد نصر اللہ مدنی مدّ ظلہٗ العالی اہل سنت و جماعت کے ممتاز اہلِ قلم ہیں۔ آپ نے بڑی مفید اور قابلِ قدر تصنیفات سے اہل سنت کے لٹریچر میں اضافہ کیا ہے۔ آپ کی نئی تصنیف "بے ادبوں کی پہچان" ہے۔

"بے ادب" کا لفظی استعمال ہی اس کی پوری حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔ علماء کرام تو مختصر لفظوں میں بیان کیا کرتے ہیں کہ

ماں باپ کا بے ادب:- اس دنیا میں اُس کا خاتمہ برا ہے تو آخرت میں بھی اُس کا اَنجام بد ہے۔

اُستاذ کا بے ادب:- اِس دُنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوتا ہے اور اُس دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوگا۔

بڑے بوڑھوں کا بے ادب:- وہ اُمتِ محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء میں شمار ہونے سے ہی محروم رہ جائے گا۔

اولیاء کرام کا بے ادب:- اللہ عزوجل نے اُس کے خلاف اعلانِ جنگ فرمایا ہے۔ اُس کے بُرے خاتمہ میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

صحابہ کرام کا بے ادب:- اللہ عزوجل اور اس کے حبیب مکرم کی بارگاہ سے راندھا جائے گا۔ دُنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوگا، اُس سے ہر کسی کا تعلق توڑ لیا جائے گا۔ حاکمِ وقت اُس کو شرعی سزا دے، اُس کو دُرّوں سے پیٹا جائے۔ جن سے اللہ اور اُس کا رسول راضی ہو، انہیں ناراض کر کے کون راضی رہ سکتا ہے۔

اہل بیتِ عظام کا بے ادب:- اہل بیت کی محبت ایمان کا جزو ہے۔ جس کے دل میں اہل بیت کی محبت نہیں اُس کا دل ایمان سے خالی ہے۔

اُمّہات المومنین کا بے ادب:- نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات سے محبت وعقیدت دنیوی اور اُخروی نجات کا ذریعہ ہے اُن پر لعن طعن کرنے والا ذلیل، کمینہ،...... حتی کہ دائرہ اسلام سے ہی خارج ہے۔ جو کتا آپ کی ازواج مطہرات پر بھونکے اُسے صفحہ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا جائے۔ اللہ عزوجل تو اُنہیں مومنین کی مائیں فرمائے اور اُن پر طعن کرنے والا اُن پر اپنی غلیظ زبان کھولے۔

سید عالم سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا بے ادب:- کافر...... جہنم کا کتا...... حرامی...... واجب القتل، اُس میں تقریباً وہ تمام نقائص پائے جائیں گے جو اللہ عزوجل نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کے گستاخ کے بتائے ہیں۔

المختصر اللہ عزوجل نے جس جس کو مقام و مرتبہ، عظمت و شان، قدر و منزلت عطا فرمائی ہے، اُن تمام کا گستاخ اس دُنیا میں ذلیل و خوار اور رُسوا ہے اور آخرت میں اُس کا انجام ناقابل بیان ہے۔ اَبدی رُسوائیاں اُس کا مقدر بن جاتی ہیں۔ یا اللہ عزوجل! ہمیں تمام قسم کی بے ادبیوں اور گستاخیوں سے بچا۔ مخالفین اہل سنت و جماعت میں یہ بے ادبی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اُن کا ماں باپ کے ساتھ ''حُسن سلوک'' دیکھیں، اُن کا ماں باپ اور اَساتذہ کے ساتھ ملنے کا انداز دیکھیں، وہ والدین جن سے اللہ عزوجل نے انتہائی شفقت و مہربانی سے سلوک کرنے کا حکم فرمایا ہے، اُن کے ساتھ اِن کا رویہ اور سلوک دیکھیں، جہاں یہ اللہ عزوجل اور اُس کے حبیب مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ گستاخ، منہ پھٹ اور دیدہ دلیر ہیں، وہاں اِنہیں اَولیاء اللہ سے اِنتہائی عداوت ہے۔ حالانکہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی زبانِ اقدس سے فرمایا ہے کہ

''مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ''

﴿بخاری کتاب الرقاق باب التواضع، مشکوٰۃ کتاب الدعوت﴾

جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے، میں اُس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔

لہٰذا ولی اللہ کا گستاخ، بے ادب نہ صرف اللہ عزوجل بلکہ اُس کے حبیب مکرم ﷺ کی بارگاہ سے بھی راندہ جاتا ہے۔

جب اللہ عزوجل ولی کو محبوب بنالیتا ہے تو زمین و آسمان میں اُس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے پھر ولی اللہ کی مخالفت کرنے والا کس طرح اُنہیں رسوا کرسکتا ہے، وہ تو خود رسوائیوں کو اپنا مقدر ٹھہرالیتا ہے۔ اللہ عزوجل تو اُن کی دُعا کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے

اور یہ بد باطن اُس کے خلاف زبان طعن دراز کر کے اپنی دُنیا و آخرت بگاڑتا ہے جہاں اللہ عزوجل نے قرآن مجید فرقان حمید میں سود خور کے خلاف اعلانِ جنگ فرمایا ہے وہاں اس حدیثِ قدسی میں اپنے ولی کے مخالف کے لئے بھی اعلان جنگ فرمایا ہے۔

جب ولی اللہ کا مخالف مبغوض بارگاہِ الٰہی ہے تو اُس کی دُنیا اور آخرت کیسے سنور سکتی ہے۔ آپ یہ سوچتے ہوں گے کہ بہت سے بے ادب اور گستاخ تو بڑی خوشحال زندگی گزار رہے ہیں، اللہ عزوجل نے ان کو مال و دولت اور اولاد ذرینہ کی کثرت سے نوازا ہوا ہے۔

لیکن قرآن مجید میں اللہ عزوجل کے کلام عبرت نشان کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مال و دولت ہر ایک کے لئے نعمت نہیں، اولاد ذرینہ کی کثرت ہر ایک کے لئے نعمت نہیں، یہ مال و دولت اور اولاد ذرینہ ہی بے ادبوں کے لیے مبغوض بارگاہِ الٰہی ہونے کا سبب بن سکتی ہے۔ جہاں نیک اولاد صدقہ جاریہ ہے وہاں گستاخ و بے ادب کی یہ اولاد ذرینہ اُس کے لئے جہنم میں جانے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ بے ادبوں کی نشانیاں قرآن و حدیث میں کثرت سے بیان ہوئی ہیں۔

شیطان سب سے بڑا اور پہلا بے اَدب ہے، اُس کے متعلق غور فرمائیں تو واضح ہو گا کہ وہ خود کو اللہ کے برگزیدہ بندے سے افضل قرار دیتا ہے، احکامِ الٰہی ماننے سے انکاری ہوتا ہے، جو اللہ عزوجل نے اپنے مقبول و محبوب بندوں کو عظمت و شان اور قدر و منزلت عطا فرمائی ہوتی ہے وہ اس کا انکاری ہوتا ہے، تکبر و غرور اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے، وہ اہل ایمان کے خلاف ہر وقت سرگرم عمل رہتا ہے، وہ اہل ایمان کو راہِ راست سے ہٹانے کے لئے ہر طرح کے دھوکہ فریب اور مکاری و عیاری کو استعمال میں لاتا ہے۔

جہاں یہ نشانیاں گستاخ اوّل سے ظاہر و باہر ہیں وہیں یہ نشانیاں دوسرے بے ادبوں اور گستاخوں میں روزِ روشن کی طرح واضح ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے دَور میں ابولہب، ابولہب کی بیوی، ابوجہل اور دوسرے گستاخوں سے بھی ان نشانیوں کو واضح طور

پر دیکھا جا سکتا ہے۔

حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ فیض احمد اویسی مدظلہ العالی نے اس موضوع پر باقاعدہ تحقیقی کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ علامہ فیض احمد اویسی صاحب کی کتابیں ''علامات وہابیہ فی احادیث نبویہ'' مسمّٰی ہے ''نشانی'' اور اس طرح ''گستاخوں کا برا انجام'' اور ''باادب بانصیب''، ''بے ادب بے نصیب'' کا مطالعہ فرمائیں۔

اولیاء کرام کے متعلق احادیث میں بھی اُن کے گستاخوں کی واضح نشانیاں بیان ہوئی ہیں۔

جہاں اولیاء اللہ فرائض کے علاوہ نوافل کثرت سے ادا کرتے ہیں، وہاں اُن کے گستاخ نوافل سے دور بھاگتے ہیں۔

جہاں اولیاء اللہ کے فضائل وکمالات اللہ عزوجل بیان کرتا ہے وہاں اُن کے گستاخ ان کے فضائل وکمالات کی شدید مخالفت کرتے ہیں۔

جہاں اللہ عزوجل کے ہاں انکی مقبولیت اہل ایمان پر روشن اور واضح ہے وہاں اُن گستاخوں کا بغض اور اُن کے مقام ومرتبہ سے دشمنی روز روشن کی طرح واضح ہے۔

اگر تمام احادیث کو سامنے رکھ کر تمام گستاخوں کی علامات اور نشانیاں بیان کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے گی لیکن اہل فہم وفراست کے لئے چند اشارے ہی کافی ہیں۔

آخر میں مَیں علامہ محمد نصر اللہ آسوتی صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ آپ نے اس موضوع پر ایک خوبصورت اور حوالہ جات سے مزین کتاب لکھ کر بے ادبوں اور گستاخوں کو آئینہ دکھایا ہے کہ وہ بھی راہ راست پر آجائیں۔

تمام گستاخوں، بے ادبوں سے بیزار
محمد نعیم اللہ خان قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم
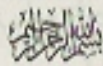
بے ادبوں کی پہچان

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب سکھایا ہے کہ اپنی آواز اُن کی آواز سے بلند نہ کرنا ورنہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

آیت نمبر1

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی سے اعمال ضبط ہو جاتے ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

(سورہ حجرات آیت ۲)

ترجمہ:- اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ادنیٰ بے ادبی بھی کفر ہے کیونکہ کفر ہی سے نیکیاں برباد ہوتی ہیں۔ جب ان کی بارگاہ میں اونچی آواز سے بولنے پر نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں تو دوسری بے ادبی کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ (تفسیر نور العرفان)

محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہونے کے لئے جہاں الفاظ کی نوک پلک اور تعبیر کی نزاکتوں پر نگاہ رکھنا ضروری ہے وہاں آواز کا لب ولہجہ بھی آزاد نہیں ہے۔ پھر

آیتِ بالا میں اندازِ بیاں کا وہ تیور جس کی دہشت سے خون سوکھ جاتا ہے۔ یہ ہے کہ انسان اپنی سرشت کے لحاظ سے بے عیب و بے خطا نہیں ہے۔ طرح طرح کے معاصی کا وہ بار بار ارتکاب کرتا ہے لیکن رحمتِ یزدانی کا یہ احسانِ عام ہے کہ کسی بھی نئے گناہ کے ارتکاب سے وہ نیکیوں کے پچھلے ذخیرے کو برباد نہیں کرتا۔ کفر و شرک کے علاوہ بڑے سے بڑے جرم کے لئے یہی قانون ہے کہ مجرم نے کسی جرم کا ارتکاب کیا۔ نامہ اعمال میں ایک فردِ گناہ کا اضافہ ہوگیا۔ پچھلی نیکیاں اپنی جگہ پر برقرار رہیں لیکن محبوب کی شان میں گستاخی اتنا بڑا جرم ہے کہ پچھلی نیکیوں کا ذخیرہ بھی ختم کردیا جاتا ہے۔

یہ سوچ کر کلیجہ کانپ جاتا ہے کہ محبوبِ باری کی جناب میں ذرا سی آواز اونچی ہوگئی تو اس کی سزا صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ نامہ اعمال میں ایک گناہ کا اندراج کرلیا جائے گا بلکہ قرآن کہتا ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ پچھلی نیکیاں بھی مسخ کردی جائیں گی اور سب سے بڑا غضب یہ کہ لٹ جانے والے کو اس کی خبر بھی نہیں ہوسکے گی کہ عمر بھر کی نیکیوں کا خرمن کب لٹا اور کیسے لٹا۔ قیامت کے دن جلی ہوئی خاکستر جب سامنے آئے گی تب اچانک محسوس ہوگا کہ ہائے ہم لٹے گئے۔

ذرا نخوتِ علم و ادب کی تاریکی سے باہر نکل کر سوچئے! جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور ذرا سی اونچی آواز کرنے سے یہ سزا ملتی ہے تو جن لوگوں نے ان کی تنقیصِ شان کو ہی اپنا شعار بنالیا ہے ان کی بربادیوں کا تصور کون کرسکتا ہے؟

(محمد رسول اللہ ﷺ قرآن میں راز علامہ ارشد القادری)

آیت نمبر۲

ادب والوں کے لئے بخشش اور اجرِ عظیم ہے

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ۔ ﴿سورہ حجرات آیت ۳﴾

ترجمہ: بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے۔ ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

آیت نمبر۳

یارسول اللہ نظرِ کرم فرماؤ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ ﴿سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۰۴﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! میرے پیغمبر سے راعنا نہ کہا کرو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

شانِ نزول

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کو کچھ تعلیم دیتے تو وہ کبھی کبھی درمیان میں عرض کیا کرتے راعنا یارسول اللہ کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے حال کی رعایت فرمایئے، یہ کلام واضح فرمادیں۔ یہود کی زبان میں یہ لفظ گالی تھی، انہوں نے بُری نیت سے کہنا شروع کردیا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ یہود کی اصطلاح سے واقف تھے۔ آپ نے ایک روز یہ کلمہ ان کی زبان سے سن کر فرمایا: اے دشمنانِ خدا! تم پر اللہ کی لعنت۔ اگر اب میں نے کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو اُس کی گردن ماردوں گا۔ یہود بولے، مسلمان بھی تو یہ لفظ بولتے ہیں۔ اس پر آپ رنجیدہ ہوکر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، تب یہ آیت نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کو بھی اس لفظ کے استعمال سے روک دیا گیا۔

اس سے پتہ چلا کہ جو کوئی توہین کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں ایسا لفظ بولے جس میں گستاخی کا شائبہ بھی نکلتا ہو وہ ایمان سے خارج ہوجاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں ہلکا لفظ بولنا حرام ہے اگرچہ توہین

کی نیت نہ بھی ہو اور توہین کی نیت سے بولنا کفر ہے نیز جس لفظ کے دو معنی ہوں، اچھے
اور بُرے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے استعمال نہ کیے جائیں
تا کہ دوسروں کو بدگوئی کا موقع نہ ملے اللہ کو میاں نہ کہو کیونکہ میاں کے معنی مالک کے ہیں
اور خاوند بھی۔ لہٰذا اب اللہ کو مالک کے معنی میں بھی میاں نہ کہو۔ تفسیر خزائن العرفان ونور
العرفان

اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوا کہ گستاخانِ رسول کو دندان شکن، بہادری اور سختی کے
ساتھ فوراً جواب دینا سنت صحابہ ہے جیسا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہود سے یہ کلمہ
سن کر فرمایا: اے دشمنانِ خدا اتم پر اللہ کی لعنت، اگر اب میں نے کسی کی زبان سے یہ کلمہ
سنا تو اس کی گردن ماردونگا۔

دشمنِ احمد پہ شدت کیجئے ...... ☆ ...... ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

اس قرآنی اصول اور عمل صحابہ کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن پر ایمان اور نبی صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کا تقاضا ہے کہ ہر وہ کتاب یا کیسٹ جس میں
نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیاروں کی توہین یا توہین
کا شائبہ بھی ہو۔ ان کتابوں اور کیسٹوں کو جلادیا جائے یا دریا بُرد کر دیا جائے یا کم از کم اُن
عبارات کو کتابوں سے خارج کر دیا جائے تا کہ اتحاد و اتفاق کی فضا قائم ہو کیونکہ یہی
کفریہ عبارتیں مسلمانوں کے درمیان اختلاف، خانہ جنگی، فتنہ اور انتشار کا باعث ہیں۔

آیت نمبر ۲

گستاخ رسول کی فوری گرفت کرنا سنتِ الٰہیہ ہے

ایک دن رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کوہ صفا کی چوٹی پر چڑھ گئے اور اہلِ مکہ کو
آواز دی۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر میں تم
سے کہوں کہ اس پہاڑ کی گھاٹی میں دشمن کا لشکر چھپا ہوا ہے اور تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو

کیا تم میری اس خبر کا یقین کرلو گے؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا کیوں نہیں۔ اس زبان
پر ہم کیوں اعتماد نہ کریں جو کبھی جھوٹ سے آلودہ نہیں ہوئی، جس کی طہارت پر یقین
کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان ہے۔ اس پر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں اس سے بھی سنگین اور تباہ کن عذاب
کی خبر دیتا ہوں جو تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے اگر تم سلامتی چاہتے ہو تو کفر و شرک کی
زندگی سے تائب ہو کر پرچم اسلام کے دارالامان میں آجاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تقریر سن کر ابولہب کے تن بدن میں آگ لگ گئی،
آنکھوں سے چنگاری اُڑنے لگی، غصے سے چہرہ تمتما اُٹھا، فرط غیظ میں جلتے ہوئے کہا: ''تو
ہلاک ہو جائے کیا تو نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا؟'' ابولہب کی بات ختم بھی نہ ہوئی تھی
کہ قہر الٰہی کی ایک بجلی چمکی، قہر خداوندی کی دھمک سے پہاڑ کا کلیجہ دہل گیا، فرط ہیبت
سے حرم کی سرزمین کانپ اٹھی، اتنے میں روح الامین کے پروں کی آواز کان میں
آئی۔ سرکار نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ پرسیئے قہر وجلال میں ڈوبی ہوئی یہ آیتیں حضور صلی
اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سنا رہے تھے۔

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝
سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ
مِّنْ مَّسَدٍ۔ ﴿پارہ ۳۰ سورہ اللہب﴾

ترجمہ: تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔ اسے کچھ کام نہ
آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا۔ اب دھنستا ہے، لپٹ مارتی آگ میں وہ۔ اور اس کی بیوی
لکڑیوں کا گٹھا سر پر اُٹھاتی اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اذیت پہنچانے والے ایک فقرہ پر ذرا قہر الٰہی کے
چڑھتے ہوئے دریا کا تلاطم تو دیکھئے ایک لمحہ میں ابولہب کی دنیا اور آخرت کا فیصلہ سنا دیا
گیا۔ ابولہب اپنے وقت کا نیا مجرم نہیں ہے۔ غضب ناک تیور میں ڈوبی ہوئی آیات کل

تک کیوں نہیں اُتاری گئی تھیں۔کل بھی تو غیرتِ الٰہی کو حرکت میں لانے والے اسباب اس سے صادر ہوئے تھے۔خدائے واحد کی پوجا سے بغاوت کر کے بتوں کی عبادت کرنا کیا یہ کم درجے کا جرم تھا۔لیکن قربان جائیے! اس ادائے محبت پر کہ اپنے مجرم کا سوال آیا تو مہلت دے دی لیکن محبوب کے مجرم کی تعزیر کے لئے ایک لمحے کا انتظار بھی روا نہیں رکھا گیا۔"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن میں از علامہ ارشد القادری"۔معلوم ہوا کہ گستاخ رسول کو سخت اور فوراً جواب دینا سنتِ الٰہیہ ہے۔

آیت نمبر۵

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا گستاخ ولد الحرام ہے

دنیائے کفر کے مشہور گستاخ ولید بن مغیرہ نے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا"اے وہ شخص جس پر قرآن اترا ہے تم تو مجنون ہو"بس اتنا کہنا تھا کہ قہرِ الٰہی کا بادل کڑکا، بجلی چمکی اور غیظ وجلال میں ڈوبی ہوئی یہ آیتیں ولید بن مغیرہ کی مذمت میں نازل ہوئیں۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ○ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ○ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ○ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ○ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ۔

ترجمہ:۔قلم اور ان کے لکھے کی قسم۔تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔اور ضرور تمہارے لئے بے انتہا ثواب ہے۔بیشک تمہاری خو(اخلاق) بڑی شان کی ہے۔تو اب کوئی دم جاتا ہے کہ تم بھی دیکھ لوگے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کون مجنون تھا۔

اب گستاخ کی مذمت میں ذرا قرآن کے الفاظ کا شمار کیجئے اور اندازہ لگائیے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کے ساتھ قرآن کی گفتار کا تیور کتنا غضب ناک ہو گیا ہے۔وہ آیتیں یہ ہیں۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ○ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ○ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ○ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ○ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ○ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ○ ﴿سورۃ القلم آیات نمبر۸ تا ۱۳﴾

ترجمہ:۔تو جھٹلانے والوں کی بات نہ سننا۔وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل۔بہت طعنے دینے والا بہت اِدھر کی اُدھر لگاتا پھرنے والا۔بھلائی سے بڑا روکنے والا گنہگار حد سے تجاوز کرنے والا۔درشت خو، اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ کے دس عیب قرآنِ پاک میں اس طرح بیان کئے گئے ہیں

(۱)......﴿اَلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ جھٹلانے والا

(۲)......﴿حَلَّافٍ﴾ بڑی قسمیں کھانے والا

(۳)......﴿مَّهِيْنٍ﴾ ذلیل

(۴)......﴿هَمَّازٍ﴾ بہت طعنے دینے والا

(۵)......﴿مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ﴾ چغل خور

(۶)......﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ﴾ بھلائی سے بہت روکنے والا

(۷)......﴿مُعْتَدٍ﴾ حد سے تجاوز کرنے والا

(۸)......﴿اَثِيْمٍ﴾ گنہگار

(۹)......﴿عُتُلٍّ﴾ درشت خو(اکھڑ مزاج)

(۱۰)......﴿زَنِيْمٍ﴾ ولد الحرام (حرام زادہ)

اس سے ہمیں معلوم ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی وہی کرسکتا ہے جو بے نسب ہو، حسب ونسب والا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باادب غلام ہوگا۔اب جو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی اور بے ادبی کرے یا کتابوں میں لکھے۔ سمجھ لو یہ وہی ہے جس کا ذکر قرآن کی ان آیات میں کیا گیا ہے۔

منقول ہے کہ جب ولید بن مغیرہ کی مذمت میں یہ آیات نازل ہوئیں تو عالم غیظ میں وہ تلملا اُٹھا اور اپنی ماں سے جا کر دریافت کیا کہ ابھی ابھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے متعلق دس باتیں بیان فرمائی ہیں۔ اپنی نو برائیوں کے متعلق تو میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرے اندر موجود ہیں لیکن دسویں بات کہ میری اصل میں خطا ہے۔ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ ویسے ہزار دشمنی کے باوجود مجھے اس بات کا یقین واعتراف ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات غلط نہیں ہوسکتی۔ اس لئے سچ سچ بتادے کہ حقیقت کیا ہے ورنہ میں تیرا سر قلم کردونگا۔

تیور دیکھ کر اس کی ماں نے صاف صاف بتادیا کہ تیرا باپ نامرد تھا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ مرجائے گا اور اس کا مال غیر لے جائیں گے۔ اس لئے ایک چرواہے کے ساتھ میرا ناجائز تعلق ہوگیا اور اس کے نتیجے میں تیری پیدائش عمل میں آئی۔

﴿تفسیر خزائن العرفان﴾

حالت غیظ میں جب انسان اپنے کسی دشمن کا پردہ چاک کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ نفسانی ہیجان کا ردِ عمل ہے لیکن یہاں کیا کہئے گا؟ کہ یہ کلام تو اس پاک ومقدس خداوند کا ہے جس کی ذات شوائب نفسانی سے بالکل پاک ومنزہ ہے۔ اس لئے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ وہ ستار العیوب جو اپنے بڑے سے بڑے سیاہ کار بندے کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک گستاخ کو سارے جہاں میں رسوا کرکے یہ ظاہر فرمادیا ہے کہ جس معصوم اور محترم نبی کے گستاخ کے لئے اس کے یہاں کسی عفو ودرگزر کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کی حیثیت ''نامہ بر'' کی نہیں ہے بلکہ محبوب ذی

وقار کی ہے۔ یہاں بھی وہی ادائے رحمت جلوہ گر ہے کہ گستاخ نے نشانہ بنایا ہے ذات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔ جواب دے رہا ہے ان کا رب کریم۔ محبوب خاموش ہے ۔قرآن اس کی وکالت کررہا ہے۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی بدنصیب کہہ سکتا ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت ایک خبررساں کی ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ تو ایک ایسے محبوب کی ہے جو خدا کی محبت کے گہوارے میں پلا۔ اسی کی رحمتوں نے اسے ساری کائنات کی افسری بخشی اور اسے خالق ومخلوق اور عابد ومعبود کے درمیان رابطہ کا ایک ذریعہ بنایا۔ اس لئے اس کی حیثیت ایک نامہ بر کی نہیں بلکہ نامہ کے اسرار ورموز سے باخبر کرنے والے کی ہے۔

﴿محمد رسول اللہ ﷺ قرآن میں، از علامہ ارشد القادری﴾

حق پر کون؟

مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں میں سے حق پر صرف مسلمان ہیں۔ اس لئے کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منکر اور بے ادب ہیں اور عیسائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے منکر اور بے ادب ہیں۔ ویسے بھی یہ لوگ انبیاء سابقین کا نام لینے کے باوجود اسلام اور بانی اسلام کے متعلق دی گئی بشارتوں کو تسلیم نہیں کرتے لیکن مسلمان تمام سچے نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے صرف اہل سنت حق پر ہیں۔ اس لئے کہ بعض لوگ اہل بیت اور اولیاء کرام کے گستاخ اور بے ادب ہیں اور بعض لوگ صحابہ کے گستاخ اور بے ادب ہیں۔ لیکن صرف اہل سنت وجماعت وہ مسلک ہے جو کسی کا گستاخ اور بے ادب نہیں، یہ تمام نبیوں اور ولیوں کو مانتا ہے، یہ صحابہ کا بھی باادب غلام ہے اور اہل بیت کا بھی ادنیٰ خادم ہے۔ اگر شیعہ صحابہ کی گستاخی کریں تو کافر ہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ صحابہ افضل ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ صحابہ کرام کا گستاخ اگر کافر ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ اور بے ادب کافر کیوں

نہیں ہے؟

باقی جتنے بھی فرقے ہیں معتوب ہیں ☆ حکم سے رب اکبر کے مغضوب ہیں
ادب کی اے خضر جس کو دولت ملی ☆ مسلکِ حق اہل سنت کی کیا بات ہے

حدیث نمبرا

کفر کی اصل مدینہ سے مشرق کی طرف ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآلہٖ وسلم مِنْ بَیْتِ عَائِشَةَ فَقَالَ: رَأْسُ الْكُفْرِ مِنْ هَا هُنَا مِنْ حَیْثُ یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ یَعْنِي الْمَشْرِقَ

ترجمہ:۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر آ کر کہا: کفر کی چوٹی ادھر سے نکلے گی جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے یعنی مشرق سے۔

﴿مسلم حدیث نمبر ۲۹۰۵ کتاب الفتن﴾

حدیث نمبر۲

بے ادبوں کی جائے پیدائش

عن ابی مسعودٍ رضی الله عنه قال: أَشَارَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وآلہٖ وسلم بِیَدِهٖ نَحْوَ الْیَمَنِ فَقَالَ: أَلَا إِنَّ الْإِیْمَانَ هٰهُنَا وَإِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوْبِ فِی الْفَدَّادِیْنَ عِنْدَ أُصُوْلِ أَذْنَابِ الْإِبِلِ حَیْثُ یَطْلُعُ قَرْنَا الشَّیْطَانِ فِی رَبِیْعَةَ وَمُضَرَ

ترجمہ:۔حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: سنو! ایمان اس طرف ہے اور شقاوت اور سنگدلی (

مدینہ کی شرقی جانب) ربیعہ اور مضر میں ہے جو بکثرت اونٹ پالتے ہیں اور اونٹوں کی دموں کے پیچھے ہانکتے ہوئے جاتے ہیں۔اس جگہ سے شیطان کے دو سینگ نکلیں گے۔

﴿مسلم حدیث نمبر ۵۱ کتاب الایمان، بخاری حدیث نمبر ۳۳۰۲ کتاب بدء الخلق﴾

اس حدیث میں ہے کہ (مدینہ کے) مشرق سے شیطان کے دو سینگ نکلیں گے۔

علامہ مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

مشرق سے مراد مدینہ کا مشرق ہے اور وہ نجد ہے،اسی طرح تبوک کے مشرق میں بھی نجد ہی ہے نیز اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔جس میں فرمایا گیا کہ وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا سینگ وہاں سے نکلے گا۔ایک اور حدیث میں ہے کہ اے اللہ! مضر کو سختی سے کچل دے،اور مضر بھی نجد میں ہے۔

﴿اکمال اکمال المعلم جلد ۱ ص ۱۵۹﴾

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں: صوبہ نجد میں ایک مقام ہے "عینیہ" اسی جگہ مسیلمہ کذاب پیدا ہوا اور اسی جگہ محمد بن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا اور ان کی وجہ سے لوگوں کے عقائد متزلزل ہوئے اور بہت فتنے ظاہر ہوئے۔ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں شیطان کے جو دو سینگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔اس سے مراد یہی دو شخص ہوں.

﴿شرح مسلم سعیدی جلد ۱ ص ۴۷۰﴾

حدیث نمبر۳

شیطان کا سینگ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ: ذَكَرَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وآلہٖ وسلم: (اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِی شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِی یَمَنِنَا) قالوا: یارَسُوْلَ اللهِ وَفِی نَجْدِنَا؟ قَالَ: (اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِی شَامِنَا، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِی یَمَنِنَا) قالوا: یارَسُوْلَ اللهِ وَفِی نَجْدِنَا؟ فَأَظُنُّهُ قَالَ فِی الثَّالِثَةِ:(

هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ، وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ! ہمارے شام میں برکت دے! اے اللہ! ہمارے یمن میں برکت دے! لوگ عرض گذار ہوئے، ہمارے نجد میں بھی۔ آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت دے! اے اللہ! ہمارے یمن میں برکت دے! لوگ عرض گذار ہوئے ہمارے نجد میں بھی۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہونگے اور شیطان کا سینگ وہاں سے نکلے گا۔

﴿بخاری حدیث نمبر ۷۰۹۴ کتاب الفتن باب الفتنة من قبل المشرق﴾

﴿مشکوٰۃ ۶۲۷۱ کتاب المناقب باب ذکر الیمن والشام﴾

شیخ القرآن والحدیث مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

اس حدیث میں زلزلوں سے مراد ظاہر زلزلے بھی ہیں اور دلوں کے زلزلے انقلابات بھی۔ اس گروہ کو شیطان کا سینگ فرمانے کی تین وجہیں ہیں

(۱) سینگ والے جانور کے سارے جسم سے سخت تر سینگ ہی ہوتے ہیں۔ یہ ٹولہ بھی انبیاء اور اولیاء کی عداوت میں شیطان سے بھی سخت ہے کیونکہ شیطان نے کہا تھا:

﴿وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ﴾

ترجمہ:۔ میں ان سب کو بے راہ کردوں گا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔ ﴿سورہ الحجر ۳۹۔۴۰﴾

مگر یہ فرقہ ہمیشہ نبیوں ولیوں کے پیچھے ہی پڑا رہتا ہے اور انہیں من دون اللہ کہتا ہے۔

(۲) ہمیشہ سینگوں والا جانور سینگوں ہی سے لڑتا ہے کہ سامنے والے کے مقابل سینگ کرتا ہے خود پیچھے سینگوں پر زور لگاتا ہے۔ اور شیطان نے انہیں بھی آگے کر رکھا ہے اور پیچھے سے زور لگا رہا ہے۔

(۳) سینگ والا جانور جب کسی گھر میں داخل ہوتا ہے تو پہلے سینگ داخل کرتا ہے باقی اعضاء بعد میں۔ شیطان دوزخ میں پہلے ان کو داخل کرے گا پیچھے خود جائے گا۔

﴿مرآۃ شرح مشکوٰۃ جلد نمبر ۸ ص ۵۷۹﴾

اعتراض

اس حدیث کے تحت مشہور وہابی عالم وحید الزماں نے ایک عجیب موقف اختیار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ نجد سے مراد وہ ملک ہے عراق کا جو بلندی پر واقع ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے رحمت کی دعا نہیں فرمائی کیونکہ ادھر سے بڑی بڑی آفتوں کا ظہور ہونے والا تھا امام حسین علیہ السلام بھی اسی سرزمین میں شہید ہوئے۔ کوفہ بابل وغیرہ یہ سب نجد میں داخل ہیں بعض بے وقوفوں نے نجد کے فتنہ سے محمد بن عبد الوہاب کا نکلنا مراد رکھا ہے ان کو یہ معلوم نہیں کہ محمد بن عبد الوہاب تو مسلمان اور موحد تھے وہ تو لوگوں کو توحید اور اتباع سنت کی طرف بلاتے تھے اور شرک و بدعت سے منع کرتے تھے ان کا نکلنا تو رحمت تھا نہ کہ فتنہ۔ ﴿تیسیر الباری جلد ۹ ص ۱۵۶﴾

جواب

وہابیہ کا عراق کو نجد قرار دینا غلط ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عراق کے لئے حج کا میقات "ذات عرق" مقرر فرمایا ہے جب کہ نجد کے لئے میقات "قرن المنازل" مقرر فرمایا ہے۔

بخاری حدیث نمبر ۱۵۲۶، مسلم ۱۱۸۱، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۲۵۱۶ کتاب المناسک

معلوم ہوا کہ نجد الگ علاقہ ہے اور "عراق" الگ۔

گھر کی گواہی

ایک اور وہابی عالم مسعود عالم ندوی صاحب لکھتے ہیں

عرب کے مختلف حصوں اور خاص "نجد" کا جغرافیہ ذرا مشکل سے سمجھ میں آتا ہے مختصر طور پر یوں سمجھئے کہ نجد کے تین بڑے حصے ہیں۔

(۱) شمالی مشرقی حصہ: جس کا نام شمر ہے۔اس کے مشہور شہر حائل اور القصر ہیں

(۲) شمالی مشرقی حصہ: جس کا نام القصیم ہے۔اس کے مشہور شہر عنیزہ اور بریدہ ہیں۔

(۳) جنوبی حصہ: جو العارض کہلاتا ہے۔اس کا مشہور شہر "ریاض" ہے۔جو آج سعودی حکومت کا پایہ تخت ہے۔

عارض کو جبل یمامہ بھی کہتے ہیں۔اصل میں یہ ایک پہاڑی کا نام ہے اور اس کے گردونواح کی زمین وادی حنیفہ اور یمامہ کہلاتی ہے۔شیخ الاسلام (محمد بن عبدالوہاب) کی جائے پیدائش عینیہ اور دعوت کا مرکز درعیہ دونوں اسی وادی میں واقع ہیں جو نجد کے قلب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

﴿محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح ص ۲۷۔۲۸﴾

۱۳۹۸ھ میں شاہ فہد بن عبدالعزیز کے حکم سے "فتاوی ابن تیمیہ" شائع ہوا اس کے سرورق پر لکھا ہوا ہے عبدالرحمٰن بن محمد بن قاسم العاصمی النجدی اگر نجد سے مراد عراق ہے تو "فتاوٰی ابن تیمیہ" کا مرتب وجامع "نجدی" کیسے ہوگیا۔پھر اسی مجموعہ "فتاوٰی ابن تیمیہ جلد ا" مقدمہ کے ص: ب پر فتاوٰی علماء نجد کا تذکرہ بھی موجود ہے اور صفحہ ج پر "نجد" کی تعریف میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔

وكانت نجد، ولا زالت بحمد الله اسعد الأقاليم بالإنتفاع بمؤلفات شيخ الاسلام

وہابی علماء سے سوال ہے کہ "فتاوی علماء نجد" کیا علماء عراق کے فتاوی کا مجموعہ ہے یا سعودی عرب کے علماء کا اور نجد کے حق میں یہ تعریفی کلمات کیا عراق کے کسی صوبہ کے حق میں ہیں یا سعودی عرب کے۔معلوم ہوا کہ نجد الگ علاقہ ہے اور "عراق" الگ۔

وحیدالزماں کا یہ کہنا کہ چونکہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سرزمین عراق میں شہید کیے گئے تھے اس لئے یہی جگہ نجد ہے۔انتہائی مضحکہ خیز ہے چلئے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سرزمین عراق میں ظلماً شہید ہوئے لیکن داماد نبی سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خود مدینہ منورہ میں شہید ہوئے تو کیا اب معاذ اللہ مدینہ منورہ کو بھی وہابی علماء نجد قرار دیں گے؟

رحمت یا زحمت

وحیدالزماں نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو فتنہ کی بجائے رحمت قرار دیا ہے۔اس کے متعلق ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے علماء دیوبند سے پوچھ لیتے ہیں کہ آیا وہ رحمت تھا یا زحمت؟

دارالعلوم دیوبند کے صدرالمدرسین "حسین احمد مدنی" لکھتے ہیں

صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء بارھویں صدی (یہ ۱۱۱۵ھ میں پیدا ہوا اور ۱۲۰۶ھ میں مرگیا) نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اُس نے اہل سنت وجماعت سے قتل وقتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا ان کے قتل کرنے کو باعثِ رحمت شمار کرتا رہا۔اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں۔سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔

الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصا اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔ غرضکہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بیشک جب اُس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہیے وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں۔ ﴿الشہاب الثاقب ص:۴۲﴾

محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے چنانچہ نواب صدیق حسن خاں نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔ ﴿الشہاب الثاقب ص ۴۳﴾

علماء عرب نے علماء دیوبند سے ۲۶ سوال کیے تھے جن میں بارھواں سوال یہ تھا

السوال الثانی عشر

قد کان محمد بن عبد الوھاب النجدی یستحل دماء المسلمین واموالھم واعراضھم وکان ینسب الناس کلھم الی الشرك ویسب السلف فکیف ترون ذلك وھل تجوزون تکفیر السلف والمسلمین واھل القبلة ام کیف مشربکم

ترجمہ:- محمد بن عبدالوہاب نجدی حلال سمجھتا تھا مسلمانوں کے خون اور ان کے مال و آبرو کو اور تمام لوگوں کو منسوب کرتا تھا شرک کی جانب اور سلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا، اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اور کیا سلف اور اہل قبلہ کی تکفیر کو تم جائز سمجھتے ہو، یا تمہارا کیا مشرب ہے؟

الجواب

الحکم عندنا فیھم ما قال صاحب الدر المختار وخوارج ھم قوم لھم منعة خرجوا علیه بتاویل یرون انه علی باطل کفر او معصیة توجب قتاله بتاویلھم یستحلون دمائنا واموالنا ویسبون نسائنا الی أن قال وحکمھم حکم البغاة ثم قال وإنما لم نکفرھم لکونه عن تاویل وإن کان باطلا ﴿۳﴾

وقال الشامی فی حاشیته كَمَا وَقَعَ فِي زَمَانِنَا فِي اَتْبَاعِ عَبْدِ الْوَهَّابِ الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ نَجْدٍ وَتَغَلَّبُوْا عَلَى الْحَرَمَيْنِ وَكَانُوْا يَنْتَحِلُوْنَ مَذْهَبَ الْحَنَابِلَةِ لٰكِنَّهُمُ اعْتَقَدُوْا اَنَّهُمْ هُمُ الْمُسْلِمُوْنَ وَاَنَّ مَنْ خَالَفَ اِعْتِقَادَهُمْ مُشْرِكُوْنَ وَاسْتَبَاحُوْا بِذٰلِكَ قَتْلَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَقَتْلَ عُلَمَائِهِمْ حَتّٰى كَسَرَ اللّٰهُ شَوْكَتَهُمْ وَظَفِرَ بِهِمْ عَسَاكِرَ الْمُسْلِمِيْنَ عَامَ ثَلٰثٍ وَثَلَاثِيْنَ وَمِائَتَيْنِ وَاَلْفٍ- ثم أقول لیس ھو ولا احد من أتباعه وشیعته من مشائخنا فی سلسلة من سلاسل العلم من الفقه والحدیث والتفسیر والتصوف......

ترجمہ:- ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے: اور خوارج ایک جماعت ہے شوکت والی جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے اس تاویل سے یہ لوگ ہماری جان و مال کو حلال سمجھتے اور ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں پھر فرماتے ہیں ان کا حکم باغیوں کا ہے پھر فرمایا کہ ہم ان کی تکفیر اس لئے نہیں کرتے کہ یہ فعل تاویل سے ہے اگرچہ باطل ہی سہی۔ اور علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں محمد بن عبدالوہاب کے پیروکار نجد سے نکلے، حرمین شریفین

پر زبردستی قبضہ کرلیا یہ لوگ خودکو مذہب حنبلی کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف وہی لوگ مسلمان ہیں اور جو شخص بھی ان کے عقیدہ کا مخالف ہے وہ مشرک ہے اسی لئے ان نجدیوں نے اہلسنت اور ان کے علماء کا قتل جائز قرار دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نجدیوں کی شوکت توڑ دی اور ان کے شہروں کو ویران کیا اور اسلامی لشکروں کو ان پر فتح دی یہ واقعہ ۱۲۳۳ھ میں ہوا۔ ﴿رد المحتار جلد سوم باب البغاۃ﴾

اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ عبدالوہاب اور اس کا تابع کوئی شخص بھی ہمارے کسی سلسلہ مشائخ میں نہیں نہ تفسیر وفقہ وحدیث نبر کے علمی سلسلہ میں نہ تصوف میں۔ تمام علماء دیوبند کی مصدقہ کتاب ''المھند علی المفند ص ۴۵۔۴۷''

علامہ شامی اور علمائے دیوبند کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ

(۱) کہ نجدیوں کے حرمین شریفین پر تسلط سے قبل وہاں کے لوگ اہل سنت تھے۔

(۲) ان نجدیوں نے حرمین شریفین پر زبردستی قبضہ کیا اور وہاں قتل وغارت کا بازار گرم کیا۔

حدیث نمبر ۴

بے ادبوں کی ایک خاص علامت سر منڈانا (ٹنڈ کرانا) ہے

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: يَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ، وَيَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَايُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ثُمَّ لَايَعُوْدُوْنَ فِيْهِ حَتّٰى يَعُوْدَ السَّهْمُ إِلٰى فُوْقِهِ، قِيْلَ: مَا سِيْمَاهُمْ؟ قَالَ: سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ

ترجمہ: ۔حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشرق کی جانب سے کچھ لوگ نکلیں گے وہ قرآن مجید پڑھیں گے مگر وہ ان

کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکلتا ہے اور پھر وہ دین میں واپس نہیں آئیں گے جب تک تیر اپنی جگہ پر واپس نہ لوٹ آئے۔ دریافت کیا گیا اُن کی نشانی کیا ہے؟ فرمایا اُن کی نشانی سر منڈانا ہے۔

﴿بخاری حدیث نمبر ۷۵۶۲ کتاب التوحید باب قراءۃ الفاجر﴾

مفتی مکہ عرب مؤرخ علامہ احمد بن زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی ''سر منڈانا اس قوم کی خاص علامت ہوگی'' میں اس قوم پر نص ہے جو مشرق سے نکلی۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار بنے اس لئے کہ یہی وہ لوگ تھے جو اپنے پیروکاروں کو اپنے گروہ میں داخل کرتے وقت سر موڈنے کا حکم دیتے تھے اور جب تک یہ لوگ اپنا سر منڈوا نہ لیتے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے گروہ کے لوگ ان نئے شامل ہونے والوں کو اپنی مجلس سے اُٹھنے نہ دیتے۔

اس نجدی سے پہلے جتنے گمراہ فرقے گذرے ہیں ان میں سے کسی نے بھی یہ علامت اختیار نہیں کی پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث نجدیوں کے متعلق صریح ہے۔

حضرت شیخ سید عبدالرحمٰن مفتی زبیر فرمایا کرتے تھے کہ کسی شخص کو اس نجدی کے رد میں مستقل کتاب لکھنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کے رد کے لئے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ''سر منڈانا اس قوم کی خاص علامت ہوگی'' ہی کافی ہے۔

یہ محمد بن عبدالوہاب نجدی ان عورتوں کو بھی سر منڈانے کا حکم دیا کرتا تھا جو اس کے ٹولہ میں شامل کی جاتیں۔ ایک مرتبہ ایک عورت اُس کے دین میں داخل کی گئی۔ نجدیوں نے اپنے فاسد گمان کے تحت اس کو نئے سرے سے اسلام میں داخل کیا پھر اس کو سر منڈانے کا حکم دیا تو اس عورت نے محمد بن عبدالوہاب سے کہا کہ تو مردوں کو تو سر منڈانے کا حکم دیتا ہے اگر تو ان کی داڑھیاں منڈانے کا حکم دیتا تو عورتوں کے سر منڈانے کا حکم

دے سکتا تھا۔ کیونکہ عورتوں کے سر کے بال مردوں کی داڑھیوں کی طرح ہیں۔ عورت کی یہ بات سن نجدی مبہوت ہو گیا۔ کوئی جواب نہ بن پڑا لیکن اُس نے عورت کا سر منڈوا کر چھوڑا تا کہ اس پر اور اس کے پیروکاروں پر سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ''سر منڈانا اس قوم کی خاص علامت ہو گی'' صادق آ جائے۔ (الدرر السنیہ ص: ۵۰)

حدیث نمبر۵

صحابہ کرام کے نزدیک گستاخِ رسول منافق اور واجب القتل تھا

عن جابرِ بنِ عبدِ الله رضی الله عنه قَالَ: أَتَى رَجُلٌ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وآلِهِ وسلم بِالْجِعْرَانَةِ مُنْصَرَفَهُ مِنْ حُنَيْنٍ وَفِي ثَوْبِ بِلَالٍ فِضَّةٌ وَرَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآلِهِ وسلم يَقْبِضُ مِنْهَا يُعْطِي النَّاسَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ اعْدِلْ قَالَ: وَيْلَكَ وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ؟ لَقَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ إِنْ لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی الله عنه: دَعْنِي يَا رَسُوْلَ اللهِ فَأَقْتُلَ هٰذَا الْمُنَافِقَ، فَقَالَ: مَعَاذَ اللهِ أَنْ يَتَحَدَّثَ النَّاسُ أَنِّي أَقْتُلُ أَصْحَابِي، إِنَّ هٰذَا وَأَصْحَابَهُ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنْهُ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حنین سے واپسی پر جعرانہ میں تھے۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا درآں حال کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں چاندی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مٹھی بھر بھر کر لوگوں کو دے رہے تھے۔ پس اُس نے کہا اے محمد عدل کیجئے! آپ نے فرمایا تمہیں عذاب ہو! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون عدل کرے گا اگر میں عدل نہ کرتا تو تو ناکام اور نامراد رہ جاتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض گذار ہوئے، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اجازت مرحمت فرمائیے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں فرمایا معاذ اللہ

کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں، یہ شخص اور اس کے اصحاب قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا اور یہ قرآن سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

﴿مسلم حدیث نمبر ۱۰۶۳ کتاب الزکوۃ باب ذکر الخوارج﴾

وہ منافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک بھی واجب القتل تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے اُسے چھوڑ دیا کہ کہیں لوگوں کو مغالطہ نہ لگ جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کو قتل کرتے ہیں کیونکہ بظاہر وہ کلمہ پڑھتا تھا اور نمازی تھا دوسری وجہ یہ تھی کہ ابھی اس کے قتل کا وقت نہیں آیا تھا کیونکہ ابھی اور منافق اس سے پیدا ہونے تھے۔

حدیث نمبر۶

بے ادبوں کا تعلق قبیلہ بنی تمیم سے ہو گا اور ان کا سردار کالے رنگ کا اور ٹُنڈا ہو گا

عن أبي سعيد الخدري رضی الله عنه قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صلی الله علیه وآلِهِ وسلم - وَهُوَ يَقْسِمُ قَسْمًا - أَتَاهُ ذُو الْخُوَيْصِرَةِ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيْمٍ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اعْدِلْ فَقَالَ: وَيْلَكَ وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ قَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ إِنْ لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ ائْذَنْ لِي فِيْهِ فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ، فَقَالَ: دَعْهُ، فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ آيَتُهُمْ رَجُلٌ أَسْوَدُ إِحْدَى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ

اَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ، وَيَخْرُجُوْنَ عَلَى حِيْنِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَأَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ هَذَا الْحَدِيْثَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَأَشْهَدُ أَنَّ عَلِيَّ ابْنَ أبي طالب قَاتَلَهُمْ وَأَنَا مَعَهُ فَأَمَرَ بِذَلِكَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَأُتِيَ بِهِ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَيْهِ عَلَى نَعْتِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم الَّذِي نَعَتَهُ

وفي رواية لمسلم: فَلَمَّا قَتَلَهُمْ عَلِيُّ ابْنُ أَبِي طالب رضي الله عنه قال: انْظُرُوْا فَنَظَرُوْا فَلَمْ يَجِدُوْا شَيْئًا فَقَالَ: ارْجِعُوْا فَوَ اللهِ مَا كَذَبْتُ وَلَا كُذِبْتُ مَرَّتَيْنِ أو ثَلَاثًا ثُمَّ وَجَدُوْهُ فِي خَرِبَةٍ فَأَتَوْا بِهِ حَتَّى وَضَعُوْهُ بَيْنَ يَدَيْهِ

وفي رواية: فقال عليٌّ رضي الله عنه: الْتَمِسُوْا فِيْهِمُ الْمُخْدَجَ فَالْتَمَسُوْهُ فَلَمْ يَجِدُوْهُ فَقَامَ عَلِيٌّ رضي الله عنه بِنَفْسِهِ حَتَّى أَتَى نَاسًا قَدْ قُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ قَالَ: أَخِّرُوْهُمْ فَوَجَدُوْهُ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ فَكَبَّرَ ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ اللهُ وَبَلَّغَ رَسُوْلُهُ

ترجمہ:۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے اور آپ مال تقسیم فرما رہے تھے پس بنی تمیم کا ایک شخص ذوالخویصرہ نامی آیا اور کہنے لگا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! انصاف سے کام لو۔ آپ نے فرمایا تیری خرابی ہو اگر میں انصاف نہ کروں تو اور کون انصاف کرے گا؟ اگر میں انصاف نہ کروں تو ناکام ونامراد رہ جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض گذار ہوئے، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اجازت مرحمت فرمایئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں فرمایا جانے دو کیونکہ اس کے کچھ ساتھی ہوں گے کہ تم اپنی نمازوں کے مقابلے میں ان کی نمازوں کو حقیر جانو گے اور اپنے روزوں کو ان کے روزں کے بالمقابل حقیر جانو گے یہ قرآن بہت

پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا یہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے۔ ان لوگوں کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک کالا آدمی ہوگا جس کا ایک شانہ عورت کے پستان کی طرح ہوگا یا جیسے ہلتے گوشت کا لوتھڑا ہوگا (یعنی جب یہ فرقہ نکلے گا تو ان کا سردار اس شکل کا ہوگا کہ اس کا ایک ہاتھ ہوگا دوسرا نہ ہوگا بلکہ اس کے کندھے پر عورت کے پستان کی طرح گوشت ہوگا۔

(مرآۃ ۸۔۱۹۹)

یہ گروہ اُس وقت ظاہر ہوگا جب لوگوں میں تفرقہ ہوگا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث نبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا اور میں اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو تلاش کرنے کا حکم دیا، وہ مل گیا اور اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا اور میں نے اس شخص کو انہی صفات کے ساتھ پایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کی تھیں۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے قتال کر چکے تو فرمایا اس آدمی کو تلاش کرو اُسے ڈھونڈا گیا مگر وہ نہیں ملا، فرمایا اس کو پھر جا کر تلاش کرو، خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ مجھے جھوٹ بتایا گیا ہے یہ بات انہوں نے دو تین بار کہی حتی کہ لوگوں نے اُسے ایک کھنڈر میں ڈھونڈ لیا۔ تو اسے لے کر آئے اور آپ کے سامنے رکھ دیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان میں ناقص آدمی کو تلاش کرو اسے ڈھونڈا گیا لیکن وہ نہ ملا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ خود اٹھے اور وہاں گئے جہاں اُن کی لاشیں ایک دوسرے پر پڑی ہوئی تھیں آپ نے فرمایا ان لاشوں کو اٹھاؤ تو اس کو زمین پر لگا ہوا پایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا: اللہ نے سچ فرمایا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تک صحیح احکام پہنچائے۔

﴿بخاری حدیث نمبر ۳۶۱۰ کتاب المناقب باب علامات النبوة فی الاسلام﴾

﴿مسلم حدیث نمبر ۱۰۶۶۔۱۰۶۵ کتاب الزکوٰة باب ذکر الخوارج﴾

﴿مشکوٰة ۵۸۹۴ باب المعجزات﴾

اس حدیث سے حضرت ابو سعید خدری اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا عقیدہ علم غیب بھی معلوم ہوا کہ ہمارے آقا نے جو کچھ فرمایا ہے وہ حق سچ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آنے والی نسلوں کی بھی خبر تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی ساری نشانیاں ہو بہو پوری ہوئیں اور جو عقیدہ باب مدینۃ العلم کا وہی ہم اہل سنت کا۔

؎ تیرے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

اس حدیث میں ذوالخویصرہ نامی جس گستاخ رسول کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں یہ بھی بیان ہوا کہ وہ قبیلہ بنی تمیم کا آدمی تھا اور آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا گروہ اسی کی نسل سے ہوگا اب عرب کے ایک مستند مؤرخ کا ایک تازہ انکشاف ملاحظہ فرمائیے۔

مفتی مکہ مشہور عرب مؤرخ علامہ احمد بن زینی دحلان مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

واصرح من ذلك ان هذا المغرور محمد بن عبد الوهاب من تميم فيحتمل انه من عقب ذى الخويصرة التميمى الذى جاء فيه حديث البخارى عن ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه

اور سب سے زیادہ واضح بات یہ ہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی کا سلسلہ نسب بنی تمیم سے ہے اس لئے کچھ بعید نہیں کہ ذوالخویصرہ تمیمی کی نسل سے ہو جس کے متعلق بخاری شریف کی یہ حدیث ہے۔ ﴿الدرر السنیہ ص ۱۵۱﴾

شیخ القرآن والحدیث مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کی اجازت اس لئے مانگی کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کر کے مرتد ہوگیا تھا مرتد قابل قتل ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منع فرمانا اس لئے تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر لوح محفوظ پر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ تقدیر الٰہی یہ ہے کہ اس کی نسل خوارج وہابی پیدا ہوں نیز یہ قتل حضور کا حق تھا جب حضور نے اپنا حق خود ہی چھوڑ دیا تو قتل ختم ہوگیا آج اگر کوئی یہ بکواس کرے تو قتل کیا جائے گا...... دیکھو مرقات۔

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صلح کرنے کے لئے حکم یعنی ثالث مقرر کر لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اپنا حکم مقرر کیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تو ان لوگوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں مشرک ہو گئے کیونکہ انہوں نے اللہ کے سوا حاکم مان لیا ہے وہ اس آیت کے انکاری ہو گئے ہیں ﴿اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ﴾ حکم نہیں مگر اللہ کا (سورہ یوسف: ۴۰) ان کی تعداد دس ہزار تھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی فہمائش پر پانچ ہزار ان میں سے توبہ کر گئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پیش فرمائی ﴿فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَ حَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا﴾ ایک منصف (جج) مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور منصف عورت والوں کی طرف سے (سورہ النساء: ۳۵) جب لڑنے والے زوجین اپنے اختلاف کو مٹانے کے لئے جج و حکم مقرر کر سکتے ہیں تو اگر علی و معاویہ نے حکم مقرر کر لئے تو کیوں کر شرک ہوا اس جواب پر پانچ ہزار توبہ کر گئے باقی پانچ ہزار ذوالفقار حیدری سے فی النار ہوئے ان کے چند آدمی بچے جن کی ذریت آج وہابیوں کی شکل میں ہمارے لئے وبال بنی ہوئی ہے یہ لوگ ہر بات پر شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں یہ شرک کا فتویٰ خوارج سے چلا ہے اب انہوں نے کتابیں شائع کی ہیں جن میں یزید ابن معاویہ کو برحق اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے دیکھو ان کی کتب ''خلافت معاویہ و یزید'' اور ''خلافت رشید ابن رشید'' حضرت امیر المومنین یزید (

نعوذ باللہ) (اور مودودی کی کتاب ''خلافت وملوکیت'') ﴿مراۃ شرح مشکوٰۃ ۸۔۱۹۹﴾

خارجی قرآن کی بعض آیات کو مانتے تھے اور بعض کا انکار کرتے تھے جیسا کہ مسلم شریف میں ہے تو ﴿لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ﴾ حکم نہیں مگر اللہ کا حضرت علی نے فرمایا: (كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيدَ بِهَا بَاطِلٌ) یہ حق بات ہے جس سے باطل کا ارادہ کیا گیا ہے۔ ﴿مسلم شریف حدیث نمبر ۱۰۶۶ کتاب الزکوٰۃ﴾۔

اسی طرح آج کل کے بے ادب نفی والی آیات پڑھیں گے اثبات والی آیات چھوڑ دیں گے حالانکہ علم غیب کی نفی والی آیات سے مراد علم غیب ذاتی کی نفی ہے اور ثبوت والی آیات میں علم غیب عطائی کا ثبوت ہے ہم اہل سنت کا پورے قرآن پر ایمان ہے۔

اسی طرح بعض آیات میں اختیار کی نفی ہے اور بعض میں ثبوت ہے اگر خارجیوں کی طرح صرف ایک قسم کی آیات کو مانا جائے تو اس سے ظاہر ہوگا کہ معاذ اللہ قرآن میں اختلاف ہے حالانکہ قرآن میں اصلاً اختلاف نہیں کیونکہ اگر قرآن میں اختلاف مانا جائے تو وہ اللہ کا کلام نہیں رہتا اس لئے تمام قرآن پر ایمان رکھتے ہوئے ذاتی اور عطائی کا فرق کیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ فرمایا ﴿إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا﴾ ساری عزت اللہ کے لئے ہے۔ ﴿سورۃ النساء آیت ۱۳۹﴾

اگر اس آیت پر ایمان رکھتے ہوئے اگر کوئی کسی کو عزت والا سمجھے تو کیا وہ مشرک ہوگا ہرگز نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خود دوسروں کے لئے عزت ثابت کی ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے لیکن منافقین کو خبر نہیں۔ ﴿سورۃ المنافقین آیت نمبر ۸﴾

پہلی آیت میں ذاتی عزت کی نفی ہے اور دوسری آیت میں اللہ کی عطا سے دوسروں کے لئے عزت کا ثبوت ہے اگر قرآن و حدیث نمبر سمجھنے کے لئے اس اصول کو اور صرف اسی آیت کو پیش نظر رکھا جائے تو تمام اختلاف ختم ہو سکتے ہیں لیکن علامہ اقبال فرماتے

ہیں۔

؎ مجھ میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

حدیث نمبر ۷

بے ادب گروہ کی نشانی مسلمانوں کو قتل کرنا اور کافروں کو چھوڑنا ہے۔ نمازیں اور قرآن بہت پڑھیں گے۔ ان کے ماتھے پر محراب، گال پھولے ہوئے، داڑھی گھنی اور سر منڈے ہونگے

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: ألا تَأْمَنُونِي وَأَنَا أَمِينُ مَنْ فِي السَّمَاءِ يَأْتِينِي خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً؟ قال: فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاشِزُ الْجَبْهَةِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوقُ الرَّأْسِ مُشَمَّرُ الْإِزَارِ: فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اتَّقِ اللهَ فَقَالَ: وَيْلَكَ أَوَلَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ أَنْ يَتَّقِيَ اللهَ؟ ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ، فَقَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ فَقَالَ: لَا لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ يُصَلِّي 'قَالَ خَالِدٌ: وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُولُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِي قَلْبِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: إِنِّي لَمْ أُومَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوبِ النَّاسِ وَلَا أَشُقَّ بُطُونَهُمْ 'قَالَ ثُمَّ نَظَرَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُقَفٍّ فَقَالَ: إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ رَطْبًا لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ قَالَ أَظُنُّهُ قَالَ: لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُودَ وفي رواية: يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ

ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی تقسیم پر اعتراض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مجھے امین نہیں قرار دیتے حالانکہ میں اُس کا امین ہوں جو آسمانوں میں ہے۔ میرے پاس صبح وشام آسمانی خبریں آتی ہیں۔ ایک آدمی کھڑا ہوا جس کی دونوں آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں اور دونوں گال پھولے ہوئے تھے، پیشانی اُبھری ہوئی تھی، داڑھی گھنی، سر منڈا ہوا تھا اور تہہ بند پنڈلیوں سے اونچا تھا، اس نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! اللہ سے ڈریئے! آپ نے فرمایا: تجھے عذاب ہو، کیا روئے زمین پر میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا سب سے زیادہ حقدار نہیں ہوں؟ پھر وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! میں اس کی گردن نہ اُڑا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: شاید وہ نمازی ہو! حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: کتنے ہی نمازی ایسے ہیں جو ایسی باتیں کہتے ہیں جو اُن کے دل میں نہیں ہوتیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کا مکلف نہیں کیا گیا کہ میں لوگوں کے دل چیر کر دیکھوں یا اُن کے پیٹ پھاڑ کر دیکھوں۔ پھر آپ ﷺ نے اس شخص کی طرف دیکھا اور وہ پیٹھ پھیر کر جا رہا تھا اور فرمایا: اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو بڑے مزے سے پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نہیں اترے گا اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ان کو پالیتا تو قوم ثمود کی طرح قتل کر دیتا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میں ان لوگوں کو (یعنی ان کا زمانہ) پالیتا تو قوم عاد کی طرح ان کو قتل کر ڈالتا۔

﴿بخاری حدیث نمبر ۴۳۵۱ کتاب المغازی باب بعث علی بن ابی طالب﴾

﴿مسلم حدیث نمبر ۱۰۶۴ کتاب الزکوٰة باب ذکر الخوارج﴾

﴿مشکوٰة حدیث نمبر ۵۸۹۴ باب المعجزات﴾

اس حدیث میں فرمایا گیا کہ "لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑ دیں گے"، یعنی مسلمانوں کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ وہ اس کا حل یہ نکالیں گے کہ پہلے وہ مسلمانوں پر شرک وکفر کا فتویٰ صادر کریں گے اور پھر اُن کے قتل کو باعث ثواب سمجھیں گے اور جن کو وہ بزعم خویش مشرک سمجھیں گے۔ وہ مشرک نہیں ہوں گے اور قاتلین اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دیں گے کہ ہم تو مشرکوں کو قتل کر رہے ہیں۔ مقتولین ہی در حقیقت سچے مسلمان ہوں گے۔

مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں کہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یعنی جیسے قوم عاد تباہ کی گئی کہ ان کا ایک فرد بھی نہ بچا ایسے ہی میں انہیں قتل کرتا۔ ان کا ایک فرد بھی باقی نہ رہتا۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو قتل نہ کرنے دیا۔ اس کی ذرّیت کے قتل کے متعلق فرمایا کیونکہ ابھی یہ شخص مسلمانوں کے مقابل نہ آیا تھا۔ اس کی ذریت طاقت حاصل کر کے سلطان اسلام کے مقابل آئے گی، اس لئے اس وقت قتل کی مستحق ہو گی۔ یہ کام حضرت علی کرم اللہ وجہہ [illegible] نے کیا۔ ﴿مرآة ۸ ـ ۲۰۱﴾

محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی لکھتے ہیں کہ

محمد بن عبدالوہاب نجدی پلید شخص تھا، کم علم تھا، اور بہت جلد کفر کا حکم لگاتا تھا حالانکہ تکفیر اس شخص کو کرنی چاہیے جس کا علم بہت پختہ ہو اور وہ حاضر دماغ ہو اور کفر کی وجوہ اور اس کے اسباب کا جاننے والا ہو۔ ﴿فیض الباری شرح بخاری جلد ۱ ص ۱۷۱﴾

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں کہ

بارھویں صدی ہجری میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کا ظہور ہوا۔ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ انبیاء علیہم السلام سے توسل کرنا اور ان سے شفاعت طلب کرنا شرک ہے اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے، وہ کافر ہے اور اس کو قتل کرنا مباح ہے۔

چنانچہ محمد بن عبدالوہاب نجدی لکھتے ہیں کہ

وعرفت ان اقرارهم بتوحيد الربوبية لم يدخلهم في الاسلام وان قصدهم الملائكة أوالانبياء أو الأولياء يريدون شفاعتهم، والتقرب إلى الله بذلك: هوالذي احل دمائهم واموالهم ـ

﴿كشف الشبهات ص ۹﴾

تم یہ جان چکے ہو کہ لوگ اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرنے کے باوجود اسلام میں داخل نہیں ہوتے اور فرشتوں اور نبیوں سے شفاعت کا ارادہ کرنے سے اوران کے توسل سے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی وجہ سے ان کو قتل کرنا اوران کا مال لوٹنا حلال ہوگیا ہے۔

﴿شرح مسلم سعیدی جلد ۷ص ۱۳۲، تبیان القرآن جلد ۳ص:۶۲﴾

حدیث ۸

بے ادب گروہ قرآن وحدیث کی طرف بلائے گا
لیکن قرآن وحدیث سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوگا
اور یہ لوگ ساری مخلوق سے بدتر ہیں

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم: سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي اخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ قَوْمٌ يُحْسِنُونَ الْقِيلَ وَيُسِيئُونَ الْفِعْلَ، يَقْرَؤُونَ الْقُرآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتّٰى يَرْتَدَّ عَلٰى فُوْقِهِ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ طُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ يَدْعُوْنَ إِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَلَيْسُوْا مِنْهُ فِي شَيْءٍ مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلٰى بِاللّٰهِ تَعَالٰى مِنْهُمْ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا سِيْمَاهُمْ؟ قَالَ اَلتَّحْلِيْقُ

ترجمہ:۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں بڑا اختلاف وافتراق ہوگا۔ ایک قوم ہوگی جو کلام اچھا کرے گی اورکام برُے کرے گی۔ وہ قرآن مجید پڑھیں گے مگر وہ اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا اوروہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکلتا ہے اور پھر وہ دین میں واپس نہیں آئیں گے جب تک تیر اپنی جگہ پر واپس نہ لوٹ آئے۔ وہ تمام انسانوں اورتمام مخلوق میں بدتر ہیں۔ خوشخبری ہے اُسے جو ان لوگوں کو قتل کرے اور اسے جس کو وہ لوگ قتل کریں۔ وہ کتاب اللہ کی طرف بلائیں گے اور کتاب سے ان کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ جو اُن سے جنگ کرے گا وہ خدا کا مقرب ترین بندہ ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ان کی خاص پہچان کیا ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سر منڈانا۔

﴿ابوداود حدیث نمبر ۴۷۶۵ کتاب السنہ باب فی قتال الخوارج﴾

﴿مشکوٰۃ حدیث نمبر ۳۵۴۳ کتاب القصاص باب قتل اہل الردۃ﴾

مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

جو پختہ خارجی ہوگئے تھے وہ شمشیر حیدری سے تہ تیغ ہوئے بقیہ تتر بتر ہوگئے مگر دوبارہ اسلام میں نہ آئے جو پانچ ہزار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا وعظ سن کر توبہ کر گئے۔ وہ پختہ خارجی نہ ہوئے تھے بلکہ خوارج کے بہکانے سے وہم وشبہات میں پڑ گئے تھے۔ لہٰذا یہ حدیث بالکل واضح ہے۔ یا تو خلق سے مراد انسان اور خلیقہ سے مراد جانور ہیں یا دونوں ہم معنی ہیں تاکیداً دو لفظ ارشاد ہوئے۔ معلوم ہوا کہ بے دین تمام مخلوق سے بدتر ہے حتی کہ کتے سؤر اور گدھے سے بھی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿أُولٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾ وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔ (سورۃ البینۃ:۶) جیسے کہ مومن کامل تمام مخلوق حتی کہ فرشتوں سے بھی اعلیٰ ہے۔ ﴿مرآۃ ۵۔۲۶۹﴾

حدیث نمبر۹

بے ادب ٹولہ ہر دور میں موجود رہے گا اور آخر میں دجّال کے ساتھ مل جائے گا

عن أبي برزة رضي الله عنه قال: أُتِيَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم بِمَالٍ فَقَسَمَهُ فَأَعْطَى مَنْ عَنْ يَمِيْنِهِ وَمَنْ عَنْ شِمَالِهِ وَلَمْ يُعْطِ مَنْ وَرَاءَهُ شَيْئًا فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ وَرَائِهِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ مَا عَدَلْتَ فِي الْقِسْمَةِ رَجُلٌ أَسْوَدُ مَطْمُوْمُ الشَّعْرِ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَبْيَضَانِ فَغَضِبَ رَسُوْلُ الله صلى الله عليه وآله وسلم غَضَبًا شَدِيْدًا وَقَالَ وَاللهِ لَاتَجِدُوْنَ بَعْدِيْ رَجُلًا هُوَ أَعْدَلُ مِنِّي ثُمَّ قَالَ: يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ كَأَنَّ هَذَا مِنْهُمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَايُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُم يَمْرُقُوْنَ مِنَ الاسلام كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ لَايَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ

ترجمہ:۔ حضرت ابو برزة رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ مال لایا گیا۔ آپ نے وہ مال تقسیم فرمایا۔ اپنے دائیں بائیں والوں کو دیا اور اپنے پیچھے والوں کو کچھ نہ دیا۔ آپ کے پیچھے سے ایک شخص جس کا رنگ کالا، بال منڈے ہوئے اور لباس سفید تھا، کھڑا ہوا اور بولا: اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے تقسیم میں انصاف نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: تم لوگ میرے سوا مجھ سے زیادہ عادل شخص کوئی نہ پاؤ گے پھر فرمایا: آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی، شاید یہ بھی اُن میں سے ہو۔ وہ قرآن بہت پڑھیں گے لیکن قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ وہ دینِ اسلام سے اس طرح خارج ہو جائیں گے جیسے تیر شکار

سے نکل جاتا ہے۔ ان کی علامت سر منڈانا ہے، یہ نکلتے ہی رہیں گے حتیٰ کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔ جب تم ان سے ملو تو تم انہیں قتل کر دو اور جان لو کہ یہ بدترین مخلوق ہیں۔

﴿نسائی حدیث نمبر ٤١١٤ كتاب التحريم باب من شهر سيفه﴾

﴿مشكوٰة حديث نمبر ٣٥٥٢ كتاب القصاص باب قتل اهل الردة﴾

حدیث نمبر۱۰

بے ادبوں کے پاس علم تو ہوگا لیکن عقل نہ ہوگی

عن علي رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ للهِ صلى الله عليه وآله وسلم يقول: سَيَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَايُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اخیر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی جو کم عمر اور کم عقل ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بیان کریں گے، قرآن مجید کو پڑھیں گے اور وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا اور دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکلتا ہے اور جب تم ان سے ملاقات کرو تو ان کو قتل کرنا کیونکہ جو اُن سے جنگ کریگا اور اُن کو قتل کریگا۔ قیامت کے دن اُس کو اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر ملے گا۔

﴿مسلم حديث نمبر ١٠٦٦ كتاب الزكوٰة باب ذكر الخوارج . بخاری حديث نمبر ٦٩٣٠ كتاب استتابة المرتدين باب قتل الخوارج . مشكوٰة

حدیث نمبر ۳۵۲۵ کتاب القصاص باب قتل اہل الردۃ﴾

معلوم ہوا کہ خوارج، باغی اور مرتد کا قتل جائز ہی نہیں بلکہ کارِ ثواب بھی ہے۔ مگر یہ قتل بادشاہِ اسلام کرے گا نہ کہ عام مسلمان۔ ﴿مرآۃ ۲۶۴/۵﴾

حدیث نمبر ۱۱

قرنُ الشیطان کا ظہور اور اس کے قتل کا حکم

عن انس رضی اللہ عنہ قال: کان فی عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رجلٌ يُعْجِبُنَا تَعَبُّدُهُ وَاجْتِهَادُهُ فَذَكَرْنَاهُ لِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باسْمِهِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ وَوَصَفْنَاهُ بِصِفَتِهِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَذْكُرُهُ إِذْ طَلَعَ الرَّجُلُ قُلْنَا هَا هُوَ ذَا قَالَ إِنَّكُمْ لَتُخْبِرُونِي عَنْ رَجُلٍ إِنَّ عَلَى وَجْهِهِ سَفْعَةً مِنَ الشَّيْطَانِ فَأَقْبَلَ حَتَّى وَقَفَ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُسَلِّمْ فَقَالَ لَهُ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم أَنْشُدُكَ بِاللهِ أَحَدَّثْتَ نَفْسَكَ آنِفًا أَنَّهُ لَيْسَ فِي الْقَوْمِ رَجُلٌ أَفْضَلُ مِنْكَ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ دَخَلَ يُصَلِّي فَقَالَ رسولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مَنْ يَقْتُلُ الرَّجُلَ فَقَالَ أَبُوبَكر رضی اللہ عنہ أَنَا فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَوَجَدَهُ قَائِمًا يُصَلِّي فَقَالَ سُبْحَانَ اللهِ! أَقْتُلُ رَجُلًا يُصَلِّي وَقَدْ نَهَى رسولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عَنْ قَتْلِ الْمُصَلِّيْنَ فَخَرَجَ فَقَالَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: مَا فَعَلْتَ قَالَ كَرِهْتُ أَنْ أَقْتُلَهُ وَهُوَ يُصَلِّي وَقَدْ نَهَيْتَ عَنْ قَتْلِ الْمُصَلِّيْنَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مَنْ يَقْتُلُ الرَّجُلَ فَقَالَ عمرُ رضی اللہ عنہ أَنَا فَدَخَلَ فَوَجَدَهُ وَاضِعًا وَجْهَهُ فَقَالَ أَبُوبَكر أَفْضَلُ مِنِّي فَخَرَجَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مَهْ قَالَ وَجَدْتُهُ وَاضِعًا وَجْهَهُ فَكَرِهْتُ أَنْ

أَقْتُلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مَنْ يَقْتُلُ الرَّجُلَ فَقَالَ علی رضی اللہ عنہ أَنَا قَالَ أَنْتَ إِنْ أَدْرَكْتَهُ فَدَخَلَ عَلِيٌّ فَوَجَدَهُ قَدْ خَرَجَ فَرَجَعَ إِلَى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فَقَالَ مَهْ قَالَ وَجَدْتُهُ قَدْ خَرَجَ قَالَ لَوْ قُتِلَ مَا اخْتَلَفَ فِي أُمَّتِي رَجُلَانِ كَانَ أَوَّلَهُمْ وَآخِرَهُمْ وفی روایۃ هٰذَا أَوَّلُ قَرْنٍ مِنَ الشَّيْطَانِ طَلَعَ فِي أُمَّتِي أَمَا إِنَّكُمْ لَوْ قَتَلْتُمُوْهُ مَا اخْتَلَفَ مِنْكُمْ رَجُلَانِ

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں ایک آدمی تھا کہ ہم اس کی عبادت اور اجتہاد کو پسند کرتے تھے۔ ہم نے اس کا نام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو نہیں پہچانا۔ ہم نے اس کی صفت بیان کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے نہ پہچانا۔ ہم اس کا تذکرہ کر رہے تھے کہ اسی دوران اچانک وہ سامنے آ گیا ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ ہے وہ آدمی جس کا ہم ذکر کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم مجھے اس شخص کے متعلق بتا رہے ہو جس کے چہرے پر میں سیاہ شیطانی دھبہ دیکھتا ہوں۔ وہ آیا صحابہ کرام کے پاس کھڑا ہوا اور اس نے سلام نہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے فرمایا: میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں۔ کیا تو ابھی دل میں کہہ رہا تھا کہ قوم میں تجھ سے افضل کوئی انسان نہیں ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر وہ مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھنا شروع کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو اس کو قتل کرے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں قتل کروں گا۔ جب آپ اس کے پاس گئے تو آپ نے اس کو حالتِ قیام میں پایا۔ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! میں نمازی کو قتل کروں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نمازیوں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ وہ باہر نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم نے کیا کیا؟ انہوں نے عرض کی: میں نے اُسے حالتِ نماز میں قتل کرنا پسند نہیں کیا کیونکہ

آپ نے نمازیوں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو اس کو قتل کرے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں قتل کروں گا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے تو آپ نے اس کو حالت سجدہ میں پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابوبکر مجھ سے افضل تھے۔ وہ باہر نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے کیا کیا؟ انہوں نے عرض کی: میں نے اسے حالت سجدہ میں پایا اور اس کے قتل کو ناپسند کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو اسکو قتل کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں قتل کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور اس کو قتل کرو گے اگر تم اس کو پالو۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے تو وہ جا چکا تھا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف واپس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو نے کیا کیا؟ عرض کیا یارسول اللہ (علیہ السلام)! میرے وہاں پہنچنے تک وہ جا چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج اگر وہ قتل کردیا جاتا تو میری امت میں دو آدمیوں میں بھی اختلاف نہ ہوتا۔ میری امت کے جملہ فتنہ پردازوں میں سے یہ پہلا اور آخری شخص ثابت ہوتا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ پہلا شیطان کا سینگ ہے جو میری اُمت میں نکلا۔ اگر تم اس کو قتل کردیتے تو تم میں سے دو شخصوں کا بھی آپس میں اختلاف نہ ہوتا۔

اس حدیث کو ناصر الدین البانی غیر مقلد نے اپنی کتاب "سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ" میں صحیح قرار دیا ہے۔

مزید دیکھیں: حدیث نمبر ۲۴۹۵۔ اور مصنف عبد الرزاق حدیث نمبر ۱۸۶۷۳ جلد ۱۰ ص ۱۵۵۔ خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۱۷۱ عربی۔ اخرج ابو شیبہ وابو یعلیٰ جلد ۱ ص ۹۰ والبزار والبیہقی

اس حدیث سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے:

﴿:﴾ ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دلوں کے حالات سے باخبر ہیں

۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بے ادب کے دل کی بات بتادی اور اس نے اس کا اقرار بھی کیا۔

﴿:﴾ دوسرا یہ کہ کوئی عبادت تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر قبول نہیں اور جو عبادت عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خالی ہو اُس سے چہرہ پر نور نہیں ہو سکتا۔

﴿:﴾ تیسرا یہ کہ جو اپنے آپ کو نبی کی مثل بتائے یا جو اپنے آپ کو صحابہ سے یا نبی سے افضل سمجھے وہ قرنُ الشیطان ہے۔

﴿:﴾ چوتھا یہ کہ گستاخِ رسول واجب القتل ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل حکم دے دیا اگرچہ تقدیر الٰہی یہ تھی کہ وہ ابھی قتل نہ ہوتا کہ اس کی ذُرّیت ظاہر ہو سکے اور اگر وہ قتل ہو جاتا تو گستاخِ رسول پیدا نہ ہوتے اور دوزخ خالی رہ جاتی۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تلاش کا حکم نہیں دیا۔ صحابہ کرام کو گستاخِ رسول کا حکم بتادیا کہ ان کے کلمہ، نماز، روزہ اور عبادت کو نہ دیکھنا ان کے عقیدہ کو دیکھنا جب گستاخِ رسول واجب القتل ہے تو اس سے پیار و محبت دوستی رکھنا اور اس کو نماز میں امام بنانا اور ان کے ساتھ کھانا پینا ان کو سلام کرنا اور ان سے شادی بیاہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ ان کے لاکھ سجدے بھی کام آنہیں سکتے عظمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قلب جس کا خالی ہے۔

مولانا جلال الدین روم فرماتے ہیں:

دور شو از اختلاط یار بد ☆ یار بد بدتر بود از مار بد

مار بد تنہا ہمیں بر جاں زند ☆ یار بد بر جان و بر ایماں زند

ترجمہ: ۔ بد مذہب دوست کے میل جول سے دُور رہ کہ بد مذہب دوست زہریلے سانپ سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ بُرا سانپ صرف جان پر حملہ کرتا ہے لیکن بد عقیدہ دوست جان و ایمان دونوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ ﴿مثنوی شریف﴾

حدیث نمبر۱۲

بے ادبوں کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی لیکن دل بھیڑیوں کی طرح ہونگے

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله صلى الله عليه و آله وسلم: يَخْرُجُ في آخِرِ الزَّمانِ رجالٌ يَخْتِلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ يَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّأنِ مِنَ اللِّيْنِ أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلٰى مِنَ السُّكَّرِ (أحلٰى مِنَ العَسَلِ) وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ أَبِي يَغْتَرُّوْنَ أَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِئُوْنَ؟ فَبِيْ حَلَفْتُ لَأَبْعَثَنَّ عَلٰى أُولٰئِكَ مِنْهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمَ مِنْهُمْ حَيْرَانًا

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو دھوکہ فریب کے ساتھ دین کے ذریعے دنیا کمائیں گے، لوگوں کو نرمی دکھانے کے لئے بھیڑ کی کھال پہنیں گے! ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور ایک روایت میں ہے کہ شہد سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں کے سے ہونگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا تم میرے ساتھ دھوکہ کرتے ہو یا مجھ پر جراٴت کرتے ہو؟ مجھے اپنی ہی قسم ہے کہ میں ان لوگوں پر ان ہی میں سے ضرور فتنہ بھیجوں گا جو ان میں سے بردبار کو بھی حیران و پریشان کردے گا۔

﴿ترمذی ۲۴۰۴ مشکوٰۃ ۵۳۲۳ کتاب الرقاق باب الریاء﴾

مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

آج کل یہ دونوں باتیں بد مذہبوں خصوصاً مرزائیوں، وہابیوں میں بہت دیکھی جاتی ہیں یہ لوگ زبان کے بہت میٹھے ہوتے ہیں، دلوں میں کفر و بے دینی کا زہر ہوتا ہے بعض سانپ بہت ہی خوبصورت ہوتے ہیں مگر بڑے زہریلے ان کو دور ہی سے دیکھو

قریب نہ جاؤ۔

یعنی اس جرم کی سزا آخرت میں جو ملے گی سو ملے گی۔ دنیا میں یہ سزا ملے گی کہ ایسے لوگوں پر ظالم بادشاہ مسلط ہوں گے یا قوم میں خون خرابے اور فساد برپا ہوں گے یا عام قحط سالی، عام وبائی بیماریاں پھیلیں گی جس سے بڑے بڑے حوصلے والے لوگ بھی حیران ہوجائیں گے۔ ﴿مرآۃ ۷۔۱۳۴﴾

حدیث نمبر۱۳

کفار کے متعلق نازل شدہ آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرنا بے ادبوں کی واضح نشانی ہے

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ وَقَالَ: إِنَّهُمُ انْطَلَقُوْا إِلٰى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ:- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما خارجیوں کو بدترین مخلوق سمجھتے تھے اور فرمایا یہ لوگ کفار کے حق میں نازل شدہ آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔

﴿بخاری حدیث نمبر ۶۹۳۰ کتاب استتابة المرتدین باب قتل الخوارج﴾

یہ نشانی اتنی واضح ہے کہ جس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ ان کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھ لو یا کوئی تقریر سن کر دیکھ لو سب میں کفار اور بتوں کے متعلق نازل شدہ آیات مسلمانوں پر چسپاں ہونگی اور انبیاء اور اولیاء کو من دون اللہ قرار دیا گیا ہوگا حالانکہ من دون اللہ سے مراد بُت ہیں۔

تبصرہ

ان حدیثوں پر مختصر تبصرہ اور تجزیہ

بخاری شریف کے مترجم فاضل شہیر عالم نبیل مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہجہانپوری کی زبان سے لکھتے ہیں: معلوم ہوا کہ بارگاہ رسالت میں اتنی جرأت کرنے والا شخص بھی واجب القتل تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رعایت برتی اور اُس کو قتل کرنے کی اجازت نہ دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چونکہ قیامت تک کے حالات وواقعات بھی کفِ دست کی طرح نظر آتے رہتے تھے لہٰذا انہیں خداداد معجزانہ نگاہوں سے دیکھ کر صحابہ کرام کو بتایا کہ اس شخص کی سنگت یعنی ذریت قیامت تک مختلف رنگوں میں منظرِ عام پر آتی رہے گی۔ یہ مسلمانوں میں خدائی فوج دار اور سرکاری نمبردار بن کر رہیں گے۔ اور غیر مسلموں کے ایجنٹ اور راز دار ہوں گے۔ مختلف احادیث میں انکی کافی نشانیاں بتائی گئی ہیں جبکہ احادیث مطہرہ میں انکے ظاہر وباطن کا حال یوں مذکور ہوا ہے۔

(۱)...... ان کے اکثر لوگ نمازی ہوں گے اور نمازیں بھی خوب بنا سنوار کر پڑھیں گے جس کے باعث اصلی اور قدیمی مسلمان اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلے میں حقیر جانیں گے۔

(۲)...... نمازوں جیسا ہی حال ان کے اور اصلی مسلمانوں کے روزوں کے درمیان ہوگا۔

(۳)...... اصلی اور قدیم مسلمانوں کی نسبت قرآن کی تلاوت یہ لوگ بہت زیادہ کرینگے۔

(۴)...... قرآن مجید کا ان کی زبانوں پر تو بہت ورد ہوگا لیکن اُس کا اُن کے دلوں

پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ ملت ذوالخویصرہ کے حلق سے نیچے اترنے نہیں پائے گا۔

(۵)...... وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔

یہ باتیں ہر کسی کو عجیب معلوم ہونگی کہ نماز روزہ اور دیگر عبادات میں امتیازی شان رکھنے کے باوجود وہ دین سے نکلے ہوئے کیوں قرار پائے؟ اصل میں اُن کے دین سے نکلنے کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ توہین وتنقیص رسالت کی بیماری میں مبتلا ہوں گے جس کے باعث ایک جانب آدمی ایمان کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے تو دوسری طرف اُس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں لہٰذا ضائع شدہ اعمال وعبادات کا ظاہری حسن وجمال اس صورت میں انسان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

(۶)...... دین میں واپس نہیں آئیں گے جیسے کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں آتا۔ اسی طرح وہ اسلام کے ٹھیکیدار بننے والے دین میں واپس نہیں آئیں گے۔ جب کہ وہ مسلمان کہلائیں گے، مسلمانوں ہی میں شمار کیے جائیں گے بلکہ ظاہری اعمال وعبادت کے لحاظ سے وہ بڑے پکے مسلمان نظر آئیں گے۔ اُن کا دین میں واپس نہ آنا کس وجہ سے ہے؟ بات درحقیقت یہ ہے کہ وہ بعض غلط عقائد ونظریات اور خصوصاً توہینِ رسالت کے باعث اپنی ایمانی دولت ضائع کر چکے ہونگے جن کے باعث اُن کے بظاہر خوشنما اعمال ﴿ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ ﴾ کی خدائی وعید کے تحت ضائع ہو جاتے ہیں جس کے باعث وہ شمار میں نہیں آئیں گے اور اُن پر اُخروی ثواب مرتب نہیں ہوگا جیسے غیر مسلموں کے نیک اعمال پر آخرت میں ثواب مرتب نہیں ہوگا۔

(۷)...... آپ نے اُن کی یہ خصلت بھی بتائی کہ ﴿ يَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ ﴾ وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے۔ مسلمان کہلانے کے باوجود وہ اپنے ہاتھوں کو اصلی مسلمانوں کے خون سے رنگین کیوں کریں گے؟ اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اصلی اور قدیمی مسلمان اُن کی نگاہوں میں سرے سے مسلمان ہی نہیں ہوں گے جس کے باعث انہیں قتل کرنے کو یہ اعلیٰ درجہ کی نیکی شمار کریں گے اور جس جگہ انہیں تسلط حاصل ہو جائے گا۔

وہاں اصلی اور قدیمی مسلمانوں کے لئے یہ بلائے ناگہانی ثابت ہوں گے اور اُن پر قیامت قائم کر دیں گے۔ دنیا میں اُنکے غیظ وغضب کا نشانہ صرف اصلی مسلمان ہی ہونگے۔

(۸)......فرمانِ رسالت ہے کہ (یَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَیَدْعُوْنَ اَهْلَ الْاَوْثَانِ) وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر شرک سے نفرت کے باعث مسلمانوں کو قتل کرتے تو بت پرستوں کو نظر انداز نہ کرتے لیکن در حقیقت اصل اسلام و مسلمین کی دشمنی اُن کے ہر رگ و ریشے میں سمائی ہوئی ہوگی۔ جس کے باعث اصلی مسلمانوں سے ہمیشہ محاذ آرائی رکھیں گے۔ اُن پر رات دن طرح طرح کے الزامات عائد کرتے رہیں گے اور اُن کے راستوں میں کانٹے بچھانے میں کبھی کسی کوتاہی کے مرتکب نہیں ہوں گے لیکن بت پرستوں کے اس طرح یار اور غم خوار بن کر رہیں گے کہ اُن کے گلے کا ہار اور گاندھویت کے علمبردار نظر آئیں گے۔

(۹)......حدیث میں حکم دیا گیا ہے کہ انہیں جہاں بھی پاؤ قتل کر دو کیونکہ اُن کے قاتل کو روز قیامت ثواب ملے گا۔ معلوم ہوا کہ وہ گستاخ رسول ہوں گے کیونکہ گستاخ رسول کے سوا اور کسی کو قتل کرنے کی عام اجازت نہیں ہے۔

(۱۰)......اگر میں انہیں پاؤں تو قوم ثمود کی طرح قتل کر ڈالوں؟ آخر آپ نے انہیں قتل کرنے کے لئے کیوں فرمایا؟ جبکہ وہ تو کلمہ گو ہوں گے۔ نماز روزے سے اصلی مسلمانوں سے کئی قدم آگے ہوں گے قرآن کریم زیادہ پڑھ رہے ہوں گے۔ دریں حالات منبر و محراب کی زینت ثابت ہونے والے اُن مسلمانوں کو آپ نے قوم ثمود کی طرح قتل کر دینے کے متعلق کیوں فرمایا۔ اسی بات پر ٹھنڈے دل سے غور کر لیا جائے تو اس سلسلے کی بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔

﴿واللہ یھدی من یشاء إلی صراط مستقیم﴾

﴿بخاری مترجم جلد ۲ ص ۲۷۱ ـ ۲۷۲﴾

حدیث نمبر ۱۴

مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی کہنا بھی بے ادب گروہ کی نشانی ہے

عن حُذَیفةَ بنِ الیمانِ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم (اِنَّ مَمَّا اَتَخَوَّفُ عَلَیْکُمْ رَجُلٌ قَرَأَ القرآنَ حَتّٰی اِذَا رُؤِیَتْ بَھْجَتُہٗ عَلَیْہِ وَکَانَ رِدَاءَہُ الإسلامَ اِخْتَرَاہُ اِلٰی مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْسَلَخَ مِنْہُ وَنَبَذَہٗ وَرَآءَ ظَھْرِہٖ وَسَعٰی عَلٰی جَارِہٖ بِالسَّیْفِ وَرَمَاہُ بِالشِّرْکِ) قَالَ: قُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَیُّھُمَا اَوْلٰی بِالشِّرْکِ اَلْمَرْمِیُّ اَوِ الرَّامِیْ؟ قَالَ (بَلِ الرَّامِیْ)

ترجمہ:۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا: بیشک مجھے تم پر ایک ایسے شخص کا خوف ہے جو اتنا قرآن پڑھے گا کہ اس کے چہرے پر قرآن کی رونق بھی نظر آنے لگے گی اُس کا اوڑھنا بچھونا بھی اسلام بن جائے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کو یہ حالت لاحق رہے گی پھر اس سے یہ حالت چھن جائے گی اور وہ شخص قرآنِ حکیم اور اسلام کو پس پشت ڈال کر اپنے پڑوسیوں پر شرک کا فتویٰ صادر کر کے اُن سے جنگ کرے گا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام)! ان دونوں میں سے شرک کا حق دار کون ہوگا جن پر شرک کا فتویٰ لگے گا وہ، یا شرک کا فتویٰ صادر کرنے والا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بلکہ شرک کا فتویٰ صادر کرنے والا ہی شرک کا حق دار ہوگا۔ مسند ابو یعلی امام احمد بن حنبل اور یحیٰ بن معین نے اس کی توثیق کی ہے۔

﴿تفسیر ابن کثیر سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۷۵ ج ۲ ص ۲۷۵﴾

سلسلة الاحاديث الصحيحة میں ناصر الدین البانی غیر مقلد نے اس کو صحیح قرار دیا ہے دیکھو

حدیث 3201

یہ بات بڑی قابل غور ہے کہ شرک کا فتویٰ لگانے والا خود کیوں مشرک ہو جائے گا۔
اس لئے کہ جس بات کو وہ شرک کہے گا حقیقت میں وہ شرک نہیں ہوگی تو اس کا فتویٰ اسی پر لوٹ آئے گا جیسا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں "دور سے یا رسول اللہ کہنا شرک ہے، وفات شدگان بزرگوں کو مدد کے لئے پکارنا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت طلب کرنا، ان کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا، انہیں اللہ کی عطا سے مشکل کشا اور حاضر وناظر سمجھنا اور کسی کو داتا گنج بخش کہنا بھی شرک ہے حالانکہ ان میں سے کوئی بات بھی شرک نہیں ہے کیونکہ یہ سب باتیں قرآن وحدیث اور صحابہ اور بزرگانِ دین کے عمل سے ثابت ہیں۔

ایک آدمی نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشکل کشا سمجھنا شرک ہے اس لئے کہ مشکل کشا اللہ ہے۔

میں نے کہا: تو پھر کسی کو حکیم، شہید، وکیل، کفیل یا مولانا کہنا بھی شرک ہوگا کیونکہ حکیم، شہید، وکیل، کفیل اور مولانا بھی تو اللہ تعالیٰ ہے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۔ ﴿سورة النساء ٣٣﴾

بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شہید ہے

وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۔ ﴿سورة النساء ١١١﴾

اور اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے:

وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۔ ﴿سورة الانعام ١٠٢﴾

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر وکیل ہے:

وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۔ ﴿سورة النحل ٩١﴾

اور تم نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کو کفیل بنایا ہے:

أَنتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۔ ﴿سورة البقرة ٢٨٦﴾

اے اللہ تو ہمارا مولا ہے، کافر قوم پر ہماری مدد فرما۔

تم جو اسماعیل دہلوی اور احسان الٰہی ظہیر کو شہید اور اشرف علی تھانوی کو حکیم الامت کہتے ہو اور سیالکوٹ کے ایک اہل حدیث کو حکیم صادق کہتے ہو اور اپنے عالم کو مولانا کہتے ہو اور عدالتوں میں اپنے اور جج کے درمیان وسیلہ بننے والے کو وکیل کہتے ہو اور سعودی عرب میں کوئی غیر ملکی کفیل کے بغیر نہیں رہ سکتا تو کیا ان کو خدا سمجھتے ہو یا خدا کا شریک سمجھتے ہو کیا آپ کی منطق کے مطابق جہان میں کوئی آدمی مسلمان رہ سکتا ہے؟ بلکہ کسی کو زندہ سمجھنا یا سننے والا یا دیکھنے والا سمجھنا بھی شرک ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ حی وقیوم ہے اور سمیع وبصیر ہے اگر اپنی توحید بچانی ہے تو سب کو مردہ اندھا اور بہرہ سمجھو ورنہ شرک ہو جائے گا۔

یہ سب دلائل سن کر وہ حیران رہ گیا اور کہنے لگا توحید سمجھ میں آ گئی ہے الفاظ اگر ایک ہوں تو شرک نہیں ہوتا جب تک معنیٰ میں برابری نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی شہید، حکیم اور کفیل ہے بندہ بھی شہید، حکیم اور کفیل ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی سمیع وبصیر ہے اور بندہ بھی سمیع وبصیر ہے لیکن چونکہ معنیٰ میں زمین وآسمان کا فرق ہے اس لئے شرک نہیں۔

میں نے کہا سن لو اللہ تعالیٰ بھی داتا ہے اور بندہ بھی داتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ داتا بننے میں کسی کا محتاج نہیں یعنی اس کی یہ صفت ذاتی اور مستقل ہے لیکن بندہ داتا بننے میں اسی کا محتاج ہے اس کی یہ صفت عطائی ہے یا یوں کہہ لو کہ اللہ تعالیٰ حقیقی داتا اور حقیقی حاجت روا، مشکل کشا، حقیقی کفیل، حقیقی وکیل اور حقیقی حکیم ہے کہ بندہ کی تمام صفات مجازی اور عطائی ہیں۔ لفظاً اگرچہ ایک جیسے ہیں لیکن معناً بے شمار فرق ہے۔ شرک کہتے ہی برابری کو ہیں۔ جب برابری نہ رہی تو شرک بھی نہ رہا جو اس فرق کو نہ سمجھ سکا صرف ظاہری الفاظ کو دیکھ کر شرک کا فتویٰ لگا دیا تو اس کا انجام وہی ہوگا جو اس حدیث میں مذکور ہے کہ شرک کا فتویٰ لگانے والا ہی مشرک ہوگا۔

ع: سمجھ میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے ☆ تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

(ڈاکٹر اقبال)

اب یہ دیکھنا آپ کا کام ہے کہ کس گروہ نے مسلمانوں کو مشرک قرار دیا ہے۔

(۱) مولوی اسماعیل دھلوی لکھتا ہے:

یہی پکارنا اور منتیں ماننا اور نذر و نیاز کرنا اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھے سو ابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔ ﴿تقویۃ الایمان پہلا باب ص ۲۱﴾

ہر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفارشی سمجھتا ہے کہ آپ دنیا اور آخرت میں شفاعت فرمائیں گے اور آج دنیا میں ہر مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز میں السلام علیك أیها النبی کہہ کر پکارتا ہے اور آخرت میں سب شفاعت کے لئے انبیاء کرام کو پکاریں گے کیا یہ سب مشرک اور ابو جہل کے برابر ہیں؟ اور کچہریوں میں کوئی کام وکیل کے بغیر نہیں ہوتا کیا یہ سب مشرک ہیں؟

انبیاء کرام پر شرک کا فتویٰ (نعوذ باللہ)

ابن عبدالوہاب نے کتاب التوحید میں ایک باب قائم کیا جس کا نام رکھا ہے:

من الشرك أن یستغیث بغیر الله أو یدعو غیره۔

ترجمہ:۔ غیر اللہ کو پکارنا یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے فریاد کرنا شرک ہے۔

﴿کتاب التوحید ص ۵۰﴾

اس میں تمام آیات وہی پیش کی گئی ہیں جو بتوں کے متعلق ہیں اور ایک حدیث سے استدلال کیا ہے جو ضعیف اور باطل ہے۔

محمد بن عبدالوہاب لکھتے ہیں: فاعلم أن شرك الأولین أخف من شرك اهل زماننا۔ ﴿کشف الشبہات ص ۱۷﴾

ترجمہ:۔ پہلے مشرکین کا شرک ہمارے زمانہ کے مشرکین سے ہلکا تھا۔

اس کتاب میں عام مسلمانوں کو مشرک قرار دیا گیا ہے۔

اگر عام مسلمانوں کو مشرک سمجھا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر ایمان نہیں رہتا۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا

﴿بخاری حدیث نمبر ۱۳۴۴ کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ علی الشهید﴾

﴿مسلم حدیث نمبر ۲۲۹۶﴾

یہ کیسی توحید ہے جس کے ماننے سے قرآن و حدیث پر سے ایمان اٹھ جائے۔

معلوم ہوا کہ یہ خود ساختہ توحید ہے، جس کا قرآن و حدیث سے کوئی تعلق نہیں۔ بہر حال یہ بات واضح ہو گئی کہ مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ لگانے والے کون لوگ ہیں اور ان کا انجام کیا ہوگا۔

قرآن میں غیر اللہ سے مدد مانگنے کا ثبوت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے مدد مانگی اور فرمایا:

"أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا"

میرے پاس بلقیس کا تخت کون لائے گا؟ ﴿سورۃ النمل آیت ۳۸﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

"مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ"

کون ہے جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں۔ ﴿سورۃ الصف آیت ۱۴﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو مدد کے لئے پکارا:

"وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ"

اور دوسری جماعت میں رسول تمہیں پکار رہے تھے۔ ﴿سورۃ آل عمران آیت ۱۵۳﴾

ان جیسی تمام آیات میں غیر اللہ سے مدد مانگی گئی ہے اگر اس اصول کو صحیح تسلیم کر لیا

جائے تو غیر اللہ کو پکارنا یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے فریاد کرنا شرک ہے۔ تو پھر انبیاء کرام پر نعوذ باللہ شرک کا فتویٰ لگ جائے گا۔ معلوم ہوا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک نہیں بلکہ انبیاء کرام کی سنت ہے جو معصوم عن الخطاء ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کرنا صحابہ کرام کی سنت ہے کیونکہ صحابہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد مانگی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ (علیہ السلام) میں آپ سے حدیثیں سنتا ہوں لیکن بھول جاتا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی فریاد رسی فرمائی۔ ﴿بخاری حدیث نمبر ۱۱۹ کتاب العلم﴾

(۱۵) پندرھویں نشانی ﴿ انبیاء کرام پر شرک کا فتویٰ لگانا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ" ﴿سورہ النساء آیت: ۸۰﴾

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے بیشک اللہ کی اطاعت کی۔

شان نزول

مفسر شہیر علامہ فخر الدین رازی (سن وصال 606ھ) اپنی شہرہ آفاق "تفسیر کبیر" میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی اس نے درحقیقت اللہ عزوجل سے محبت کی اور جس نے میری اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ عزوجل کی اطاعت کی منافقوں نے کہا یہ ہمیں غیر اللہ کی عبادت سے روکتے ہیں حالانکہ یہ خود شرک کے قریب ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسا کہ عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم کو مان رب مانا اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا:

"مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ" ﴿سورہ النساء آیت: ۸۰﴾

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے بیشک اللہ کی اطاعت کی۔

﴿تفسیر کبیر و تفسیر خازن﴾

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کو مشرک کہنے والا منافق ہوتا ہے اس سے ہمیں

منافقوں کی ایک نشانی کا پتہ چل گیا اب موجودہ دور کے منافقین کی پہچان آسان ہو گئی

حضرت آدم علیہ السلام پر شرک کا فتویٰ

شیخ محمد بن عبد الوہاب نے "کتاب التوحید" میں یہ موضوع روایت درج کی کہ:

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فلما ء اتهما صالحا جعلا له شرکاء کی تفسیر میں کہا: کہ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہا السلام آپس میں ملے تو حضرت حوا حاملہ ہو گئیں تو شیطان ان دونوں کے پاس آیا اور کہا میں وہی ہوں جس نے تمہیں جنت سے نکالا تھا تم میری بات مان کر اپنے بچے کا نام عبد الحارث رکھو ورنہ اس کے سر پر بارہ سنگا کے دو سینگ بنادوں گا جس کے ذریعہ وہ تمہارا پیٹ چیر کر باہر نکلے گا انہوں نے اس کی بات نہ مانی تو وہ بچہ مردہ حالت میں پیدا ہوا دوسری مرتبہ پھر حاملہ ہوئیں شیطان نے پھر اسی طرح کہا لیکن انہوں نے بات نہ مانی تو بچہ مردہ پیدا ہوا تیسری مرتبہ پھر حاملہ ہوئیں شیطان نے پھر آ کر بہکانا شروع کیا اس مرتبہ وہ شیطان کے بہکاوے میں آ گئے اور بچے کی محبت ان پر غالب آ گئی اور اس کا نام عبد الحارث رکھ دیا (ابن ابی حاتم)

شیخ محمد بن عبد الوہاب نے "کتاب التوحید" میں قتادہ تابعی کی طرف یہ قول منسوب کیا

(شرکاء فی طاعته ولم یکن فی عبادته)

ان دونوں یعنی حضرت آدم اور حضرت حوا علیہا السلام نے اطاعت میں شرک کیا عبادت میں شرک نہیں کیا (نعوذ باللہ)

﴿کتاب التوحید عربی ص:۱۳۱، باب فلما ء اتهما صالحا جعلا له شرکاء﴾

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

یہ روایت اہل کتاب بنی اسرائیل کے آثار سے ہے اور اہل کتاب کی روایات تین قسمیں ہیں بعض وہ ہیں جن کا صحیح ہونا ہمیں کتاب و سنت معلوم ہے اور بعض وہ ہیں جن کا

کذب ہمیں کتاب وسنت معلوم ہے اور بعض وہ ہیں جن کا کذب یا صدق متعین نہیں
ہے اور اس روایت کا کذب ہمیں معلوم ہے کیونکہ اگر دونوں میاں بیوی سے مراد حضرت
آدم اور حضرت حوا علیہم السلام ہوں تو لازم آئے گا کہ وہ دونوں مشرک ہوں اور حضرت
آدم علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں اور معصوم ہیں ان کا شرک کرنا عادتاً محال ہے اور امام عبد
الرزاق کی روایت کلبی سے ہے اور اس کا حال سب کو معلوم ہے۔

﴿تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۲۶۵ مطبوعہ دارالاندلس بیروت﴾

ابن کثیر نے اس روایت کو من گھڑت قرار دیا ہے حیرت ہے کہ ایسی جھوٹی روایات
توحید کے نام پر لوگوں میں پھیلائی جارہی ہیں اور علماء خاموش ہیں

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

ہم اس مسئلہ میں امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر ہیں کہ اس آیت میں حضرت
آدم اور حضرت حوا علیہم السلام مراد نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد مشرکین اور ان کی اولاد ہے اسی
لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ) تو اللہ کو برتری ہے ان کے
شرک سے۔ کیونکہ یُشْرِکُوْنَ جمع کا صیغہ ہے اور آدم اور حوا علیہم السلام کے لئے تثنیہ کا صیغہ
ہونا چاہیے تھا۔ ﴿تفسیر ابن کثیر﴾

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور وہ دنیا سے شرک
مٹانے کے لئے آتے ہیں ایسی ہر روایت جو انبیاء کرام علیہم السلام کو گنہگار یا مشرک ثابت
کرے مردود اور من گھڑت ہے انبیاء کرام علیہم السلام اور مسلمانوں کو مشرک قرار دینے کا نام
اگر توحید ہے تو ایسی توحید سے ہماری ہزار بار توبہ۔ جس روایت کا سہارا لے کر اللہ کے نبی
کو مشرک کہا وہ اسرائیلی موضوع من گھڑت ہے موضوع روایات پر اپنے مذہب کی بنیاد
رکھنا یہ ابن عبدالوہاب کا ہی کام ہے، اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ جس روایت سے انبیاء
کرام علیہم السلام معصوم نہ رہتے ہوں وہ روایت مردود ہے اگرچہ بخاری اور مسلم یا صحاح ستہ
میں لکھی ہو کیونکہ ہمارا ایمان قرآن پر ہے اور ہم ہر اس حدیث کو مانتے ہیں جو قرآن کے

موافق ہو قرآن فرماتا ہے ﴿وَلَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾
اگر انبیاء علیہم السلام شرک کرتے تو ان کے اعمال ضائع ہو جاتے۔

﴿سورۃ الانعام آیت: ۸۸﴾

شیطان نے کہا تھا

وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿سورہ الحجر: ۳۹-۴۰﴾
میں ان سب کو بے راہ کردوں گا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ﴿سورہ بنی اسرائیل آیت: ۶۵﴾
بے شک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں اور بعض اولیاء محفوظ۔ معصوم وہ جو گناہ نہ
کر سکے محفوظ وہ جو گناہ کر تو سکے مگر کرے نہیں، نبوت کے لئے عصمت لازم ہے مگر
ولایت کے لئے حفاظت لازم نہیں جسے رب چاہے محفوظ رکھے جیسے خلفاء راشدین
وغیرہم۔ ﴿تفسیر نور العرفان﴾

علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور منافقین کی نشانیاں

مولنا حضرت حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں

واقف غیب کا ارشاد سناؤں جس نے ☆ کھول دی تجھ سے بہت پہلے حقیقت تیری
زلزلے نجد میں پیدا ہوں فتن برپا ہوں ☆ یعنی ظاہر ہو زمانہ میں شرارت تیری
ہو اسی خاک سے شیطان کی سنگت پیدا ☆ دیکھ لے آج ہے موجود جماعت تیری
سر منڈے ہوں گے تو پاجامے گھٹنے ہونگے ☆ سر سے پا تک یہی پوری ہے شباہت تیری
ادعا ہوگا حدیثوں پہ عمل کرنے کا ☆ نام رکھتی ہے یہی اپنا جماعت تیری
اُن کے اعمال پہ رشک آئے مسلمانوں کو ☆ اس سے تو شاد ہوئی ہوگی طبیعت تیری
لیکن اُترے گا نہ قرآن گلوں سے نیچے ☆ ابھی گھبرا نہیں باقی ہے حکایت تیری

نکلیں گے دیں سے یوں جیسے نشانہ سے تیر☆ آج اُس تیر کی تخچیر ہے سنگیت تیری
اپنی حالت کو حدیثوں سے مطابق کر لے☆ آپ کھل جائیگی پھر تجھ پہ خباثت تیری
خاک منہ میں تیرے کہتا ہے کسے خاک کا ڈھیر☆ مٹ گیا دین ملی خاک میں عزت تیری
تیرے نزدیک ہوا کذب الٰہی ممکن☆ تجھ پہ شیطان کی پھٹکار یہ ہمت تیری
علم شیطاں کا ہوا علم نبی سے زائد☆ پڑھوں لاحول نہ کیوں دیکھ کے صورت تیری
بزم میلاد ہو کانا کے جنم سے بدتر☆ ارے اندھے ارے مردود یہ جراءت تیری
علم غیبی میں مجانین و بہائم کا شمول☆ کفر آمیز جنوں زا ہے جہالت تیری
یادِ خر سے ہو نمازوں میں خیال ان کا برا☆ اُف جہنم کے گدھے اُف یہ خرافت تیری
اُن کی تعظیم کرے گا نہ اگر وقتِ نماز☆ ماری جائے گی تیرے منہ پہ عبادت تیری
کھلے لفظوں میں کہے قاضی شوکاں مددے☆ یا علی سن کے بگڑ جائے طبیعت تیری
ہم جو اللہ کے پیاروں سے اعانت چاہیں☆ شرک کا چرک اُگلنے لگی ملت تیری

(۱۶) سولہویں نشانی

بے ادب لوگ حضور ﷺ کے والدین اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کو بھی مسلمان نہیں سمجھتے آپ کسی بھی بے ادب کی پہچان کرنا چاہیں تو اس سے حضور ﷺ کے والدین کریمین کے متعلق سوال کریں اگر وہ ان کے متعلق زبان درازی کرے یا ان کی شان میں گستاخی کرے تو سمجھ لیں کہ اس کا تعلق کس گروہ سے ہے۔

اگر خدانخواستہ ہم حضور ﷺ کے والدین کریمین کو مسلمان نہ سمجھیں تو یہ بات قرآن کے خلاف ہے کیونکہ آپ کے والدین بلکہ تمام آباؤ اجداد کا مومن موحد ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کے والد کا مومن موحد ہونا بھی قرآن سے ثابت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد دعا مانگ رہے ہیں

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بیشک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اے رب ہمارے اور بھیج ان میں سے ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت کرے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا کرے بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ ﴿سورہ بقرہ آیت: 128-129﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی کہ ہماری اولاد میں سے ایک امت مسلمہ رہے اور پھر دوسری آیت میں یہ دعا ہے کہ اسی امت مسلمہ سے ایک رسول بھیج۔ یعنی اس امت مسلمہ میں نبی آخر الزماں کو بھیج دے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ امت مسلمہ میں پیدا ہوئے اور حضور ﷺ کے آباؤ اجداد مومن موحد تھے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین بلکہ تمام آباؤ اجداد کو شرک، کفر، اور زنا سے پاک صاف رکھا۔

رسول اللہ ﷺ کے والدین اہل فترت سے تھے

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے سوا ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا۔ اس بناء پر اس نبی کی ذریت اور اس قوم کے سوا سب لوگ اہل فترت ہونگے اور والدین کریمین عیسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے نہ تھے، نہ ان کی قوم سے، اس لئے یہ بات ہر قسم کے شک وشبہ سے

بالاتر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین اہل فترت سے تھے اور اہل فترت کے نجات یافتہ ہونے پر درج ذیل آیات دلالت کرتی ہیں۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ ﴿سورہ اسراء آیت:۱۵﴾

ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ رسول کو نہ بھیج دیں۔

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى۔ ﴿طٰہٰ آیت : 134﴾

اور اگر ہم ان کو اس سے پہلے عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف رسول کیوں نہیں بھیجا تا کہ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے تیری آیات کی پیروی کر لیتے۔

قرآن مجید کی ان آیات سے واضح طور معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ جب تک کسی قوم میں نبی نہ بھیجے اسوقت تک ان کو مکلف قرار دیتا ہے نہ ان کو مستحق عذاب قرار دیتا ہے اور یہی لوگ اہل فترت ہیں اور از روئے قرآن نجات یافتہ ہیں، اس اصول کے اعتبار سے رسول اکرم ﷺ کے والدین نجات یافتہ قرار پائے۔ ﴿الحاوی للفتاوی 2/202-210﴾

آپ ﷺ کے تمام آباء اور امہات اہل ایمان سے ہیں

اس پر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ قرآن مجید میں ہے

اَلَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ۔ ﴿سورۃ الشعراء : 219﴾

وہ جو تمہیں دیکھتا رہتا ہے خواہ تم قیام میں ہو خواہ ساجدین میں منتقل ہو رہے ہو۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''اسرار التنزیل'' میں یہ تقریر کی کہ رسول اللہ ﷺ کا نور ساجدین میں سے ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا ہے یعنی آپ کے تمام آباء اور امہات اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والے

اور مؤمن تھے اور اس کی تائید رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے لَمْ اَزَلْ اُنْقَلُ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ اِلٰى اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ آپ کے تمام آباء اور امہات سجدہ گزار، طیب وطاہر اور مؤمن تھے۔

اس نظریہ پر دوسری دلیل یہ ہے کہ روئے زمین کبھی اہل ایمان سے خالی نہیں رہی اور آپ کا نور ہر دور کے بہترین بنو آدم میں رہا از روئے قرآن اہل ایمان سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ بندۂ مومن مشرک سے بہتر ہے ﴿سورہ بقرہ : 221﴾ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کا نور ہر دور کے مومنوں میں گردش کرتا رہا جس سے ثابت ہوا کہ ہر دور میں آپ کے والدین کریمین مومن تھے۔

زمین کبھی اہل ایمان سے خالی نہیں رہی اس پر دلیل یہ ہے کہ امام عبدالرزاق نے مصنف میں ابن مسیب سے روایت کیا کہ قال علي رضي الله عنه لم يزل على وجه الدهر في الأرض سبعة مسلمون فصاعدا فلولا ذلك هلكت الأرض ومن عليها حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیشہ روئے زمین پر کم از کم سات مسلمان رہے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اور زمین والے سب ہلاک ہو جاتے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کی سند ''بخاری اور مسلم'' کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور یہ بات اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے لیکن چونکہ محض عقل سے یہ بات نہیں کہی جا سکتی اس لئے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔

رہا یہ کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ بنو آدم کے بہترین افراد امت سے مبعوث ہوئے اس پر دلیل یہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۵

و عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِي آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ مِنْهُ۔ ﴿بخاری: 3557 مشکوۃ: 5739﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہر زمانہ میں بہترین لوگوں میں مبعوث ہوتا رہا حتیٰ کہ ان لوگوں میں مبعوث ہوا جن میں ہوں۔

حدیث نمبر ۱۶

عَنِ الْعَبَّاسِ رضی الله عنه اَنَّهٗ جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَكَاَنَّهٗ سَمِعَ شَيْئًا فَقَامَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: مَنْ اَنَا ؟ فَقَالُوْا: اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ السَّلَامُ ، قَالَ: اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ. اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ ، ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ قَبِيْلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ بَيْتًا فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَيْتًا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک خبر پہنچی تھی کہ بعض لوگ ہمارے نسب پاک میں طعن کرتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر قیام فرما کر پوچھا بتاؤ میں کون ہوں؟ سب نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا سلام ہو فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔..... اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ہم کو بہتر مخلوق میں سے کیا..... پھر ان کے دو حصے کئے (عرب و عجم) تو ہم کو ان سے بہتر یعنی عرب میں سے کیا..... پھر عرب کے چند قبیلے بنائے ہم کو ان کے بہتر یعنی قریش میں سے کیا..... پھر قریش کے چند خاندان بنائے ہم کو انکے سب سے بہتر خاندان یعنی بنی ہاشم میں سے کیا

.....تو میں اُن سب میں ذات کے لحاظ سے بہتر ہوں اور خاندان کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں۔ ﴿ترمذی حدیث: ۳۶۰۸ ،مشکوۃ حدیث: ۵۷۵۷ کتاب الفضائل﴾

ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک خیر ابوین میں رکھا ہے اور خیر بہر حال مومن ہے اور مشرکین نجس ہیں اس لئے آپ کے سلسلہ نسب کے تمام والدین مومن تھے۔

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ آپ کے سلسلہ نسب کے تمام والدین مومن تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جو آپ کے آباء میں سے ہیں ان کے والد کو بھی مومن ہونا چاہئے تھا حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر نص قرآن سے کافر ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ لغت عرب اور قرآن وحدیث میں ''اب'' کا اطلاق چچا پر ہوتا ہے اور اہل تاریخ کی تصریحات سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارخ تھے اور آزر آپ کے چچا تھے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ''اسرار التنزیل'' میں لکھا ہے: کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں چچا تھے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کافر نہیں تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ

وہ جو تمہیں دیکھتا رہتا ہے خواہ تم قیام میں ہو خواہ ساجدین میں منتقل ہو رہے ہو ﴿سورۃ الشعراء: 219﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ساجدین میں سے ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ سب مشرکین محض نجس ہیں۔ ﴿سورۃ التوبہ آیت: 28﴾

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَمْ اَزَلْ اُنْقَلُ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ اِلَى اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا

ہوں۔اس لئے واجب ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد میں سے کوئی مشرک نہ ہو۔

اس پر مزید دلیل یہ ہے کہ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چچا آزر کے لئے استغفار کرتے رہے لیکن جب وہ کفر پر فوت ہو گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے بیزار ہو گئے اور پھر ان کے لئے استغفار نہیں کیا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ابراہیم کا اپنے چچا کے لئے استغفار کرنا اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو چچا نے ان سے کیا تھا جب انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کا چچا اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔﴿توبہ:114﴾ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ محمد بن کعب، قتادہ، مجاہد اور حسن وغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کی حیات میں اس کے ایمان کی توقع رکھتے تھے اور جب وہ شرک پر فوت ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے بیزار ہو گئے اس کے بعد نار نمرود کا واقعہ پیش آیا اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی اور وہاں حضرت سارہ کی وجہ سے ظالم بادشاہ کا واقعہ پیش آیا جس کے نتیجے میں حضرت ہاجرہ آپ کو بطور باندھی ملیں پھر آپ شام کو لوٹ گئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ہاجرہ اور ان کے فرزند سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں ٹھہرایا جہاں حسب قرآن آپ نے یہ دعا کی اے اللہ میں نے اپنی اولاد کو ایک بنجر وادی میں ٹھہرا دیا اور اس کے بعد یہ دعا مانگی "اے ہمارے رب میری مغفرت کر اور میرے والدین کی اور قیامت کے دن تمام مسلمانوں کی"۔﴿سورہ ابراہیم آیت:۴۱﴾

اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا کے ہلاک ہونے کے کافی عرصہ بعد اپنے والدین کے لئے مغفرت کی دعا کی جس سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں جس کے کفر اور جس کے استغفار سے بیزاری کا ذکر کیا گیا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے والد نہ تھے کیونکہ اگر والد ہوتے تو بعد میں ان کے لئے استغفار نہ کرتے۔اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں جس آزر کے نام اور "اب" کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے وہ آپ کے چچا ہیں۔﴿الحاوی للفتاوی 2/213-215﴾

ایک اشکال کا جواب

ایک اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میرا باپ کہاں ہے آپ ﷺ نے فرمایا فی النار "جہنم میں" جب وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے اس کو بلایا اور فرمایا: اِنَّ اَبِی وَاَبَاکَ فِی النَّارِ میرا باپ اور تیرا باپ جہنم میں ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بھی باپ سے مراد چچا ہے

کیونکہ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹوں سے کہا ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الھک والہ آبائک ابراھیم واسماعیل واسحق میرے بعد کس کی عبادت کرو گے انہوں نے کہا ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے اور آپ کے آباء ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کے معبود کی۔﴿سورہ بقرہ:133﴾

حضرت یعقوب علیہ السلام کے باپ کا نام اسحاق علیہ السلام ہے اور اسماعیل علیہ السلام چچا ہیں اور ابراہیم علیہ السلام دادا ہیں لیکن ان سب کو "آباء" کہا گیا ہے۔معلوم ہوا کہ چچا پر بھی "اب" کا اطلاق ہوتا ہے۔ہاں! والد سوائے باپ کے کسی پر نہیں بولا جاتا اور حضور ﷺ نے "اب" کا لفظ استعمال فرمایا ہے "والد" کا لفظ نہیں بولا جس سے ثابت ہو گیا کہ اس سے آپ کے چچا ابو طالب مراد ہیں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جامع اور کلی جواب یہ دیا ہے کہ جو احادیث بظاہر والدین کریمین کے ایمان اور ان کی مغفرت کے خلاف ہیں ان سب کا حکم قرآن کریم کی اس آیت سے منسوخ ہے۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا

ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ رسول کو نہ بھیج دیں۔

﴿سورہ اسراء آیت:۱۵﴾

﴿شرح مسلم سعیدی 2/872-868 تفسیر تبیان القرآن 1/540﴾

(۱۷) سترھویں نشانی: بے ادب لوگ حیات النبی ﷺ کے منکر ہیں

بے ادبوں کا عقیدہ یہ ہے حضور ﷺ تو (نعوذ باللہ) مردہ ہیں آپ کا صرف دین باقی ہے

لیکن اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے

؎ تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ...... میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

چنانچہ اسماعیل دہلوی صاحب لکھتے ہیں نبی مر کر مٹی میں مل گئے ہیں (تقویۃ الایمان)

اور سعودی عرب کے سکولوں میں پڑھائی جانے والی کتابوں میں یہ عقیدہ درج ہے میرے سامنے پرائمری گرلز سکول کی تیسری جماعت کی کتاب التوحید ہے جس کا نام ہے ''مقرر التوحيد للسنة الثالثة الابتدائيه'' اس کا صفحہ نمبر گیارہ ہے

س: إذا قيل لكِ من نبيك؟

ج: فقولي :محمد بن عبد الله بن عبد المطلب ﷺ

س: إذا قيل لكِ هل هو ميت أم حي؟

ج: فقولي : ميتٌ و دينه باق إلى يوم القيامة ،

جب تجھ سے کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ مردہ ہیں یا زندہ تو تو جواب میں کہہ کہ وہ تو مردہ ہیں لیکن ان کا دین قیامت تک باقی ہے۔

اس عقیدہ کو اگر صحیح تسلیم کرلیا جائے تو قرآن پر ایمان نہیں رہتا۔ کیونکہ قرآن اعلان کر رہا ہے کہ شہید زندہ ہیں ان کو مردہ مت کہو ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات بل أحياء ولكن لا تشعرون ﴿سورہ بقرہ آیت: 154﴾

اور دوسری جگہ ان کو مردہ گمان کرنے سے بھی روک دیا گیا فرمایا وہ زندہ ہیں انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل أحياء عند ربهم يرزقون۔ ﴿سورہ آل عمران آیت: 169﴾

مودودی کا شہداء کی زندگی کا انکار

اسی طرح جماعت اسلامی کے مودودی صاحب نے انبیاء اولیاء اور شہداء کی زندگی کا انکار کیا ہے جو صریح قرآن کے خلاف ہے۔

چنانچہ وہ سورۃ النحل آیت نمبر ۱۹-۲۰ کی تفسیر میں لکھتا ہے من دون اللہ سے مراد انبیاء، اولیاء، شہداء صالحین اور دوسرے غیر معمولی انسان ہی ہیں جن کو عالی داتا، مشکل کشا، فریاد رس، غریب نواز، گنج بخش اور نہ معلوم کیا کیا قرار دے کر اپنی حاجت روائی کے لئے پکارنا شروع کر دیتے ہیں۔ ﴿تفہیم القرآن جلد ۲ ص ۵۳۲﴾

قرآن تو کہہ رہا ہے شہید زندہ ہیں اور نبی شہید کیا ساری مخلوق سے افضل ہیں تو جو ان کو مردہ کہے کیا اس کا قرآن پر ایمان رہے گا؟

حدیث نمبر ۱۷

انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں

عن أوس بن أوس رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ قُبِضَ وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ يَقُولُونَ بَلِيتَ فَقَالَ إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے بہترین دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے اس دن میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی میں وفات دیئے گئے اور اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اسی میں بے ہوشی ہے لہٰذا اس دن میں مجھ پر درود زیادہ پڑھو کیونکہ تمہارے درود مجھ پر پیش ہوتے ہیں لوگ بولے یارسول اللہ

ہمارے درود آپ پر کیسے پیش ہوں گے آپ تو رمیم ہو چکے ہوں گے (یعنی گلی ہڈی) آپ نے فرمایا: اللہ تعالی نے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔

﴿ابوداود حدیث (۱۰۴۷) کتاب الصلاۃ باب فضل یوم الجمعۃ﴾

﴿ابن ماجۃ ۱۶۳۶،نسائی ۱۳۷۳،مشکاۃ حدیث (۱۳۶۱) کتاب الصلاۃ باب یوم الجمعۃ﴾

اس حدیث کو ناصر الدین البانی نے صحیح قرار دیا ہے

اب جو انبیاء کرام کو مردہ کہے کیا اس کا اس حدیث پر ایمان رہے گا؟

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً ○ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

حدیث نمبر ۱۸

انبیاء کرام زندہ بھی ہیں اور رزق بھی دیئے جاتے ہیں

عن أبی الدرداء رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

أَكْثِرُوْا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ صَلَاتُهُ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ وَبَعْدَ الْمَوْتِ إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن زیادہ درود پڑھو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر کوئی درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے حتی کہ اُس سے فارغ ہو جائے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کیا موت کے بعد بھی فرمایا اللہ تعالی نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے پس اللہ کا نبی زندہ ہے روزی بھی دیا جاتا۔ ﴿ابن ماجہ حدیث (۱۶۳۷) مشکوۃ حدیث (۱۳۶۶)

﴿الجامع الصغیر: ۳۰ ۱۴۰ /علامہ سیوطی نے اسے حسن کہا ہے﴾

حدیث نمبر ۱۹

ہر امتی کا درود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرماتے ہیں

عن أبی الدرداء رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ إِلَّا بَلَغَنِيْ صَوْتُهُ حَيْثُ كَانَ قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِيْ إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم میں سے جو شخص مجھ پر دورد پڑھتا ہے اس کے درود کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ جہاں میں کہیں بھی ہو ہم نے عرض کیا وصال کے بعد بھی؟ فرمایا ہاں بیشک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کرام کے جسموں کو کھائے۔

﴿طبرانی جلاء الافہام ص: ۱۲۷ حدیث ابی الدرداء الباب الاول﴾

حدیث نمبر ۲۰

عن أنس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

﴿سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ از ناصر الدین البانی حدیث: ۶۲۱/ بیہقی فی حیاۃ الانبیاء﴾

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ ☆ میرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

باب نمبر دوم

بے ادبوں کا انجام

آیت نمبرا

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

﴿سورہ توبہ (۶۵-۶۶) پارہ (۱۰) رکوع (۱۳)﴾

اور اے محبوب ﷺ اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم یونہی ہنسی کھیل کر رہے تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کے رسول سے ہنستے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ہو مسلمان ہو کر

شانِ نزول

ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

کسی کی اونٹنی گم ہو گئی اس کی تلاش تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے اس پر ایک منافق بولا محمد رسول اللہ ﷺ بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے (وما یدریہ بالغیب) محمد غیب کیا جانیں اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری ﴿کیا اللہ اور اس کے رسول سے ہنستے ہو بہانے نہ بناؤ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہو چکے ہو﴾۔

﴿تفسیر امام ابن جریر ☆ تفسیر در منثور امام جلال الدین سیوطی (تمہید ایمان از اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۰-۳۱﴾

مسلمانو! دیکھو محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے سے کہ وہ غیب کیا جانیں کلمہ گوئی کام نہ آئی اور اللہ نے صاف فرما دیا بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ہو مسلمان ہو کر یہاں سے وہ حضرات بھی سبق لیں جو رسول اللہ ﷺ کے علوم غیب کے مطلقاً منکر

ہیں اور معلوم ہوا حضور کی گستاخی کفر ہے اگر چہ گستاخی کی نیت نہ کرے کیونکہ استہزاء کو کفر قرار دیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا گستاخ مرتد ہے۔

﴿تفسیر نور العرفان: ۳۱۴﴾

جن منافقین کا اس آیت میں ذکر ہے انہوں نے ایک دفعہ نبی ﷺ کے علم غیب کا مذاق اڑایا تھا کہ بھلا حضور کب روم پر غالب آ سکتے ہیں (تفسیر قرطبی) اس گستاخی کو رب کی آیتوں کی گستاخی قرار دے کر ان کے کفر کا فتویٰ صادر کیا کس نے؟ کسی مولوی نے نہیں! بلکہ خود اللہ عزوجل شانہ نے۔ ﴿علم القرآن﴾

بالکل اسی انداز سے اسماعیل دہلوی لکھتا ہے

کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے یا فلانے کی شادی کب ہو گی یا فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ ورسول ہی جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر

﴿تقویۃ الایمان الفصل الخامس فی ذکر رد الاشراک فی العادات ص ۵۵ میر محمد کتب خانہ کراچی﴾

آیت نمبر۲

منافقین اور مسلمین کا اتحاد ناممکن ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ ﴿سورہ آل عمران آیت (۱۷۹) پارہ (۴) رکوع (۹)﴾

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے سے اور اللہ کی شان یہ نہیں اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دیدے ہاں! اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے

حدیث (۱۵)

نبی کریم ﷺ کے علم کا انکار منافقین کا طریقہ ہے

قال السدی قال رسول اللہ ﷺ:

عُرِضَتْ عَلَيَّ أُمَّتِيْ فِي صُوَرِهَا فِي الطِّيْنِ كَمَا عُرِضَتْ عَلٰى آدَمَ وَأُعْلِمْتُ مَنْ يُّؤْمِنُ بِيْ وَمَنْ يَّكْفُرُ بِيْ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْمُنَافِقِيْنَ، فَقَالُوْا: اسْتِهْزَاءً زَعَمَ مُحَمَّدٌ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرُ مِمَّنْ لَمْ يُخْلَقْ بَعْدُ وَنَحْنُ مَعَهٗ وَمَا يَعْرِفُنَا، فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِيْ عِلْمِيْ، لَا تَسْئَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ فِيْ مَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّاعَةِ إِلَّا أَنْبَأْتُكُمْ بِهٖ، فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ، فَقَالَ مَنْ أَبِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: حُذَافَةُ فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا وَبِكَ نَبِيًّا فَاعْفُ عَنَّا عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ

رسول کریم ﷺ نے فرمایا خلقت وآفرینش سے قبل جبکہ میری امت مٹی کی شکل میں تھی اُسی وقت وہ میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا کون مجھ پر ایمان لائیگا کون کفر کریگا یہ خبر جب منافقین کو پہنچی تو انہوں نے براہ استہزاء کہا کہ محمد ﷺ کا گمان ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے انکے ایمان وکفر کے متعلق جانتے ہیں باوجودیکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہمیں نہیں پہچانتے اس پر سید عالم ﷺ نے منبر پر قیام فرما کر اللہ تعالی کی حمد وثنا کے بعد فرمایا اُن لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں آج سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اُس میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا تم مجھ

سے سوال کرو اور میں تمہیں اس کی خبر نہ دے دوں حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا میرا باپ کون ہے یارسول اللہ (ﷺ)! فرمایا: حذافہ۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! ہم اللہ کی ربوبیت پر راضی ہوئے، اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوئے، قرآن کے امام ہونے پر راضی ہوئے، آپ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے، ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم باز آؤ گے، کیا تم باز آؤ گے، پھر منبر سے اُتر آئے اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿تفسیر خازن ارہ نمبر ۴ زیر آیت ”مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ“﴾

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سید عالم ﷺ کو قیامت تک کی تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا گیا اور حضور ﷺ کے علم غیب میں طعن کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔

﴿تفسیر خزائن العرفان ص ۱۰۸﴾

اب جو کہے کہ (معاذ اللہ) اکثر صحابہ چُھپے ہوئے منافق تھے جو حضور کے بعد خلیفہ بھی بن گئے وہ اس آیت کا منکر ہے حضور نے وفات سے بہت پہلے مخلص، منافق علیحدہ کر کے دکھا دیئے تھے۔ ﴿تفسیر نور العرفان ص ۱۱۶﴾

اس سے معلوم ہوا نبی ﷺ کے علم کا انکار منافقین کا کام ہے اور اُسے تسلیم کرنا مومنوں کا جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر تسلیم ورضا کا اظہار کیا یہی مومن کی شان ہے اور اعتراض کرنا منافق کی پہچان۔

حدیث (۱۶)

منافقین کو رسوا کر کے مسجد سے نکال دیا گیا

عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ فِيْ خُطْبَتِهٖ (أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَافِقِيْنَ فَمَنْ سَمَّيْتُ فَلْيَقُمْ قُمْ يَا

فُلَانٌ قم یا فلان حَتّٰی عَدَّ سِتًّا وَثَلاثِیْنَ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا:- اے لوگو تم میں بعض منافق ہیں میں جس منافق کا نام لوں وہ کھڑا ہو جائے آپ ایک ایک کا نام لیتے گئے اے فلاں کھڑا ہو جائے اے فلاں کھڑا ہو جائے اے فلاں کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ آپ نے چھتیس منافقین کا نام لیا۔

﴿بیہقی / خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۱۷۴ باب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمنافقین / تفسیر روح المعانی﴾

حدیث (۱۷)

منافقین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کے منکر تھے

عن ثابت البنانی قال: اِجْتَمَعَ الْمُنَافِقُوْنَ فَتَكَلَّمُوْا بَيْنَهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم (إِنَّ رِجَالًا مِنْكُمْ اِجْتَمَعُوْا فَقَالُوْا كَذَا وَقَالُوْا كَذَا فَقُوْمُوْا فَاسْتَغْفِرُوا اللهَ وَاسْتَغْفِرُ لَكُمْ فَلَمْ يَقُوْمُوْا فَقَالَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ لَتَقُوْمُنَّ أَوْ لَأُسَمِّيَنَّكُمْ بِأَسْمَائِكُمْ، فَقَالَ: قُمْ يَا فُلَانُ فَقَامُوْا خَزَايَا مُتَقَنِّعِيْنَ

حضرت ثابت البنانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منافقین نے جمع ہو کر باہم گفتگو کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہت سے لوگ جمع ہوئے انہوں نے ایسا کہا اور ایسا کہا تم لوگ اُٹھو اور اللہ سے توبہ و استغفار کرو میں بھی تمہارے لیے دعائے مغفرت کرتا ہوں مگر منافقین نہیں اُٹھے (کیونکہ اُن کا عقیدہ تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا علم نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہی فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب تم لوگ اُٹھو میں تمہیں تمہارے نام سے پکارتا ہوں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے لے کر پکارا اور منافقین ذلیل وخوار منہ چھپائے ہوئے اُٹھے۔ ﴿خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۱۷۴ باب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمنافقین﴾

اس سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ منافقین اللہ کی توحید کے قائل تھے لیکن حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کے منکر تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم لوگ اُٹھو اور اللہ سے توبہ و استغفار کرو میں بھی تمہارے لیے دعائے مغفرت کرتا ہوں'' مگر منافقین نہیں اُٹھے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کے قائل ہوتے تو عرض کرتے یا رسول اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام)! ہمارے لئے استغفار کریں جیسا کہ صحابہ کہتے تھے انہوں نے ایسا نہیں کیا، تو پتہ چل گیا کہ وہ وسیلہ کے منکر تھے آج بھی جو وسیلہ کا منکر ہے وہ انہی کے طریقہ پر ہے۔

جس دن سے یہ مسجد سے نکالے گئے اُس دن سے ان کو آرام وچین نہیں، ان کی نیندیں اُڑ گئی ہیں، ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں، بستر کاندھے پر ہے اور چنے کی دال جیبوں میں ہے، پھر رہے ہیں گلی گلی، گاؤں گاؤں، کہ ہم تو نکالے گئے، دوسروں کو بھی چین سے نہیں بیٹھنے دینگے

ٹھوکروں کے سوا اور پائے گا کیا ☆ جس کی منزل کا کوئی نہ ہو رہنما
اپنی منزل پہ ہرگز نہ پہنچے گا وہ ☆ ہاتھ میں جس کے دامن تمہارا نہیں
جو ترے در سے یار پھرتے ہیں ☆ دربدریوں ہی خوار پھرتے ہیں
پھرکے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

میں آپ سے سوالیہ نشان بن کر پوچھتا ہوں جس منافق کو اللہ نے کافر قرار دیا تھا اس نے کیا کہا تھا؟ صرف اتنی بات کہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کیا جانیں اور جن منافقین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے مسجد سے نکالا تھا انہوں نے کیا کہا تھا؟ صرف اتنی بات کہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے نفاق کا علم نہیں اُن میں کوئی ایسا تو نہیں تھا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ پاک کو بچوں اور جانوروں کے ساتھ تشبیہ دی ہو جیسا کہ اشرف علی تھانوی لکھا ہے ''دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و

عمرو بلکہ ہر صبی (بچے) مجنون (پاگل) حیوانات اور بہائم (چوپائیوں) کے لیے بھی
حاصل ہے" (حفظ الایمان اشرف علی تھانوی ص ۸)

اگر یہی بات کوئی اشرف علی تھانوی کے لئے لکھ دے کہ "تھانوی صاحب کا علم
جانوروں بچوں اور پاگلوں جیسا ہے" تو ان کے معتقدین غصہ میں آپے سے باہر ہو
جائیں لیکن مقام حیرت ہے کہ جو بات یہ اپنے عالم کے لئے پسند نہیں کرتے اسے امام
الانبیاء ﷺ کے لئے برداشت کرتے ہیں کیا یہی ایمان ہے یہ شخصیت پرستی اور فرقہ پرستی
نہیں تو اور کیا ہے؟

علم غیبی میں مجانین و بہائم کا شمول ☆ کفر آمیز جنوں زا ہے جہالت تیری

اُن میں کوئی ایسا تو نہیں تھا جس نے یہ کہا ہو "شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت
نص سے ثابت ہوئی فخر عالم ﷺ کی وسعتِ علمی کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام
نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"

(براہین قاطعہ خلیل احمد انبیٹھوی مصدقہ رشید احمد گنگوہی ص ۵۵)

خلاصہ اس کا یہ ہے شیطان اور ملک الموت کو تمام روئے زمین کا علم ہے اور یہ
(قرآن وحدیث) کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے لہٰذا شیطان و ملک الموت کے لیے
ایسا علم جو محیط روئے زمین ہو ماننا ضروری ہے لیکن حضور ﷺ کے لیے وسعتِ علم پر کوئی
نص نہیں ہے لہٰذا حضور ﷺ کے لیے ایسا علم ماننا شرک ہے۔

اسی حضرت مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

علم شیطاں کا ہوا علم نبی سے زائد ☆ پڑھوں لاحول نہ کیوں دیکھ کے صورت تیری

اسماعیل دہلوی نے لکھا:

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۳)

رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۵)

ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

(تقویۃ الایمان ص ۲۵) "نعوذ باللہ"

میں کہتا ہوں نبی کی شان میں ایسی ایسی گستاخانہ عبارتیں لکھنے والوں نے شیطان
اور منافقین کو پیچھے چھوڑ دیا ہے

یہ وہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اگر صحابہ ایسی عبارتیں سنتے تو ہرگز برداشت نہ کرتے جبکہ فاروق اعظم اور خالد بن
ولید رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کی تقسیم غنیمت پر اعتراض کرنے والے کے لیے قتل کی
اجازت طلب کی تھی۔ میرے پیارے سنیوں! نبی ﷺ کی عظمت پہ قربان ہونے والے
سنیوں! مجھے بتاؤ جب منافقین نے نبی ﷺ کے علم پر اعتراض کیا تھا تو نبی ﷺ اور صحابہ
نے اُن کے علم، کلمہ، نماز، روزہ، کو دیکھا تھا؟ نہیں! ہرگز نہیں۔ بلکہ ذلیل و خوار کر کے مسجد
سے نکال دیا تھا کیونکہ وہ سچے محب تھے تو اب وہ لوگ جن کی گستاخیاں منافقین سے بھی
زیادہ ہیں تو اُنہیں دوست بناتا ہے اور اُن سے رشتے ناطے کرتا ہے نبی کریم ﷺ کو کیا
منہ دکھائے گا کیا تو پیغام اعلیٰ حضرت بھول گیا ہے؟

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے غافل مسلمانوں ☆ تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں

پیغام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہر سنی کے نام

پیارے بھائیو! تم مصطفےٰ ﷺ کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو بھیڑیے تمہارے چاروں
طرف ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکادیں، تمہیں فتنہ میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ
جہنم لے جائیں، ان سے بچو اور دور بھاگو، دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری
ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فتنے ہوئے اور ان سب سے
نئے گاندھوی ہوئے (مودودیت ان سب کے بعد میں اُٹھنے والا فتنہ ہے) جنہوں نے
ان سب کو اپنے اندر لے لیا یہ سب بھیڑیے ہیں تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں ان
کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔

حضور اقدس ﷺ رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں حضور ﷺ سے صحابہ روشن ہوئے، اُن سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، اُن سے آئمہ مجتہدین روشن ہوئے، اُن سے ہم روشن ہوئے، اب ہم تم سے کہتے ہیں کہ نور ہم سے لے لو...... ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو...... وہ نور یہ ہے کہ اللہ ورسول کی سچی محبت، اُن کی تعظیم اور اُن کے دوستوں کی خدمت اور اُن کی تکریم اور اُن کے دشمنوں سے سچی عداوت، جس سے خدا ورسول کی شان میں ادنی توہین پاؤ، پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اُس سے جدا ہو جاؤ...... جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اُسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو (وصایا شریف رحسنین رضا)

سونا جنگل ، رات اندھیری ، چھائی بدلی کالی ہے
سونے والے جاگتے رہیو ، چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تاکی ہے ، اور تو نے نیند نکالی ہے
سونا پاس ہے سُونا بن ہے سونا زہر ہے اُٹھ پیارے
تو کہتا میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے
آنکھیں ملنا جھنجھلا پڑنا لاکھوں جمائی انگڑائی
نام پر اُٹھنے کے لڑتا ہے اُٹھنا بھی کچھ گالی ہے

اگر کوئی آدمی تجھے تیرے باپ یا تیری ماں کو گالی دے تو کیا تو اُسے سینے سے لگائے گا یا گالی کا جواب گالی سے اور اینٹ کا جواب پتھر دے گا اگر تو اُس کو سینے سے لگائے گا تو لوگ بے غیرت کہیں گے تو کیا وہ لوگ جنہوں نے اولیاء کرام صحابہ کرام نبی ﷺ کی آل اور نبی کریم ﷺ کی بے ادبیاں اور گستاخیاں کی ہیں ان کو دشمن سمجھے گا یا اُن سے رشتے ناطے کریگا جو لوگ اُن سے دوستیاں کرتے ہیں آخر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے

ہیں

؎ کتنا سادہ ہے اپنا اُصول دوستی کوثر ☆ جو ان سے لاتعلق ہے ہمارا ہو نہیں سکتا

پیغام برادر اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرے پیارے، مرے اپنے، مرے سُنی بھائی ☆ آج کرنی ہے مجھے تجھ سے شکایت تری
تجھ سے جو کہتا ہوں تو دل سے سُن ☆ انصاف بھی کر کرے اللہ کی توفیق حمایت تیری
گر ترے باپ کو گالی دے کوئی بے تہذیب ☆ غصہ آئے ابھی کچھ اور ہو حالت تیری
گالیاں دیں انھیں شیطاں لعین کے پیرو ☆ جن کے صدقے میں ہے ہر دولت ونعمت تیری
اُن کے دشمن سے تجھے ربط رہے میل رہے ☆ شرم اللہ سے کر کیا ہوئی غیرت تیری
تو نے کیا باپ کو سمجھا ہے زیادہ اُن سے ☆ جوش میں آئی جو اس درجہ حرارت تیری
اُن کے دشمن کو اگر تو نے نہ سمجھا دشمن ☆ وہ قیامت میں کریں گے نہ رفاقت تیری
اُن کے دشمن کا جو دشمن نہیں سچ کہتا ہوں ☆ دعویٰ بے اصل ہے جھوٹی ہے محبت تیری
بلکہ ایمان کی پوچھے تو ہے ایمان یہی ☆ اُن سے عشق اُن کے عدو سے ہو عداوت تیری
اہل سنت کا عمل تیری غزل پر ہو حسنؔ ☆ جب میں جانوں کہ ٹھکانے لگی محنت تیری

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا ☆ ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ ﷺ کی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ○ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ

اور جب اُن سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ ﷺ تمہارے لیے معافی چاہیں (بخشش کی دعا کریں) تو وہ اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔ ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے

گا بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

﴿سورہ منافقون (۵-۶) پارہ-۲۸ رکوع-۱۳﴾

شان نزول

غزوۂ مریسیع سے فارغ ہو کر جب نبی کریم ﷺ نے سر چاہ نزول فرمایا تو وہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجیر جہجاہ غفاری اور ابن ابی کے حلیف سنان بن وبر کے درمیان جنگ ہو گئی جہجاہ نے مہاجرین کو اور سنان نے انصار کو پکارا اس وقت ابن ابی منافق نے حضور سید عالم ﷺ کی شان میں بہت گستاخانہ اور بے ہودہ باتیں بکیں اور یہ کہا کہ مدینہ پہنچ کر ہم میں سے عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے اور اپنی قوم سے کہنے لگا کہ اگر تم انہیں اپنا جھوٹا کھانا نہ دو تو یہ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوں اب ان پر کچھ خرچ نہ کرو تا کہ یہ مدینہ سے بھاگ جائیں اُس کی یہ ناشائستہ گفتگو سُن کر زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو تاب نہ رہی انہوں نے اُس سے فرمایا کہ خدا کی قسم تو ہی ذلیل ہے اپنی قوم میں بغض ڈالنے والا اور سید عالم ﷺ کے سر مبارک پر معراج کا تاج ہے حضرت رحمٰن جل جلالہ نے انہیں عزت وقوت دی ہے ابن ابی کہنے لگا چپ میں تو ہنسی سے کہہ رہا تھا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے یہ خبر حضرت کی خدمت میں پہونچائی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ابن ابی کے قتل کی اجازت چاہی سید عالم ﷺ نے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں حضور انور ﷺ نے ابن ابی سے دریافت فرمایا کہ تو نے یہ باتیں کہی تھیں وہ مکر گیا اور قسم کھا گیا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کہا اُس کے ساتھی جو مجلس شریف میں حاضر تھے وہ کہنے لگے کہ ابن ابی بوڑھا شخص ہے یہ جو کہتا ہے ٹھیک ہی کہتا ہے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو شاید دھوکا ہوا ہو اور بات یاد نہ رہی ہو پھر جب اوپر کی آیات نازل ہوئیں ابن ابی کا جھوٹ ظاہر ہو گیا تو ابن ابی سے کہا گیا کہ جا سید عالم ﷺ سے درخواست کر حضور تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں تو گردن پھیری اور کہنے لگا کہ تم نے کہا ایمان لا تو میں ایمان لے آیا تم نے کہا زکوٰۃ دے تو میں نے زکوٰۃ دی اب یہی

باقی رہ گیا کہ محمد مصطفےٰ ﷺ کو سجدہ کروں اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ ﴿تفسیر خزائن العرفان﴾

اور جب اُن سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ ﷺ تمہارے لیے معافی چاہیں (بخشش کی دعا کریں) تو وہ اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں ☆ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اللہ انہیں ہر گز نہ بخشے گا بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا ﴿سورہ منافقون (۵) پارہ-۲۸ رکوع-۱۳﴾

یعنی اے محبوب میں انہیں بخشوں کیسے یہ تو آپ کے صحابہ کے دشمن ہیں اور لوگوں کو ان کی خدمت کرنے سے روکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کا دشمن کبھی نہ بخشا جائے گا، صحابہ کی خدمت ایمان کی سند ہے۔ ﴿تفسیر نور العرفان﴾

خیال رہے کہ حضور ﷺ کی یہ دعا قبول نہ ہونا حضور کی انتہائی تعظیم ہے مطلب یہ ہے کہ جو مردود خود کو آپ سے بے نیاز جانے اور آپ کے واسطہ کے بغیر ہم تک پہنچنا چاہے اور آپ اپنی رحمت سے اس کے لئے دعا کریں ہم نہ بخشیں گے، ہم تو صرف اسے بخشیں گے جو آپ کا نیاز مند ہو اور آپ کے وسیلے اور ذریعہ سے ہم تک پہنچے اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے

﴿اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائیں﴾ ﴿سورۃ النساء آیت آیت ۶۴﴾

یعنی اللہ کی رحمت اور بخشش حاصل کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی سفارش اور شفاعت ضروری ہے۔ اسی لئے عاشق کہتا ہے

کسی کو کچھ نہیں ملتا تیری عطا کے بغیر اور خدا بھی کچھ نہیں دیتا تیری رضا کے بغیر
وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی ﷺ
لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی ﷺ
بے ان کے واسطے خدا کچھ عطا کرے حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

پہلے کفار بھی رب کی توحید کے قائل تھے رب تعالیٰ فرماتا ہے

''اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین اور کام میں لگائے سورج اور چاند تو ضرور کہیں گے اللہ نے'' ﴿سورہ العنکبوت آیت:۶۱﴾

اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی حضور ﷺ کا انکار کر کے رب تعالیٰ کی توحید اور تمام صفات کا قائل ہو وہ مومن نہیں مشرک وکافر ہے دیکھو یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کو تمام صفات سے موصوف مانتے تھے پھر مشرک تھے کیونکہ حضور ﷺ کے انکاری تھے۔ شیطان اللہ کی توحید، صفات اور تمام ایمانیات کو مانتا ہے مگر پھر بھی کافر ہے مشرک ہے کیوں؟ نبی کے انکار کی وجہ سے۔ ﴿تفسیر نور العرفان ص:۶۴۴﴾

حدیث (۱۸)

بدعقیدہ اور بے ادب کے پاس بیٹھنے سے ایمان کو خطرہ ہے

عن أبي هريرة رضى الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : يَكُوْنُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ يَأْتُوْنَكُمْ مِنَ الأَحَادِيْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ'

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اخیر زمانہ میں جھوٹے دجال لوگوں کا ظہور ہوگا اور وہ تم کو ایسی احادیث سنائیں گے جن کو نہ تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے جس قدر ممکن ہو تم اُن سے دور رہنا اور اُن کو اپنے سے دُور رکھنا کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں فتنہ میں ڈال دیں۔

﴿مسلم حدیث: ۷ مشکاۃ حدیث: ۱۵۴ کتاب الایمان باب الاعتصام﴾

اس سے معلوم ہوا کہ بدمذہبوں سے بچنا ضروری ہے ان کی صحبت دین ایمان کے لئے خطرہ ہے۔

حدیث (۱۹)

بدعقیدہ کا درس قرآن وحدیث بھی سننا جائز نہیں

عنْ أسمَاءَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ : دَخَلَ رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ الأَهْوَاءِ عَلَى ابْنِ سِيْرِيْنَ فَقَالَا: يَا أَبَا بَكْرٍ نُحَدِّثُكَ بِحَدِيْثٍ قَالَ: لَا قَالَا: فَنَقْرَأُ عَلَيْكَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللهِ قَالَ: لَا لِتَقُوْمَانِ عَنِّي أَوْ لَأَقُوْمَنَّ قَالَ: فَخَرَجَا فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ : يَا أَبَابَكْرٍ وَمَا كَانَ عَلَيْكَ أَنْ يَقْرَأَ عَلَيْكَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللهِ قَالَ: إِنِّي خَشِيْتُ أَنْ يَقْرَأَ عَلَيَّ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللهِ فَيُحَرِّفَانِهَا فَيَقِرُّ ذٰلِكَ فِي قَلْبِي'

اسماء بن عبید بیان کرتے ہیں کہ بدمذہبوں میں سے دو شخص (امام بخاری ومسلم) کے استاد امام ابن سیرین کے پاس آئے اور کہا اے ابوبکر! ہم آپ کو ایک حدیث سنائیں آپ نے کہا نہیں انہوں نے کہا پھر ہم آپ کے سامنے کتاب اللہ سے ایک آیت پڑھیں آپ نے کہا: نہیں! تم یہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ ورنہ میں اٹھ جاؤنگا، سو وہ دونوں چلے گئے۔ کسی نے کہا اے ابوبکر! اگر وہ آپ کو قرآن مجید کی ایک آیت سنا دیتے تو کیا حرج تھا؟ آپ نے کہا: نہیں مجھے یہ خوف تھا کہ وہ میرے سامنے ایک آیت پڑھیں گے، پھر اس میں معنوی تحریف کرینگے، کہیں ان کی بیان کردہ باطل تاویل میرے دل میں بیٹھ نہ جائے۔ ﴿سنن داری حدیث-۳۹۹ تبیان القران سعیدی-۳/۵۳۵﴾

حضرات کہاں وہ امام وقت عظیم محدث جو علم وتقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے تعبیر الرؤیا کے امام اور امام بخاری اور مسلم کے استاد تھے بدمذہبوں سے اس قدر نفرت اور پرہیز اور کہاں آج کل نے نام نہاد مجتہد ماڈرن مولوی گستاخان رسول اور گستاخ صحابہ واہل بیت کو منبر رسول پر بٹھا کر اُن سے تقریریں سنتے ہیں اور لوگوں کو سناتے ہیں خود بھی گمراہ اور لوگوں کو بھی گمراہ کررہے ہیں حالانکہ ایسے لوگوں کو منبر پر بٹھانا ہی منبر کی توہین

ہے۔

اور اس سے وہ لوگ بھی عبرت حاصل کریں جو جاہل ہونے کے باوجود ہر محفل میں چلے جاتے ہیں اور جب ان کا ایمان اور عقیدہ برباد ہوتا ہے تو پتہ بھی نہیں چلتا

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

دور شو از اختلاط یار بد ☆ یار بد بدتر بود از مار بد

مار بد تنہا ہمیں بر جاں زند ☆ یار بد بر جان و بر ایماں زند

بدمذہب دوست کے میل جول سے دُور رہ کہ بدمذہب دوست زہریلے سانپ سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ بُرا سانپ صرف جان پر حملہ کرتا ہے لیکن بدمذہب جان و ایمان دونوں پر حملہ کرتا ہے۔

رو اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّار باش ☆ خاک بر دلداری اغیار پاش

دشمن دین نبی را خار دار ☆ بر سر منبر منہ بر دار دار

اے راہ حق پہ چلنے والے تو ہمیشہ کافروں پر سخت رہ اور غیروں کی دوستی پر خاک ڈال دے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے دشمن کو کانٹا سمجھو اور اُسے منبر پر جگہ مت دو بلکہ پھانسی دے دو۔

امام اہل سنت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

جب تک خدا جل جلالہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نہ رکھی جائے
اُس وقت تک خدا جل جلالہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت نہیں ہو سکتی۔

﴿مکتوب نمبر ۲۶۶ ج ۱/ ۳۲۵﴾

میری نظر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ نفرت و عداوت رکھنے کے برابر اس کو راضی کرنے والا کوئی عمل نہیں۔ ﴿مکتوب نمبر ۲۶۶ ج ۱/ ۳۲۶﴾

اُن کے دشمن کا جو دشمن نہیں، سچ کہتا ہوں دعویٰ بے اصل ہے جھوٹی ہے محبت تیری

بلکہ ایمان کی پوچھے تو ہے ایمان یہی اُن سے عشق اُن کے عدو سے ہو عداوت تیری

حدیث (۲۰)

صحابہ کا بے ادب و گستاخ ملعون ہے
اور اس کا ہر عمل باطل ہے

عن عویم بن ساعدۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:
إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ اخْتَارَنِي وَاخْتَارَ لِي أَصْحَابًا فَجَعَلَ لِي مِنْهُمْ وُزَرَاءَ وَأَنْصَارًا وَأَصْهَارًا لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِي فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے میرے صحابہ کو منتخب فرمایا اور ان میں سے میرے لئے وزراء، انصار (مددگار) اور اصہار (سسر) بنائے میرے صحابہ کو گالی نہ دی جائے جس نے ان کو گالی دی اس پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اُس کا نہ فرض قبول ہے اور نہ نفل۔

﴿المستدرک للحاکم جلد ۳ ص ۶۳۲ ☆ کتاب الشفا عربی جلد ۲ ص: ۳۰۸﴾

جب صحابہ کے گستاخ و بے ادب سے شادی بیاہ ممنوع ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرے اُس سے بدرجہ اولیٰ شادی بیاہ ممنوع ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا صحابہ کے بے ادب اور گستاخ کے ساتھ قطع تعلق واجب ہے تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ صحابہ کی شان زیادہ ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب گستاخ صحابہ کے پیچھے نماز جائز نہیں تو گستاخ رسول کے پیچھے بھی جائز نہیں۔

حدیث (۲۱)

بدعقیدہ اور بے ادب سے شادی بیاہ ممنوع ہے

عن انس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِي فَإِنَّهُ يَجِيءُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ يَسُبُّوْنَ أَصْحَابِي فَلَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ وَلَا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ وَلَا تُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا تُجَالِسُوْهُمْ وَإِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ.

وفی روایۃ ابن ماجۃ: وَإِنْ لَقِيْتُمُوْهُمْ فَلَا تُسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ کو گالی نہ دی جائے آخر زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو میرے صحابہ کو گالی دے گی تم ان کی نماز (جنازہ) نہ پڑھنا اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا (یعنی انکو امام نہ بنانا) ان سے شادی بیاہ نہ کرنا اور نہ اُن کے ساتھ نشست و برخاست رکھنا اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت بھی نہ کرنا۔

ابن ماجہ کی روایت میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اگر ملیں تو سلام نہ کرو

﴿کتاب الشفا عربی جلد ۲ ص (۳۰۸) (شرح شفا ملا علی قاری ص: ۵۵۵﴾

﴿کتاب الکبائر امام ذہبی کبیرہ نمبر ۷۰ ص ۲۵۰، الصواعق المحرقہ ص ۳ مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر﴾

﴿غنیۃ الطالبین ص ۲۸۸) (السنۃ للخلال جلد ۲ ص: ۴۸۳ حدیث ۷۶۹﴾

﴿ابن ماجہ حدیث: ۸۹﴾

شیخ علی قاری ’’شرح شفا‘‘ میں فرماتے ہیں (اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنے کا مطلب ہے تم ان کی امامت میں نماز نہ پڑھنا کیونکہ یہ بدمذہب ہیں (ان صلوا اماما فانھم اھل بدعۃ)

حدیث (۲۲)

اہل بیت اور صحابہ کرام سے محبت رکھنے والا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوگا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من احب الحسن والحسین فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی

جس نے حسن حسین رضی اللہ عنہما سے پیار کیا اُس نے مجھ سے پیار کیا اور جس نے اُن سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی رکھی۔ ﴿ابن ماجہ﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں کو پکڑ کر فرمایا:

من احبنی واحب ھذین واباھما وامھما کان معی فی درجتی یوم القیامۃ

جس نے مجھ سے محبت رکھی اور ان دونوں سے اور ان کے والدین سے محبت رکھی وہ قیامت کے میرے ساتھ میرے درجہ میں گا۔ ﴿احمد حدیث ۵۷۷﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من احب اصحابی وازواجی واھل بیتی ولم یطعن فی احد منھم وخرج من الدنیا علی محبتھم کان معی فی درجتی یوم القیامۃ

جس نے میرے صحابہ میری ازواج اور اہل بیت کرام سے محبت کی اور ان میں سے کسی پر زبان طعن دراز نہ کی اور ان کی محبت پر اس کا خاتمہ ہوا تو وہ قیامت کے میرے ساتھ میرے درجہ میں گا۔ ﴿ریاض النضرۃ ۱: ۱۹۲﴾

اب جو لوگ یزید کو حق پر اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی سمجھتے ہیں اور جنتی نوجوانوں کے سردار کی شان میں نازیبا الفاظ بولتے ہیں وہ اس حدیث سے عبرت حاصل کریں اہل بیت کی دشمنی رسول اللہ کی دشمنی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی دشمنی اللہ کی دشمنی ہے

ان کے دشمن پہ لعنت اللہ کی رحم پانے کے قابل نہیں ہے
یہ میت ہے کسی بے ادب کی منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے

جن کا کوثر ہے جنت ہے اللہ کی
جن کے خادم پہ شفقت ہے اللہ کی
دوست پہ جن کے رحمت ہے اللہ کی
جن کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی
ان سب اہل محبت پہ لاکھوں سلام

اہل بیت کے محب صرف سنی ہیں

شیعہ مجتہد شیخ صدوق نے جامع الاخبار میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے

مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَی السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

جو اہل بیت کی محبت میں مرا وہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ پر مرا ہے

﴿جامع الاخبار مصنفہ شیخ صدوق ص:۱۸۹ الفصل الحادی والثلاثون والمائۃ فی الموت مطبوعہ نجف اشرف﴾

اہل سنت وجماعت ناجی جماعت ہے

وَلَيْسَ عَلٰی مَنْ مَاتَ عَلَی السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَذَابُ الْقَبْرِ وَلَا شِدَّةُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

جو اہل سنت وجماعت کے عقیدہ پر مرا اُسے نہ عذاب قبر ہوگا اور قیامت کی پریشانی۔

﴿جامع الاخبار از شیخ صدوق ص ۱۸۷ الفصل السادس والثلاثون فی صلاۃ الجمعۃ مطبوعہ نجف اشرف﴾

شیعہ حضرات کی دونوں حدیثوں سے ثابت ہوگیا کہ اہل بیت کی محبت میں مرنا اسی کو نصیب ہوتا ہے جو اہل سنت والجماعت ہو اور اہل سنت کو عذاب قبر ہوگا اور نہ قیامت کی پریشانی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا تقاضا ہے کہ سنی بن جائیں کیونکہ آپ کا مسلک اہل سنت تھا، جیسا کہ آپ نے فرمایا:

وَاَمَّا اَهْلُ السُّنَّةِ فَالْمُتَمَسِّكُوْنَ بِمَا سَنَّهُ اللّٰهُ لَهُمْ وَرَسُوْلُهٗ

اہل سنت تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے ان طریقوں کو مضبوطی سے تھامنے والے ہیں جو ان کے لئے مقرر کیے گئے ہیں۔

﴿احتجاج طبری مصنف احمد بن ابی طالب شیعہ جلد اول ص ۲۴۶ مطبوعہ قم طبع جدید طبع قدیم ص ۹۰ مطبوعہ نجف اشرف﴾

اور اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شیعوں کے امام نہیں بلکہ سنیوں کے امام ہیں۔

شیعہ اہل بیت کے منکر ہیں

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شیعہ اہل بیت کے محب ہیں وہ صرف صحابہ سے بغض رکھتے ہیں لیکن یہ ان کی غلط فہمی ہے کیونکہ شیعہ اہل بیت کے منکر ہیں اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی چار بیٹیاں ہیں حضرت زینب حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن وہ ان چاروں میں سے صرف ایک کو مانتے ہیں باقی تینوں کا انکار کرتے ہیں یہ اہل بیت سے بغض اور ان کا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟

سب سے پہلے حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا اور وہ ۲ ہجری غزوہ بدر کے وقت وفات پا گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی دوسری

بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ان سے کر دیا۔ ۹ ہجری کو ان کا بھی انتقال ہو گیا چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں آئی تھیں اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کہتے ہیں یعنی دو نور والے۔

؎ نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا ☆ ہو مبارک تجھ کو ذوالنورین جوڑا نور کا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان بہت بلند ہے کہ ان کے نکاح میں نبی کریم ﷺ کی ایک بیٹی آئی جس کے نکاح میں نبی کی ایک بیٹی آئے وہ شان والا ہے تو جس کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں آئیں وہ کتنی شان والا ہو گا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتی تو میں یکے بعد دیگرے انہیں تیرے نکاح میں دیتا جاتا یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتی۔

﴿ابن عساکر تاریخ الخلفاء عربی ص ۱۸۱﴾

؎ نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا ☆ ہو مبارک تجھ کو ذوالنورین جوڑا نور کا

لطیفہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک شخص امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بڑی دشمنی رکھتا تھا حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ یہودی کہتا تھا حضرت امام صاحب کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے اسے بلایا اور اس سے فرمایا کہ میں نے تمہاری لڑکی کے لئے ایک مناسب رشتہ تلاش کیا ہے۔ لڑکے میں ہر قسم کی خوبی موجود ہے صرف اتنی سی بات ہے کہ وہ لڑکا یہودی ہے اس شخص نے جواب دیا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ اتنے بڑے امام ہو کر ایک مسلمان لڑکی کا نکاح ایک یہودی سے جائز سمجھتے ہو میں تو ہرگز اس نکاح کو جائز نہیں سمجھتا حضرت امام نے فرمایا: سبحان اللہ تمہارے جائز نہ سمجھنے سے کیا ہوتا ہے جب کہ خود حضور سرور عالم ﷺ نے اپنی دو

صاحبزادیوں کا نکاح ایک یہودی سے کر دیا تھا وہ شخص فوراً سمجھ گیا کہ حضرت امام کس بات کی ہدایت فرما رہے ہیں چنانچہ اسی وقت اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات پاک کے متعلق باطل خیال سے توبہ کی اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی برکتوں سے مالا مال ہو گیا۔

سبق ہمارے امام اعظم بہت بڑے امام اور ہادی تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی گستاخی دراصل حضور ﷺ کی شان میں گستاخی ہے۔

قرآن پاک سے نبی کریم ﷺ کی چار بیٹیوں کا ثبوت ملتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ۔ ﴿سورۃ الاحزاب آیت ۵۹﴾

اے نبی اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ازواج اور بنات جمع کے لفظ استعمال فرمائے ہیں اگر نبی ﷺ کی صرف ایک بیٹی ہوتی تو بنات کی بجائے بنت فرمایا جاتا اس سے ثابت ہو گیا کہ نبی کی بیٹیوں کا انکار قرآن کا انکار ہے اور نبی کی بیٹیاں نبی کی اہل بیت ہیں اور اہل بیت کا انکار کرنے والا محب اہل بیت نہیں منکر اہل بیت ہے اور دشمن اہل بیت پر جنت حرام ہے

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں ☆ لعنۃ اللہ علیکم دشمنان اہل بیت

نبی ﷺ کی ازواج بھی اہل بیت میں سے ہیں

اسی طرح نبی کی ازواج کا اہل بیت میں سے ہونا قرآن سے ثابت ہے

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک (۱۲۰) سو بیس سال اور حضرت سارہ کی عمر (۹۹) ننانوے سال ہوئی تو فرشتے نے انہیں بیٹے کے ولادت کی خوشخبری سنائی تو حضرت

سارہ رضی اللہ عنہا نے یہ بشارت سن کر کہا: ہائے خرابی کیا میرے بچہ ہوگا اور میں بوڑھی ہوں اور میرے شوہر بوڑھے بیشک یہ تو بہت عجیب بات ہے تو فرشتوں نے کہا ﴿قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ﴾ کیا اللہ کے کام سے تعجب کرتی ہو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اے اس گھر والو۔ ﴿سورۃ ہود آیت ۷۲-۷۳﴾

نص قطعی سے ثابت ہوگیا کہ نبی کے گھر والے نبی کے اہل بیت ہیں لیکن شیعہ ازواج کے نہایت گستاخ اور بے ادب ہیں اور ان پر سب وشتم کرتے ہیں ازواج میں سے صرف حضرت خدیجہ کو مانتے ہیں باقی کے منکر ہیں جو نبی کے اہل بیت یعنی ازواج کو نہ مانے وہ اہل بیت کا محب ہے یا منکر؟ جو اہل بیت کا منکر ہو اللہ تعالی نے اس کے لئے دوزخ کی آگ تیار کر رکھی ہے۔

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوان اہل بیت
تم کو مژدہ نار کا دشمنانِ اہل بیت
اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لعنۃ اللہ علیکم دشمنانِ اہل بیت

ہم اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ آل علی آل عقیل آل جعفر آل عباس نبی کی ازواج بیٹیاں اور نواسے اور نواسیاں تمام اہل بیت ہیں ان سب کو آل محمد کہا جاتا ہے شیعہ صرف پانچ کو پاک مانتے ہیں لیکن ہمارا عقیدہ یہ ہے

مؤمن کی پہچان

اللہ تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو امت کی مائیں قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ﴾

یہ نبی مؤمنوں کا ان کی جان سے بھی زیادہ مالک ہے اور اس کی ازواج مؤمنوں کی مائیں ہیں۔ ﴿سورۃ الاحزاب آیت ۵﴾

رب تعالی نے ازواج مطہرات کو مؤمنوں کی ماں فرمایا ہے تو مؤمن وہی ہے جو ان کو ماں مان کر اُن کا ادب واحترام اور تعظیم کرے اور جو ان کو ماں نہ مانے اور اُن کی شان میں بے ادبی کرے وہ مؤمن ہی نہیں۔

عام ماں کی شان بہت بلند ہے کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے اور ماں کا نافرماں جنت میں داخل نہیں ہوسکتا یہ تو عام ماں کی بات ہے اس ماں کی شان کا اندازہ کون کرسکتا ہے جو تمام جہان کے مومنوں کی ماں ہو جسے قرآن نے ماں فرمایا ہو اس کی شان میں بے ادبی کرنے والا جنت میں کیسے جاسکتا ہے۔

شیعہ ازواج مطہرات کے گستاخ اور بے ادب ہیں

گستاخی نمبر ۱

شیعوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے

امام جعفر صادق ہر فرض نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت کیا کرتے تھے یعنی خلفاء راشدین حضرت ابوبکر عمر عثمان رضی اللہ عنہم اور حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ، حضرت ہند اور ام الحکم رضی اللہ عنہن پر۔

﴿فروع کافی کتاب الصلاۃ باب التعقیب بعد الدعاء﴾

گستاخی نمبر ۲

امام قائم ظاہر ہو کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو زندہ کریں گے اور ان پر حد قائم کریں گے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے انتقام لیں گے۔

﴿حق الیقین ص ۲۱۹ در بیان رجعت﴾

اور یہ بھی شیعہ کتب میں لکھا ہے ہر گناہ کی توبہ قبول ہوسکتی ہے مگر گستاخ سیدہ عائشہ

کی توبہ قبول نہیں ہوسکتی۔ ﴿منہج الصادقین جلد ششم ص ۲۶۸﴾

شیعہ کے گستاخ اہل بیت وگستاخ صحابہ ہونے میں کوئی شک نہیں مگر یہ پڑھ کر میری حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ اپنے آپ کو سنی کہلانے والے بھی امہات المؤمنین کے گستاخ اور بے ادب ہو سکتے ہیں چنانچہ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر مودودی صاحب کا امہات المؤمنین کے متعلق نظریہ پڑھو۔ نقل کفر کفر نباشد۔

مودودی صاحب شیعوں کے نقش قدم پر

جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب امہات المؤمنین کے متعلق لکھتے ہیں:۔

”وہ نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں کچھ زیادہ جری ہوگئیں تھیں اور حضور ﷺ سے زبان درازی کرنے لگیں تھیں۔ ﴿ہفت روزہ ایشیا مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۷۶ء﴾

(کتاب کے آخر میں تفصیل آرہی ہے)

اب اگر ان کا کوئی عقیدت مند یہ کہہ ڈالے کہ مودودی صاحب کی اہلیہ ان کے سامنے زبان درازی کرتی ہے تو مودودی صاحب اس فقرہ میں اپنی خفت اور ہتک عزت محسوس کرینگے پس جو فقرہ مودودی صاحب کے حق میں گستاخی تصور کیا جاتا ہے میں نہیں سمجھتا کہ وہ حضور ﷺ اور امہات المؤمنین کے حق میں سوء ادب کیوں نہیں۔

حدیث (۲۳) کعبہ کا بے ادب امامت کے لائق نہیں

عن السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ رضي الله عنه قَالَ: أَنَّ رَجُلًا أَمَّ قَوْمًا فَبَصَقَ فِي الْقِبْلَةِ وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَنْظُرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حِيْنَ فَرَغَ: لَا يُصَلِّيْ لَكُمْ، فَأَرَادَ بَعْدَ ذٰلِكَ أَنْ يُصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوْهُ وَأَخْبَرُوْهُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: نَعَمْ، وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّكَ آذَيْتَ اللهَ وَرَسُوْلَهُ

حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے قوم کی امامت کی اور

قبلے کی طرف تھوک دیا حضور ﷺ دیکھ رہے تھے۔ تب نبی کریم ﷺ نے فراغت پر فرمایا آئندہ یہ تمہیں نماز نہ پڑھائے۔ اس کے بعد اس نے نماز پڑھانی چاہی، لوگوں نے روک دیا، اور حضور ﷺ کے فرمان سے اُسے آگاہ کیا، اس نے یہ واقعہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: تو نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دی۔

﴿ابوداود حدیث (۴۸۱) کتاب الصلاۃ باب فی کراہیۃ البزاق فی المسجد﴾

﴿مشکوۃ حدیث: ۷۴۷ مراۃ شرح مشکوۃ ۱/ص-۴۵۹﴾

اس سے معلوم ہوا جو کعبہ کا بے ادب ہو امامت کے لائق نہیں تو جو انبیاء کرام و اولیاء کرام کا بے ادب ہو جن کی شان کعبے سے بھی زیادہ ہے امامت کے لائق کیسے ہوسکتا ہے۔

امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا فتویٰ

مسئلہ 52: 21 محرم الحرام 1339ء

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کس کس شخص کی جائز ہے۔ اور کس کس کی ناجائز اور مکروہ اور سب سے بہتر امامت کس شخص کی ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

جو قراءت غلط پڑھتا ہو جس سے معنیٰ فاسد ہوں، یا وضو، یا غسل صحیح نہ کرتا ہو، یا ضروریات میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہو۔ جیسے وہابی، رافضی، غیر مقلد، نیچری، قادیانی، چکڑالوی وغیرہم ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔

اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو، جیسے تفضیلیہ کہ مولیٰ علی کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ وعمرو بن عاص وابو موسیٰ اشعری اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو برا کہتے ہیں ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ ہے

۔کہ انہیں امام بنانا حرام، اوران کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیرنا واجب ۔...... نہ ان کی نماز، نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز، نماز۔ بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کے امام ہوا ور کوئی مسلمان امامت کے لئے نہ مل سکے تو جمعہ وعیدین کا ترک فرض ہے جمعہ کے بدلے ظہر پڑھے اور عیدین کا کچھ عوض نہیں۔

﴿احکام شریعت از امام احمد رضا ص ۱۱۱﴾

گستاخانِ اولیاء کا عبرت ناک انجام

علامہ ملا علی قاری صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن علی تمیمی شافعی بیان کرتے ہیں کہ میں تحصیلِ علم کے لیے بغداد آیا اور مدرسہ نظامیہ میں داخلہ لیا ابن سقا میرا ہم جماعت اور ہم سبق تھا ہم دونوں عبادت کرتے اور اہل اللہ کی زیارت کے لیے نکل جاتے بغداد میں ایک شخص کے لیے مشہور تھا کہ وہ غوث وقت ہے اور جب چاہتا ہے ظاہر ہوتا ہے اور جب چاہتا ہے غائب ہو جاتا ہے۔ایک دن میں، ابن السقاء اور نو عمری کے زمانہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اس غوث کی زیارت کو گئے ۔راستہ میں ابن السقاء نے کہا آج میں ان سے ایک ایسا علمی مسئلہ پوچھوں گا جس کا وہ جواب نہیں دے سکیں گے۔میں نے کہا میں بھی ایک مسئلہ پوچھوں گا دیکھیے اس کا وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا معاذ اللہ میں تو اُن سے کوئی مسئلہ نہیں پوچھوں گا بلکہ مجلس میں بیٹھ کر فیض زیارت اور فیض صحبت ہی حاصل کرونگا جب ہم تینوں ان کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ اپنی جگہ پر موجود نہیں ہیں ۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اُن کو وہاں بیٹھے پایا۔انہوں نے ابن السقاء کی طرف قہر آلود نگاہوں سے دیکھا اور غصہ سے فرمایا اے ابن السقاء! خدا تیرا بھلا نہ کرے تو مجھ سے وہ مسئلہ پوچھے گا جس کا مجھے جواب نہ آئے کان کھول کر سُن! تیرا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے بیشک میں تجھ میں کفر کی بھڑکتی ہوئی آگ دیکھ رہا ہوں ۔اس کے بعد انہوں نے میری طرف متوجہ

ہو کر فرمایا: اے عبداللہ! تم مجھ سے مسئلہ پوچھو گے کہ دیکھو میں کیا جواب دیتا ہوں تمہارا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے تمہاری بے ادبی کے سبب میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا تیرے کانوں کی لو تک پہنچ چکی ہے پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے قریب بٹھا کر بہت احترام کیا اور فرمایا اے عبدالقادر تم نے ادب کی وجہ سے اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر لیا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ تو بغداد کے منبر پر بیٹھا ہوا وعظ کہہ رہا ہے اور لاکھوں انسان تیرے بیان سے فیض یاب ہو رہے ہیں اور تو کہہ رہا "قَدَمِی هٰذَا عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللّٰهِ" میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے اور مجھے یہ بھی نظر آ رہا ہے کہ تمام اولیاء اللہ نے تیری بزرگی کے سامنے اپنی گردنوں کو جھکا دیا ہے وہ غوث یہ فرما کر ہماری نگاہوں سے غائب ہو گئے پھر ہم نے انہیں نہیں دیکھا ۔ابن سقاء نے ہر علم میں شاندار کامیابی حاصل کی ساری دنیا میں اُس کے علم کا چرچا ہونے لگا بڑے بڑے علماء اس سے مناظرہ میں شکست کھا گئے عباسی خلیفہ نے اُسے اپنے خاص مصاحبوں میں داخل کیا اور روم کے بادشاہ کی طرف اُسے سفیر بنا کر بھیجا روم کے عیسائی بادشاہ نے اپنے تمام پادریوں کو جمع کیا اور ابن سقا کو مناظرہ کی دعوت دی ابن سقا نے تمام پادریوں کو شکست فاش دی اور لاجواب کر دیا بادشاہ اس صورت حال سے سخت پریشان ہوا اچانک اُس کی جوان لڑکی پر اُس کی نظر پڑ گئی اور وہ اُسے دل دے بیٹھا بادشاہ سے نکاح کی درخواست کی اس نے کہا عیسائیت قبول کر لو تو مجھے کوئی عذر نہیں ابن سقا نے فوراً اسلام کو خیر باد کہا اور مرتد ہو گیا بادشاہ نے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا نکاح کے ساتھ ہی اُس کے جسم میں کوڑھ کی بیماری پھیل گئی بادشاہ نے اُسے اُٹھوا کر شہر سے باہر پھینک دیا جو آدمی اُس کے پاس سے گزرتا تھا اُس پر لعنت بھیجتا تھا لوگ کہتے تھے یہ وہ آدمی ہے جس نے ایک ولی اللہ کی بے ادبی کی آخر وہ اسی حالت میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں دمشق آیا سلطان نور الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے محکمہ

اوقاف کا وزیر بنا دیا اور دنیا میرے کانوں کی لو تک پہنچ گئی میرے معاملہ میں بھی غوث کا
کہنا صحیح ہوا مگر ایمان سلامت رہا کیونکہ میری بے ادبی اُس سے کم تھی اور حضرت شیخ
عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بغداد کی جامع مسجد میں
کھڑے ہو کر فرما رہے ہیں میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے۔

﴿نزہۃ الخاطر الفاتر از ملا علی قاری صاحب مرقات﴾

اُن کے دشمن پہ لعنت اللہ کی رحم پانے کے قابل نہیں ہے
یہ میت ہے کسی بے ادب کی منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے

حدیث (۲۴)

ولی کے بے ادب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:
إنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ: مَنْ عَادَى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا
تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ
يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ
بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ، وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ
بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِيْ لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اُس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں
جن چیزوں کے ذریعے بندہ میرا قرب حاصل کرتا ہے اُن میں سب سے پسندیدہ چیز
میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے
یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اُس سے محبت کرتا ہوں تو
اُس کی سماعت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور اُس کی بصارت بن جاتا ہوں

جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور
اُس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں
ضرور اُسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ پکڑے تو ضرور میں اُسے پناہ دیتا ہوں۔

﴿بخاری کتاب الرقاق حدیث: ۶۵۰۲، مشکوۃ کتاب الدعوات حدیث: ۲۲۶۶﴾

اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو بتوں والی آیات پڑھ کر نبیوں ولیوں
کے اختیار کی نفی کرتے ہیں اور انہیں من دون اللہ ثابت کرتے ہیں حالانکہ من دون اللہ
ناپاک اور بت ہیں اور ''اولیاء اللہ'' اللہ کے دوست اور محبوب ہیں جب ولی کے دشمن اور
بے ادب کو اللہ تعالیٰ کی طرف اعلانِ جنگ ہے تو جو صحابہ کی شان میں یا اہل بیت کی شان
میں یا نبی کریم ﷺ کی شان میں بے ادبی کرے اور اُن کی گستاخی کرے وہ ضرور اللہ کا
دشمن اور بے ایمان ہے۔

اُن کے دشمن پہ لعنت اللہ کی رحم پانے کے قابل نہیں ہے
یہ میت ہے کسی بے ادب کی منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے

حدیث نمبر (۲۵)

بے ادب کا منہ ٹیڑھا ہو گیا

عن عبد الرحمن بن أبی بکر الصدیق رضی الله عنهما قال:
كَانَ الْحَكَمُ بْنُ أَبِي الْعَاصِ يَجْلِسُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَإِذَا تَكَلَّمَ
النَّبِيُّ ﷺ اخْتَلَجَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ كُنْ كَذٰلِكَ فَلَمْ يَزَلْ
يَخْتَلِجُ حَتّٰى مَاتَ۔

حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حکم بن العاص رسول اللہ ﷺ
کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا جب آپ ﷺ کچھ ارشاد فرماتے تو وہ اپنا منہ ٹیڑھا کرتا تو
نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''کُنْ کَذٰلِكَ'' اسی طرح ہو جا، پھر اس گستاخ کا منہ مرتے دم

تک سید حانہ ہوا۔

﴿خصائص کبری جلد ۲ ص ۱۳۲ (عربی) رواہ الحاکم وصححہ والبیہقی والطبرانی﴾

اُن کے دشمن پہ لعنت اللہ کی رحم پانے کے قابل نہیں ہے
یہ میت ہے کسی بے ادب کی منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

حدیث نمبر (۲۶)

گستاخ رسول کو زمین بھی قبول نہیں کرتی

عن انس رضی اللہ عنہ أنَّ رَجُلاً کانَ یَکْتُبُ الوَحْیَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَارْتَدَّ ذٰلِكَ الرَّجُلُ عنِ الإسلامِ فَلَحِقَ بِالْمُشْرِکِیْنَ وَقَالَ أنا أعْلَمُ بِمُحَمَّدٍ إنْ کُنْتُ لَأکْتُبُ مَا شِئْتُ فَمَاتَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ فقال رسولُ الله ﷺ: إنَّ الأرضَ لا تَقْبَلُهُ فَدُفِنَ فَلَمْ تَقْبَلْهُ الأرضُ قال أبو طلحة: فَقَدِمْتُ الأرضَ الَّتِی مَاتَ فِیْهَا فَوَجَدْتُهُ مَنْبُوْذًا فَقُلْتُ مَا شَأنُ هٰذَا الرَّجُلِ؟ قَالُوا قَدْ دَفَنَّاهُ مِرَارًا فَلَمْ تَقْبَلْهُ الأرضُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کاتب وحی تھا وہ اسلام سے پھر گیا اور مشرکین سے جا ملا اور کہنے میں محمد ﷺ سے زیادہ عالم ہوں میں جو چاہتا تھا لکھ دیا کرتا تھا وہ مر گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اسے زمین قبول نہیں کرے گی وہ دفن کیا گیا زمین نے اس کو قبول نہ کیا حضرت ابو طلحہ کہتے ہیں کہ جہاں وہ دفن کیا گیا تھا وہاں میں گیا تو میں نے اسے زمین کے اوپر پھینکا ہوا پایا میں نے کہا اس میت کا کیا حال ہے لوگوں نے کہا اس کو بار بار دفن کیا گیا مگر زمین نے اسے قبول نہ کیا۔

﴿مسند احمد بن حنبل حدیث ۱۱۷۶۹ ☆ صحیح ابن حبان حدیث ۷۴۴ جلد ۳ ص ۱۹﴾

﴿خصائص کبری ج ۲ ص: ۱۳۰ باب معجزہ فیمن مات ولم تقبلہ الارض﴾

﴿بخاری حدیث ۳۶۱۷ کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام مسلم ۲۷۸۱﴾

﴿مشکوۃ حدیث ۵۸۹۸ کتاب الفضائل باب المعجزات﴾

اس سے معلوم ہوا کہ زمین بھی حضور ﷺ کے دوست دشمن کو پہچانتی ہے اور حضور ﷺ کے حکم کے تابع ہے جیسا حضور ﷺ نے فرمایا بالکل ویسا ہی ہوا لیکن افسوس ہے اُن مسلمانوں پر جو حضور ﷺ کے گستاخوں کو پہچانتے ہوئے بھی ان سے دوستی بلکہ رشتہ داری کرتے ہیں ایسے لوگوں سے تو زمین اچھی ہے جو گستاخوں پر لعنت بھیجتی ہے اور یہ انسان اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے حضور ﷺ کی بے ادبی کرنے والوں کو سینے سے لگاتا ہے۔

اُن کے دشمن پہ لعنت اللہ کی رحم پانے کے قابل نہیں ہے
یہ میت ہے کسی بے ادب کی منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے

حدیث نمبر (۲۷)

درندے بھی حضور ﷺ کے گستاخ کو پہچانتے ہیں

عن عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہما أنَّ عُتْبَةَ أرَادَ الخُرُوْجَ إلی الشام فَقَالَ لَآتِیَنَّ مُحَمَّدًا فَلَأُوْذِیَنَّهُ فَأتَاهُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ هُوَ کَافِرٌ بِالنَّجْمِ إذَا هَوٰی ثُمَّ تَفَلَ فِی وَجْهِ رسول الله ﷺ فَقَالَ رسولُ الله ﷺ اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَیْهِ کَلْبًا مِنْ کِلَابِكَ فَرَجَعَ عُتْبَةُ إلی أبِیْهِ فَأخْبَرَهُ ثُمَّ خَرَجُوْا إلی الشام فَنَزَلُوْا مَنْزِلًا فَأشْرَفَ عَلَیْهِمُ الرَّاهِبُ من الدَّیْرِ فَقَالَ لَهُمْ یا مَعْشَرَ العَرَبِ مَا أنْزَلَکُمْ هٰذِهِ البلادَ فَإنَّهَا یَسْرَحُ الأسَدُ فِیْهَا کَمَا تَسْرَحُ الغَنَمُ فَقَالَ ابو لهبٍ لأصحابه أغِیْثُوْنَا یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ هٰذِهِ اللَّیْلَةَ فَإنِّی أخَافُ عَلَی ابْنِی مِنْ دَعْوَةِ محمدٍ ﷺ فَاجْمَعُوْا مَتَاعَکُمْ

إلى هذِهِ الصَّوْمَعَةِ وَافْرِشُوا لِابْنِي عَلَيْهَا ثُمَّ افْرِشُوا حَوْلَهَا فَفَعَلْنَا فَجَاءَ الْأَسَدُ فَشَمَّ وُجُوهَنَا فَلَمَّا لَمْ يَجِدْ مَا يُرِيدُ تَقَبَّضَ فَوَثَبَ وَثْبَةً فَإِذَا هُوَ فَوْقَ الْمَتَاعِ فَشَمَّ وَجْهَهُ ثُمَّ هَزَمَهُ هَزْمَةً فَفَسَخَ رَأْسَهُ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ قَدْ عَرَفْتُ أَنَّهُ لَا يَنْفَلِتُ عَنْ دَعْوَةِ مُحَمَّدٍ ﷺ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عتبہ بن ابولہب نے شام جانے کا ارادہ کیا اور کہا کہ میں محمد ﷺ کے پاس جا کر انہیں ضرور ایذا دوں گا چنانچہ وہ آیا اور کہا اے محمد میں اس آیت (بِالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى) کا انکار کرتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرتے ہوئے آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر تھوک دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے خلاف یہ دعا کی "اے اللہ اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو اس پر مسلط کردے" پھر عتبہ اور اس کا باپ دیگر ساتھیوں کے ساتھ ملک شام گئے راستہ میں ایک جگہ اترے اور ان کی طرف گرجہ سے ایک راہب نکلا اور کہا اے گروہ قریش تم اس جگہ کس لئے اترے ہو یہاں پر شیر بکریوں کی طرح نکلتے ہیں ابولہب نے ساتھیوں سے کہا اے گروہ قریش اس رات میری مدد کرو میں اپنے بیٹے پر محمد ﷺ کی دعائے ضرر سے ڈرتا ہوں تم اپنا سامان اس گرجہ کی طرف جمع کرو اور اس کے اوپر میرے بیٹے کا بستر بچھاؤ اور اپنے بستر اس کے اردگرد بچھاؤ انہوں نے ایسا کیا لیکن جب شیر آیا تو اس نے ایک ایک کا منہ سونگھا کسی کو کچھ نہیں کہا اس کا مطلوب جب اس کو نہ ملا تو اس نے سامان کے اوپر چھلانگ لگائی اور ابو لہب کے بیٹے عتبہ کو سونگھا اور قتل کر دیا اور سر تن سے جدا کر دیا تو ابولہب نے کہا کہ میں پہچان گیا تھا کہ یہ محمد ﷺ کی دعائے ضرر سے رہائی نہیں پا سکتا۔

﴿تفسیر ابن کثیر سورۃ نجم ☆ تفسیر قرطبی جزء:۱۷ ص ۸۳﴾

ابن عساکر نے عتبہ بن ابی لہب کے باب میں یہ روایت نقل کی ہے

اس سے معلوم ہوا کہ گستاخ رسول کے منہ سے ایک خاص قسم کی بو آتی ہے جسے درندے بھی پہچانتے ہیں اور گستاخ رسول عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتا۔

اُن کے دشمن پہ لعنت اللہ کی رحم پانے کے قابل نہیں ہے

یہ میت ہے کسی بے ادب کی منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے

حدیث نمبر (۲۸)

گستاخ رسول کو قتل کرنا سنتِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہے

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما : أَنَّ أَعْمٰى كَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ تَشْتِمُ النَّبِيَّ ﷺ وَتَقَعُ فِيهِ فَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ ﷺ وَتَشْتِمُهُ فَأَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ ذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ: ((أَنْشُدُ اللهَ رَجُلًا فَعَلَ مَا فَعَلَ لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلَّا قَامَ)) فَقَامَ الْأَعْمٰى يَتَخَطَّى النَّاسَ وَهُوَ يَتَزَلْزَلُ حَتّٰى قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا صَاحِبُهَا كَانَتْ تَشْتِمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي وَأَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ فَلَمَّا كَانَتِ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتِمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَخَذْتُ الْمِغْوَلَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتّٰى قَتَلْتُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: (أَلَا اشْهَدُوا إِنَّ دَمَهَا هَدَرٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی کی ایک لونڈی تھی جو حضور ﷺ کی گستاخی اور بے ادبی کیا کرتی تھی وہ اسے بے ادبی سے روکتے تھے اور جھڑکتے تھے لیکن وہ باز نہ آتی تھی ایک رات جب وہ حضور ﷺ کی شان میں بکواس کر رہی تھی تو انہوں نے مغول (چھوٹی تلوار) لی اور اس کو اسکے پیٹ میں رکھا اور اوپر بیٹھ گئے یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔

جب صبح ہوئی تو لوگوں نے حضور ﷺ سے ذکر کیا جب لوگ جمع ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: "میں اس آدمی کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے یہ کام کیا ہے میرا اس پر حق

یہ ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے" چنانچہ نابینا صحابی لوگوں کے درمیان چلتے ہوئے کانپتے ہوئے
حضور ﷺ کے سامنے جا بیٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں ہی اس کا قاتل ہوں یہ آپ کی
شانِ اقدس میں نازیبا الفاظ استعمال کرتی تھی میں اسے روکا کرتا تھا جب اس نے رات
کو آپ کی شان میں بے ادبی کی تو میں معول پکڑی اور اسے اس کے پیٹ پر رکھا اور اس
کے اوپر بیٹھ گیا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "گواہ ہو جاؤ اس کا
خون رائیگاں اور باطل ہے" (یعنی اس کے خون کا کوئی قصاص نہیں کیونکہ وہ گستاخی کی
وجہ سے اپنا خون حلال کر چکی ہے اور اس کا قتل حلال ہے) ﴿ابوداود حدیث ۴۳۶۱ کتاب
الحدود باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ﴾

حدیث: ۲۹

اہل مدینہ کو ڈرانے والا ملعون ہے

عن عبادة بن الصامت رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ
اَللّٰهُمَّ مَنْ ظَلَمَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ وَاَخَافَهُمْ فَاَخِفْهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ

حضرت عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اے اللہ جو اہل مدینہ پر ظلم کرے اور انہیں ڈرائے تو اسے خوف میں مبتلا کر اور اس
پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت اور اس کا نہ فرض قبول کیا جائے گا نہ نفل۔
﴿سلسلہ الاحادیث الصحیحہ البانی حدیث (۳۵۱) مجمع الزوائد ۳/۳۰۶) طبرانی فی الکبیر﴾

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل مدینہ پر جو بھی ظلم کرے یا انہیں ڈرائے اس کا
اقتدار قائم نہیں رہ سکتا جلد ہی وہ زوال پذیر ہو جائے گا اور آخرت کا عذاب اس کے
علاوہ ہے۔

حدیث نمبر (۳۰)

منافق بد عقیدہ کو قیامت کے دن
مخلوق کے سامنے رسوا کیا جائے گا

عن ابن عمر رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول:
إِنَّ اللهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَيَسْتُرُهُ فَيَقُولُ: أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا فَيَقُولُ نَعَمْ اَيْ رَبِّ حَتّٰى إِذَا قَرَّرَهُ بِذُنُوْبِهِ وَرَاٰى فِي نَفْسِهِ أَنَّهُ هَلَكَ قَالَ: سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطٰى كِتَابَ حَسَنَاتِهِ وَاَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُوْنَ فَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ (هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے
ہوئے سنا کہ قیامت کے روز ایک مؤمن رب تعالیٰ اپنے قریب کریگا حتیٰ کہ اس کو اپنی
رحمت کے پر میں چھپالے گا پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور فرمائے گا:
کیا تو اس گناہ کو جانتا ہے؟

کیا تو اس گناہ کو جانتا ہے؟ وہ کہے ہاں اے رب یہاں تک کہ سارے گناہوں کا
اقرار کرے گا اور سوچے گا کہ اب ہلاک ہو گیا رب تعالیٰ فرمائے گا میں نے دنیا میں تیری
پردہ پوشی کی تھی اور آج تیرے گناہوں کو بخش دیا ہے پھر اسے نیکیوں والی کتاب عطا کر دی
جائے گی لیکن جو کافر اور منافق ہوں گے ان کے متعلق گواہ کہیں گے یہ ہیں وہ لوگ جنہوں
نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا گواہ ہو جاؤ کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

﴿بخاری حدیث: ۲۴۴۱ کتاب المظالم ☆ مسلم حدیث: ۲۷۶۸ کتاب التوبة﴾

﴿مشکوۃ حدیث: ۵۵۵۱ کتاب صفة القيامة﴾

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے گناہوں کا حساب محشر والوں سے چھپایا جائے گا لیکن نیکیوں کا حساب اعلانیہ ہوگا بلکہ نیکوں کی نیکیاں چہروں پر نمودار ہوں گی کہ ان کے منہ چمکتے ہوں گے لیکن اگر بندہ اپنے چھپے گناہ کو خود ہی ظاہر کردے تو ان کا وہاں بھی اعلان ہوگا بلکہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ تمام لوگوں کو اللہ معاف کردے گا لیکن وہ جو اپنے چھپے گناہ خود ظاہر کردیتے ہیں ان کی بخشش نہ ہوگی اس لئے کہ وہ رات کو کوئی گناہ کرتے ہیں رب ان کا پردہ رکھتا ہے صبح کو رب کا پردہ اپنے ہاتھ سے کھول دیتے ہیں اور لوگوں کے سامنے بڑے فخر سے اپنا عیب بیان کرتے تھے۔

﴿بخاری حدیث:۶۰۶۹ ☆ مسلم حدیث:۲۹۹۰﴾

﴿مشکوۃ حدیث:۴۸۳۶ کتاب الاداب باب حفظ اللسان﴾

لیکن اس کے برعکس کافر ومنافق کی تمام گناہوں کا حساب اعلانیہ ہوگا ان کی کسی نیکی کا ذکر تک نہ ہوگا کیونکہ وہ سب رد ہوچکیں کیونکہ عقیدہ کے بغیر کوئی نیکی قابل قبول نہیں نیز وہ لوگ اپنی نیکیوں کے عوض دنیا میں اللہ کی نعمتیں استعمال کرچکے ہیں منافقین کے پاس اپنی عبادات کے بلب ٹیوبیں اور وائرنگ بڑی شاندار تھی لیکن پاور ہاؤس سے ان کا تعلق نہ تھا اس لئے کنکشن حاصل نہ کرسکے اس لئے دن تو انہوں نے بڑی خوشی سے گذار لیا لیکن جب رات ہوئی یعنی قیامت برپا ہوئی تو ہاتھ ملتے رہ گئے اور اپنے ہمسائیوں یعنی مومنوں سے سوال کرنے لگے کہ ہمارے گھر میں اندھیرا ہے گرمی سے جان نکل رہی ہے صرف ایک بلب کے لئے وائر دے دو تا کہ ہم اپنا گھر بھی روشن کرسکیں مومن کہیں گے ہم تو تمہیں دنیا میں کہتے تھے کہ اندھیری قبر اور محشر میں اگر روشنی کی ضرورت ہے تو نور والے اور قاسم نعمت نبی ﷺ سے کنکشن لے لو تو تم ہم پر شرک وکفر کے فتویٰ جاری کرتے تھے جاؤ دنیا میں جا کر نور تلاش کرو۔ یہ کنکشن یہاں نہیں بلکہ مدینہ میں ملتا تھا۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے ☆ کل نہ مانیں گے قیامت کو گر مان گیا

عشق سرکار کی ایک شمع جلا لو دل میں ☆ بعد مرنے کے لحد میں اجالا ہوگا
جب بھی مانگو وسیلہ سے نبی کے مانگو ☆ اس وسیلہ سے کرم اور بھی بالا ہوگا

رب تعالیٰ نے فرمایا: اس دن ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں بائیں دوڑتا ہے......

جس دن منافق مرد اور عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ہم پر نگاہ کرم کرو ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لے لیں کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹو وہاں نور تلاش کرو جبھی ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی۔

﴿سورۃ الحدید آیت:۱۱-۱۲﴾(پارہ نمبر۲۷ رکوع ۱۸﴾

حدیث نمبر (۳۱)

بدعقیدہ کا انجام بُرا ہوتا ہے

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال:

شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ حُنَيْنًا فَقَالَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ يَدَّعِي الإِسلامَ هٰذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِيْدًا فَأَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ الَّذِيْ قُلْتَ لَهُ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَدْ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالًا شَدِيْدًا وَقَدْ مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى النَّارِ قَالَ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ أَنْ يَرْتَابَ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذٰلِكَ إِذْ قِيْلَ إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ وَلٰكِنَّ بِهِ جِرَاحًا شَدِيْدًا فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ ﷺ بِذٰلِكَ فَقَالَ: اَللهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهُ ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى بِالنَّاسِ إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَإِنَّ اللهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ کی

بارگاہ میں حاضر تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے شخص کے بارے میں جو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا فرمایا: کہ یہ جہنمی ہے۔ جب میدانِ کارزار گرم ہوا تو اس شخص نے قتل وقتال میں بڑھ چڑھ کر کارگزاری دکھائی۔ پس وہ زخمی ہوگیا۔ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی کہ جس شخص کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے آج کافروں سے بڑی جان توڑ کر لڑا اور مر چکا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ جہنمی ہے۔ راوی کہتے ہیں بعض صحابہ اس فرمان کی تہہ تک نہ پہنچ سکے۔ اسی اثناء میں کسی نے کہا کہ وہ مرا نہیں بلکہ وہ سخت زخمی ہے۔ جب رات ہوئی تو وہ زخم پر صبر نہ کرسکا اور خودکشی کرلی۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بتائی گئی تو آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پھر آپ نے حضرت بلال کو لوگوں میں یہ اعلان کرنے کا حکم فرمایا کہ ”جنت میں مسلمان کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس دین کی فاجر وفاسق شخص کے ذریعے بھی مدد فرماتا ہے“۔ ﴿بخاری حدیث:۳۰۶۲ کتاب الجہاد باب﴾

﴿مسلم حدیث:۱۱۱ر کتاب الایمان ☆ مشکوٰۃ ۵۸۹۲ کتاب الفضائل باب المعجزات﴾

یعنی بغیر ایمان اور عقیدہ صحیحہ کوئی نیکی جنت میں پہنچنے کا ذریعہ نہیں تمام نیکیوں کی درستی کے لئے ایمان ایسا ہی ضروری ہے جیسے نماز کے لئے وضو یا جیسے درخت کی سرسبزی کے لئے جڑ کا درست ہونا۔

بہرحال وہ حرام موت مرا یا کافر ہوکر مرا یا فاسق ہوکر ظاہر یہ ہے کہ کافر ہوکر مرا ظاہری حالت لوگوں نے دیکھ لی کہ اس نے خودکشی کی دل کی حالت کی خبر حضور ﷺ نے دے دی اُس کا یہ کام اُس کے دلی کفر کی علامت بن گیا خیال رہے کہ خودکشی حرام ہے اور خودکشی کرنے والا حرام موت مرکر دوزخ کا مستحق ہے۔ اگر ایمان پر مرا ہے تو بہت عرصہ دوزخ میں رہے گا اور اگر کافر مرا ہے تو ہمیشہ رہے گا حضور ﷺ کا یہ فرمان کہ یہ اہل نار ہے دونوں کو شامل ہے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ بدعقیدہ اگر نبی کریم ﷺ بھی جہاد کرے تو اس کو کوئی فائدہ

نہیں اس لئے کہ جہاد کی شرائط مفقود ہیں وہ ایمان ہے معلوم ہے کہ بدعقیدہ کا جہاد جہاد ہی نہیں تمام نیک اعمال کے لئے ایمان کی شرط ایسے ہے جیسے نماز کے لئے وضو اگر وضو کے بغیر ساری عمر بھی نماز پڑھتا رہے قبول نہیں ہوگی۔ اسی طرح آج جو لوگ جہاد کے نام چندہ اکٹھا کرکے کوٹھیاں بنا رہے ہے وہ پہلے اپنا شرعی جہاد تو ثابت کریں یہ لوگ قبلہ کو پشت کرکے نماز پڑھ رہے ہیں اور وہ بھی بغیر وضو کے یہ تو انہیں قیامت کے دن پتہ چلے گا کہ گستاخیِ رسول کی وجہ سے ہمارے ایمان کا وضو ٹوٹ گیا تھا۔

اگر جہاد کا شوق ہے تو پہلے نبی کریم ﷺ سے تعلق پیدا کریں اور ان کی گستاخیوں سے توبہ کریں ورنہ یاد رکھیں کہ تلوار نفاق کو نہیں مٹا سکتی

محمد کی محبت دینِ حق کی شرط اول ہے ☆ اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمد کی غلامی سند ہے آزاد ہونے کی ☆ خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

حدیث نمبر (۳۲)

تلوار نفاق کو نہیں مٹا سکتی نجات کے لئے عقیدہ کی اصلاح ضروری ہے

عن عُتْبَةَ بن عَبْدٍ السُّلَمِيِّ رضی الله عنه قال: قال رسُولُ الله ﷺ الْقَتْلَى ثلاثةٌ: مُؤْمِنٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ في سبيلِ اللهِ إذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتَّى يُقْتَلَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِيهِ فَذَلِكَ الشَّهِيدُ الْمُمْتَحَنُ فِي خَيْمَةِ اللهِ تَحْتَ عَرْشِهِ لا يَفْضُلُهُ النَّبِيُّوْنَ إلا بِدَرَجَةِ النُّبُوَّةِ

وَمُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا جَاهَدَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سبيلِ اللهِ إذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتَّى يُقْتَلَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِيهِ مُمَصْمِصَةٌ مَحَتْ ذُنُوبَهُ وَخَطَايَاهُ إنَّ السَّيْفَ مَحَّاءٌ لِلْخَطَايَا وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ

وَمُنَافِقٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَإِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ فَذَاكَ فِي النَّارِ إِنَّ السَّيْفَ لَا يَمْحُوا النِّفَاقَ

حضرت عتبہ بن عبد سُلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مقتولین تین طرح کے ہیں:

وہ مومن جو اپنی جان ومال سے راہ خدا میں جہاد کرے پھر جب دشمن سے ملے تو جہاد کرے حتیٰ کہ قتل کر دیا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا: یہ اللہ کی رحمت میں ہے پاک صاف کیا ہوا عرش کے نیچے اللہ کے خیمہ میں حضرات انبیاء کو ان پر صرف درجہ ء نبوت کی وجہ فضیلت حاصل ہے۔

اور ایک وہ مومن جس نے اچھے بُرے مخلوط کام کیے اپنی جان ومال سے راہ خدا میں جہاد کرے پھر جب دشمن سے ملے تو جہاد کرے حتیٰ کہ قتل کر دیا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شہادت میں صفائی ہے اس کے گناہ اور خطائیں مٹادی گئیں تلوار خطاؤں کو مٹانے والی ہے اور وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل کیا جائے۔

اور ایک منافق جو اپنی جان ومال سے جہاد کرے پھر جب دشمن سے ملے تو جہاد کرے حتیٰ کہ قتل کر دیا گیا تو یہ دوزخ میں ہے کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں مٹاتی۔

﴿دارمی حدیث:۲۴۱۱ رکتاب الجہاد﴾

﴿مشکوۃ حدیث:۳۸۵۹ رکتاب الجہاد﴾

یعنی جو اعتقادی منافق جہاد میں چلا جائے اور وہاں اسے سب کچھ خرچ کرنا پڑے تب بھی وہ دوزخی ہے کیونکہ ایمان شرط ہے اس لئے جب شرط ہی نہیں تو مشروط بھی نہیں جیسے وضو کے بغیر نماز مقبول نہیں ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی محبت اور وسیلہ کے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں اس سے معلوم ہوا کہ منافق کسی نیکی سے جنت میں نہیں جا سکتا اللہ تعالیٰ اس دین کی فاجر وفاسق شخص کے ذریعے بھی مدد فرماتا ہے لہذا سب سے پہلے عقائد کی اصلاح ضروری ہے۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اوّل ہے☆اسی میں ہو گر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

حدیث نمبر (۳۳)

قرآن پاک کی بے ادبی کرنے والا ملعون ہے

عن عمر بن عبد العزیز رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ عَلٰى كِتَابٍ فِي الارض فَقَالَ لِفَتًى مَعَهُ مَا فِي هٰذَا قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ قَالَ: لُعِنَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا لَا تَضَعُوْا بِسْمِ اللّٰهِ إِلَّا فِي مَوْضِعِهٖ

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زمیں پر پڑھی ہوئی ایک کتاب کے پاس سے گذرے تو اپنے پاس والے آدمی سے فرمایا: اس میں کیا ہے؟ اس نے کہا یہ بسم اللہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے یہ کام کیا اس پر لعنت کی گئی بسم اللہ نہ رکھو مگر اس کی جگہ میں۔ ﴿اخرجہ ابو داودنی مراسلہ تفسیر الدر منثور تفسیر سورۃ الفاتحہ﴾

قرآن پاک کی سب سے زیادہ بے ادبی سعودی عرب میں ہوتی ہے سکول کے بچے جب امتحان سے فارغ ہوتے ہیں تو قرآن کی تفسیریں اور حدیثیں بازاروں اور گلیوں میں پھینک دی جاتی ہیں جس کے دل میں صاحب قرآن کا ادب نہ ہو وہ نہ قرآن کو سمجھ سکتا ہے اور نہ اس کا ادب کر سکتا ہے لیکن اس کے برعکس اہل محبت قرآن کیا نبی کریم کی حدیث کا بھی ادب کرتے ہیں اور بغیر وضو یا غسل حدیث کا درس نہیں دیتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:-

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مَا وَضَعْتُ فِي كِتَابِ الصَّحِيْحِ حَدِيْثًا إِلَّا اغْتَسَلْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ وَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ

بخاری شریف میں ہر حدیث لکھنے سے پہلے میں نے غسل کیا اور دو رکعتیں

پڑھیں۔ ﴿مقدمہ فتح الباری ص ۵﴾

امام مالک کا ادب حدیث

قَالَ مُطَرِّفٌ: كَانَ إِذَا أَتَى النَّاسُ مَالِكًا خَرَجَتْ إِلَيْهِمُ الْجَارِيَةُ فَتَقُوْلُ لَهُمْ يَقُوْلُ لَكُمُ الشَّيْخُ تُرِيْدُوْنَ الْحَدِيْثَ أَوِ الْمَسَائِلَ فَإِنْ قَالُوْا الْمَسَائِلَ خَرَجَ إِلَيْهِمْ وَإِنْ قَالُوْا الْحَدِيْثَ دَخَلَ مُغْتَسَلَهُ وَاغْتَسَلَ وَتَطَيَّبَ وَلَبِسَ ثِيَابًا جُدُدًا وَلَبِسَ سَاجَهُ وَتَعَمَّمَ وَوَضَعَ عَلَى رَأْسِهِ رِدَاءَهُ وَتُلْقَى لَهُ مِنَصَّةٌ فَيَخْرُجُ فَيَجْلِسُ عَلَيْهَا وَعَلَيْهِ الْخُشُوْعُ وَلَا يَزَالُ يُبَخَّرُ بِالْعُوْدِ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ غَيْرُهُ وَلَمْ يَكُنْ يَجْلِسُ عَلَى تِلْكَ الْمِنَصَّةِ إِلَّا إِذَا حَدَّثَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ ابْنُ أَبِي أُوَيْسٍ فَقِيْلَ لِمَالِكٍ فِي ذٰلِكَ فَقَالَ أُحِبُّ أَنْ أُعَظِّمَ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللهِ ﴿شفا ج ۲ ص ۳۵﴾

حضرت مطرف بیان کرتے ہیں: کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا معمول یہ تھا کہ جب لوگ آپ کے پاس کچھ پوچھنے آتے تو خادمہ نکل کر ان سے کہتی امام فرما رہے ہیں کہ حدیث شریف پوچھنے آئے ہو یا فقہی مسئلہ؟ اگر وہ کہتے کہ مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آئے ہیں تو امام فوراً باہر تشریف لے آتے اگر وہ کہتے کہ حدیث شریف کے لئے آئے ہیں تو امام غسل فرما کر خوشبو لگاتے پھر نیا لباس پہنتے عمامہ باندھتے اور اس پر چادر اوڑھتے اور آپ کے لئے ایک تخت بچھایا جاتا اس کے بعد مجلس میں آ کر تخت پر بیٹھتے اس وقت آپ سراپا عجز و انکسار ہوتے اور جتنی دیر آپ حدیث بیان کرتے رہتے عود (خوشبو دار لکڑی) سلگتا رہتا تھا اور وہ تخت صرف حدیث شریف بیان کرنے کے لئے مخصوص کیا گیا تھا جب امام موصوف سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا میں چاہتا ہوں کہ اس طرح حدیث رسول ﷺ کی تعظیم کروں۔

﴿شفا شریف از قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۳۵ باب فی سیرۃ السلف فی تعظیم روایۃ حدیث رسول اللہ ﷺ﴾

یہ محدثین جب حدیث کا اتنا ادب کرتے تھے نہا دھو کر حدیث کو ہاتھ لگاتے تھے تو وہ قرآن کا کتنا ادب کرتے ہوں گے جنہوں نے قرآن و حدیث اور صاحب قرآن و حدیث کا ادب کیا وہ دنیا کے امام بن گئے، جنہوں نے بے ادبی کی وہ امریکہ کے غلام بن گئے۔ یہ وہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اور یہود و نصاریٰ کے بندے بے دام بن گئے۔ نبی اور ولی کی امداد کو شرک کہنے والے المدد یا امریکہ کا نعرہ لگانے لگے۔

کھلے لفظوں میں کہے قاضی شوکاں مدد ے
یا علی سن کے بگڑ جائے طبیعت تیری
تیری انکے تو وکیلوں سے کرے استمداد
اور طبیبوں سے مدد خواہ ہو علت تیری
ہم جو اللہ کے پیاروں سے اعانت چاہیں
شرک کا چرک اگلنے لگی ملت تیری

حدیث نمبر (۳۴)

صحابی پر جھوٹا الزام لگانے والی عورت اندھی ہوگئی

عن هشام بن عروة عن أبيه أَنَّ أَرْوَى بِنْتَ أُوَيْسٍ ادَّعَتْ عَلَى سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ أَخَذَ شَيْئًا مِنْ أَرْضِهَا فَخَاصَمَتْهُ إِلَى مروانَ بنِ الْحَكَمِ فَقَالَ سعيدٌ: أَنَا كُنْتُ آخُذُ مِنْ أَرْضِهَا شَيْئًا بَعْدَ الَّذِيْ سَمِعْتُ مِنْ رسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ وما سَمِعْتَ مِنْ رسولِ اللهِ ﷺ؟ قال: سَمِعْتُ رسُولَ اللهِ ﷺ يقولُ: ((مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الأَرْضِ ظُلْمًا طُوِّقَهُ إِلَى سَبْعِ أَرَضِيْنَ)) فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ: لا أَسْأَلُكَ بَيِّنَةً بَعْدَ هٰذَا، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنْ

كَانَتْ كَاذِبَةً فَعَمِّ بَصَرَهَا وَاقْتُلْهَا فِي أَرْضِهَا قَالَ: فَمَا مَاتَتْ حَتَّى ذَهَبَ بَصَرُهَا ثُمَّ بَيْنَمَا هِيَ تَمْشِي فِي أَرْضِهَا إِذْ وَقَعَتْ فِي حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ

حضرت ہشام اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ اروی بنت اویس نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ پر یہ دعویٰ کیا کہ انہوں نے اس کی کچھ زمین لے لی ہے پھر اس نے مروان بن الحکم کے ہاں مقدمہ پیش کیا تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں رسول اللہ ﷺ سے اس سلسلہ میں حدیث سننے کے بعد اس کی زمین لے سکتا ہوں؟ مروان نے کہا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا ہے؟ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ”جس نے ایک بالشت زمین بھی ظلماً لی تو (قیامت کے دن) سات زمینوں تک وہ زمین اس کو طوق بنا کر ڈال دی جائے گی“ مروان نے کہا اس کے بعد میں آپ سے اور کسی دلیل کا سوال نہیں کروں گا۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کر دے اور اس کو اس کی زمین میں مار دے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ عورت مرنے سے پہلے اندھی ہو گئی اور ایک دن اُس زمین میں چل رہی تھی کہ ایک گڑھے میں گری اور مر گئی۔

﴿مسلم حدیث: ۱۶۱۰ کتاب المساقاۃ باب تحریم الظلم﴾

﴿بخاری حدیث: ۳۱۹۸) کتاب بدء الخلق﴾

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام کے گستاخ اور بے ادب کا انجام قابلِ عبرت ہوتا ہے یہ تو معمولی الزام تھا جس کی دنیا میں یہ سزا ملی تو جو صحابہ کرام کو کافر کہتے ہیں وہ دنیا سے بحالتِ ایمان نہیں جا سکتے بلکہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی ایمان سے محروم رہتا ہے۔ یہ تو صحابہ کے گستاخ کی سزا ہے تو جو نبی کریم ﷺ کی گستاخی کرے اس کے بے ایمان اور مرتد ہونے میں کیا شک ہے۔

اُن کے دشمن پہ لعنت اللہ کی رحم پانے کے قابل نہیں ہے
یہ میت ہے کسی بے ادب کی منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے

گستاخ صحابہ کے پاس بیٹھنے والا آخری وقت کلمہ سے محروم رہا

عن عبد الرحمن محاربي قَالَ: حَضَرَتْ رَجُلًا الْوَفَاةُ فَقِيلَ لَهُ: قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ: لَا أَقْدِرُ كُنْتُ أَصْحَبُ قَوْمًا يَأْمُرُونِي بِشَتْمِ أَبِي بَكْرٍ وعمرَ رضي الله عنهما۔

عبدالرحمٰن محاربی سے روایت ہے کہ ایک آدمی کی موت کا وقت آیا لوگوں نے اُسے کلمہ پڑھنے کو کہا اُس نے کہا میں نہیں پڑھ سکتا کیونکہ میں اُس قوم کے ساتھ رہا کرتا تھا جو مجھ کو حکم کرتی تھی کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالی دو۔

﴿شرح الصدور ص: ۷۱ باب مایقولہ الانسان فی مرض الموت﴾

جب گستاخ صحابہ کے پاس بیٹھنے کی یہ سزا ملی کہ موت کے وقت کلمہ نصیب نہیں ہو رہا تو جو گستاخ رسول کے پاس بیٹھے اس کو کیا سزا ملے گی اور جو ان سے نکاح کرے اُس کو کلمہ کیسے نصیب ہو گا۔

حدیث نمبر (۳۵)

صحابہ سے محبت نبی سے محبت اور
صحابہ سے بغض نبی سے بغض ہے

عن عبد الله بن مغفل رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: اَللّٰهَ اللّٰهَ فِي أَصْحَابِي اَللّٰهَ اللّٰهَ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللّٰهَ ومن آذى الله فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو میرے بعد

انہیں (تنقید) کا نشانہ نہ بناؤ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اُس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی قریب ہے اللہ اسے (عذاب میں) گرفتار کرے۔

﴿ترمذی حدیث ۳۸۶۲ کتاب المناقب باب فی فضل من بایع تحت الشجرۃ﴾

﴿مشکوۃ حدیث: ۶۰۱۴ کتاب المناقب باب مناقب الصحابہ﴾

اس حدیث میں فرمایا گیا کہ "اور جس نے انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی"۔

اور نبی کو ایذا دینے والے بحکمِ قرآن دنیا و آخرت میں ملعون ہیں:

رب تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا۔ ﴿سورۃ الاحزاب آیت: ۵۷﴾

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے اُن کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حدیث نمبر (۳۶)

نبی کریم ﷺ کے بال مبارک کی بے ادبی کرنے والے پر جنت حرام ہے

عن علي رضي الله عنه قال:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ آخِذٌ شَعْرَةً يَقُولُ:

مَنْ آذَى شَعْرَةً مِنْ شَعْرِي فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جب کہ آپ

ﷺ نے ایک بال پکڑا ہوا تھا فرمایا: جس نے میرے ایک بال کو بھی ایذا دی اس پر جنت حرام ہے۔ ﴿کنز العمال جلد ۶ ص: ۲۷۱﴾

جب صحابہ کو ایذا دینا نبی کریم ﷺ کو ایذا دینا ہے اور نبی ﷺ کو ایذا دینے والے پر جنت حرام ہے تو ثابت ہو گیا اہل بیت یا صحابہ کے دشمن پر جنت حرام ہے۔

حدیث نمبر (۳۷)

صحابہ کرام کو گالی دینے والا کافر ہے اور اسے کوڑے مارے جائیں

قَالَ علیه السلام: مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَقَدْ كَفَرَ وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَاجْلِدُوهُ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میرے صحابی کو گالی دی وہ کافر ہے اور جو میرے صحابی کو گالی دے اسے کوڑے مارے جائیں۔

﴿جامع الاخبار از شیخ صدوق شیعہ مجتہد ص: ۱۸۳﴾

شیعہ کتاب سے ثابت ہو گیا کہ صحابہ کو گالی دینے والا کافر ہے اب شیعہ حضرات کو چاہئے کہ اگر ایمان پر خاتمہ اور عذاب الٰہی سے بچنا چاہتے ہیں تو صحابہ کرام کے باادب غلام بن جائیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا تقاضا ہے کہ سنی بن جائیں کیونکہ آپ کا مسلک اہل سنت تھا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا:

وَأَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَالْمُتَمَسِّكُونَ بِمَا سَنَّهُ اللهُ لَهُمْ وَرَسُولُهُ

اہل سنت تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے ان طریقوں کو مضبوطی سے تھامنے والے ہیں جو ان کے لئے مقرر کیے گئے۔

﴿احتجاج طبرسی مصنف احمد بن ابی طالب شیعہ جلد اول ص ۲۳۶ مطبوعہ قم طبع جدید طبع قدیم ص ۹۰ مطبوعہ نجف اشرف﴾

حدیث نمبر (۳۸)

صحابہ کرام کو گالی دینے والا ملعون ہے

عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ أَصْحَابِي فَقُوْلُوا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى شَرِّكُمْ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ان کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو کہو کہ تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔

﴿ترمذی حدیث ۳۸۶۱ کتاب المناقب باب فی فضل من بایع تحت الشجرۃ﴾

﴿مشکوٰۃ حدیث: ۶۰۱ کتاب المناقب باب مناقب الصحابہ﴾

جب صحابہ کرام کی بے ادبی کرنے والا ملعون ہے تو انبیاء کرام کی بے ادبی کرنے والا اس سے بھی بڑا ملعون ہے اور ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا جائز نہیں اور کوئی کسی گستاخ سے گالی سن کر خاموش رہے تو اس کا ایمان خطرہ میں ہے اگر کوئی ہمارے باپ کو گالی دے تو ہم فورا جواب دیتے ہیں یہ نہیں کہتے کہ پہلے مسئلہ پوچھ لیں کہ فلاں آدمی نے میرے باپ کو گالی دی ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے فورا اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جاتا ہے لیکن اگر کوئی اولیاء کرام کی گستاخی کرے یا صحابہ کو گالی دے یا نبی کو گالی دے تو خاموشی سے مسئلے پوچھنے کے لئے چلے آتے ہیں۔ مسئلہ بعد میں پوچھنا پہلے اس گستاخ کی زبان کھینچ لے اس کو گریبان سے پکڑ کر منبر سے نیچے اتار کر جوتے مار اس نے منبر کی توہین کر دی ہے اور انسان نہیں شیطان کا ایجنٹ ہے جو انسانی لباس میں تیرے امتحان لینے آیا ہے کہ وہ دیکھے کہ تجھ میں والدین اور بہن بھائیوں کی محبت زیادہ ہے یا نبی کریم ﷺ کی۔

اور حدیث کے مطابق جس کو اپنی جان اپنے والدین اور بیوی بچوں بلکہ کسی سے بھی زیادہ محبت ہو بہ نسبت نبی کے تو وہ شخص مومن ہی نہیں رہتا۔

محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے ☆ اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

محمد کی غلامی سند ہے آزاد ہونے کی ☆ خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

محمد کی محبت آنِ ملت شانِ ملت ہے ☆ محمد کی محبت روحِ ملت جانِ ملت ہے

محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے ☆ یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے

محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا ☆ پدر، مادر، برادر، مال جان اولاد سے پیارا

یہ بھی یاد رکھو کہ منافقین کو مسجدوں سے باہر نکالنا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی سنت ہے جیسا کہ تم حدیث نمبر 16 ص 83 میں پڑھ چکے ہو۔

گر ترے باپ کو گالی دے کوئی بے تہذیب
غصہ آئے ابھی کچھ اور ہو حالت تیری
گالیاں دیں انہیں شیطاں لعین کے پیرو
جن کے صدقے میں ہے ہر دولت و نعمت تیری
اُن کے دشمن سے تجھے ربط رہے میل رہے
شرم اللہ سے کر کیا ہوئی غیرت تیری
تو نے کیا باپ کو سمجھا ہے زیادہ اُن سے
جوش میں آئی جو اس درجہ حرارت تیری
اُن کے دشمن کو اگر تو نے نہ سمجھا دشمن
وہ قیامت میں کریں گے نہ رفاقت تیری
اُن کے دشمن کا جو دشمن نہیں سچ کہتا ہوں
دعویٰ بے اصل ہے جھوٹی ہے محبت تیری
بلکہ ایمان کی پوچھے تو ہے ایمان یہی
اُن سے عشق اُن کے عدو سے ہو عداوت تیری

حدیث نمبر(۳۹)

انصار سے محبت کرنے والا مؤمن اور بغض رکھنے والا منافق ہے

عن انس رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

آيَةُ الإِيمَانِ حُبُّ الأنصار وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الأنصار

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کی نشانی انصار سے محبت ہے اور منافقت کی نشانی انصار سے بغض ہے۔

﴿بخاری حدیث:۳۷۸۴ کتاب المناقب باب حب الانصار☆مسلم حدیث:۷۴ کتاب الایمان☆مشکوۃ حدیث:۶۲۱۵ کتاب المناقب باب جامع المناقب﴾

حدیث نمبر(۴۰)

انصار سے محبت کرنے والا اللہ کا محبوب اور بغض رکھنے والا مبغوض ہے

عَنِ البراء بن عازب رضی الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ:

الأنْصَارُ لاَيُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللهُ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انصار سے صرف مؤمن ہی محبت رکھتا ہے اور ان سے صرف منافق ہی بغض رکھتا ہے جو ان سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔

﴿بخاری حدیث:۳۷۸۳ کتاب المناقب باب حب الانصار☆مسلم حدیث:۷۵ کتاب الایمان﴾

﴿مشکوۃ حدیث:۶۲۱۶ کتاب المناقب باب جامع المناقب﴾

والدین کے بے ادب کی شکل تبدیل ہوگئی

عَنِ العوام بن حوشب رضی الله عنه قال: نزلتُ مرة حيا والى جانب ذلك الحي مقبرة فلما كان بعد العصر انشق منها قبر فخرج رجل راسه رأس الحمار وجسده جسد إنسان فنهق ثلاث ثم انطبق عليه القبر فإذا عجوز تغزل صوفا فقالتْ امرأة ترى تلك العجوز قلتُ مالها؟ قالتْ تلك أم هذا قلتُ وماكان قصته قالتْ كان يشرب الخمر فإذا راح تقول له أمه يا بني اتق الله إلى متى تشرب هذه الخمر فيقول لها إنما أنتِ كما ينهق الحمار قالتْ فمات بعد العصر فهو ينشق عنه القبر بعد العصر كل يوم فنهق ثلاث ثم ينطبق عليه القبرُ

حضرت عوام بن حوشب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں عرب کے ایک قبیلہ میں اترا وہاں پر ایک قبرستان تھا۔ عصر کے بعد ایک قبر پھٹ جاتی ہے اور اس سے ایک مرد نکلتا ہے جس کا سر گدھے کی طرح تھا، اور باقی جسم انسان کی طرح تھا۔ تین بار گدھے کی طرح ہینگتا اور پھر اس کی قبر مل جاتی اور وہاں ایک عورت سوت کات رہی تھی اُس نے کہا کیا اس بڑھیا کو جانتے ہو میں نے کہا اسے کیا ہے؟ کہا یہ اس کی ماں ہے میں نے اُس عورت سے اس مردے کا حال دریافت کیا کہا یہ بہت بڑا شرابی تھا جب رات ہوتی تو اس کی والدہ کہتی اے میرے بیٹے اللہ سے ڈر تو کب تک شراب پیے گا دیا اپنی ماں کو کہتا کیا گدھے کی طرح ہینگتی ہے اور یہ عصر کے بعد مرا اس وقت سے روانہ عصر کے بعد اس کی قبر پھٹ جاتی ہے اور تین مرتبہ یہ گدھے کی طرح ہینگتا ہے اور پھر اس کی قبر مل جاتی ہے۔ ﴿الترغیب الترہیب جلد۳ص:۲۲۶ حدیث نمبر ۳۷۸۹﴾

جب عام والدین کی بے ادبی کرنے والے کی شکل تبدیل ہو جاتی ہے اور اسے

لوگوں کے لئے عبرت کا نشان بنادیا جاتا ہے یہ تو دنیا کی سزا ہے آخرت میں معلوم نہیں اس کا کیا حشر ہو تو پھر جو امہات المومنین کی بے ادبی کرتے ہیں اُن کا حشر کیا ہوگا اور جو ولیوں یا نبیوں کا گستاخ ہو اس کی سزا کیا ہوگی۔

اُن کے دشمن پہ لعنت اللہ کی رحم پانے کے قابل نہیں ہے
یہ میت ہے کسی بے ادب کی منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے

گستاخانِ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کو عبرت ناک سزائیں

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دینے والا کتے کی شکل میں تبدیل ہو گیا

مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

ایک سلفی بزرگ کا بیان ہے کہ میں نے شام کے سفر میں صبح کی نماز ایک مسجد میں گذاری جب امام نماز سے فارغ ہوا تو اس نے شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کو بد دعائیں دینا شروع کیں آئندہ سال جب میں دوبارہ شام گیا تو اتفاق سے پھر صبح کی نماز اسی مسجد میں ادا کرنا پڑی۔ جب امام امامت سے فارغ ہوا تو اُس نے شیخین کے حق میں دعائے خیر کی۔ میں نے نمازیوں سے پوچھا یہ کیا بات ہے کہ گذشتہ سال تو یہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتا تھا اور اب دعائیں دیتا ہے۔ انہوں نے کہا: آیا تم سابقہ امام کو دیکھنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا ہاں وہ مجھے ایک سرائے میں لے گئے جہاں ایک کتا بندھا ہوا تھا اور اُس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ میں نے اُس کتے سے دریافت کیا۔ کیا تم وہی امام ہو جو گذشتہ سال حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیتا تھا۔ اس نے سر کا اشارہ کیا ہاں! میں وہی ہوں۔ ﴿شواہد النبوۃ ص: ۲۷۲﴾

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دینے والا خنزیر کی شکل میں تبدیل ہو گیا

امام مستغفری نے کسی نیک و سعید شخص سے روایت کی کہ کوفہ میں ایک شخص تھا جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتا تھا وہ ہمارے ساتھ سفر کو ہولیا۔ ہم نے اسے ہر چند

سمجھایا لیکن اُس نے سنی ان سنی کر دی۔ آخر ہم نے اس سے کہہ دیا ہم سے دور ہو جاؤ۔ وہ ہم سے جدا ہو گیا۔

جب ہم واپس ہونے لگے تو ہم نے اس کے نوکر سے کہا کہ اپنے آقا سے کہو ہمارے پاس آجائے۔ اس نے کہا: میرے آقا کو ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آگیا ہے۔ اُس کے دو ہاتھ سور کے ہاتھوں جیسے ہو گئے ہیں۔ ہم اُس کے پاس گئے اُس نے اپنے ہاتھ اپنی آستین سے باہر نکالے جو سؤر کی طرح تھے وہ ہمارے ساتھ ہولیا اور چلتے چلتے ہم ایسی جگہ پہنچے جہاں سوروں کا ایک گلہ تھا۔ وہ گھوڑے سے اُترا اور سور بن کر سوروں سے جا ملا اس کے بعد ہم اسے پہچان نہ سکے اس کا مال و متاع اور غلام کوفہ میں لایا گیا۔ ﴿شواہد النبوۃ ص: ۲۶۹﴾

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دینے والا بندر کی شکل میں تبدیل ہو گیا

امام مستغفری ''دلائل النبوۃ'' میں ایک ثقہ راوی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم تین آدمی یمن کے سفر پر نکلے ہم میں ایک شخص کوفہ کا رہنے والا تھا جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو نہایت ناشائستہ باتیں کرتا تھا ہم نے اسے ہر چند سمجھایا لیکن وہ باز نہ آیا جب ہم یمن کے نزدیک پہنچے تو ایک جگہ قیام کے بعد سو گئے کوچ کا وقت آیا ہم نے وضو کیا اور اس کوفی کو بھی جگایا اُٹھ کر کہنے لگا مجھے افسوس ہے میں تم سے اس منزل میں پیچھے رہ گیا ہوں کہ تم نے مجھے عین اس وقت جگایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سرہانے کھڑے ہو کر فرما رہے تھے ''اے فاسق! خدا تعالیٰ فاسق کو ذلیل و خوار کرتا ہے، اسی سفر میں تیری شکل تبدیل ہو جائے گی''۔ میں نے کہا اٹھ وضو کر جونہی وہ وضو کرنے کے لئے بیٹھا تو اس کے پاؤں کی انگلیاں مسخ ہونا شروع ہو گئیں۔ اس کے دونوں پاؤں بندر کے بن گئے ہوتے ہوتے اُس کا سارا سراپا بندر کا ہو گیا۔ ہم نے اسے پکڑ کر اونٹ کے پالان کے ساتھ باندھ دیا اور سوئے منزل روانہ ہو گئے۔ غروب آفتاب کے وقت ہم ایک جنگل

میں پہنچے جہاں کچھ بندر جمع تھے۔ جب اس نے دیکھا تو نہایت مضطرب ہو کر رسی چھڑائی
اور ان میں جا ملا۔ پھر ہماری طرف آیا تو دوسرے بندر بھی اُس کے ساتھ ہمارے نزدیک
آ گئے۔ ہم نے کہا کام تو خراب ہو گیا۔ اب تمام بندر اس کے دوست بن گئے ہیں۔ اب
پتہ نہیں کیا کریں۔ وہ آیا اور ہمارے پاس بیٹھ کر دیکھتا رہا اور در آں حال اس کی آنکھوں
سے پانی بہتا رہا ایک گھنٹہ کے بعد بندر واپس چلے گئے تو وہ بھی اُن کے ساتھ واپس چلا
گیا۔ ﴿شواہد النبوۃ: ۲۶۸﴾

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دینے والے کو قتل کرنے کا حکم

امام مستغفری نے ایک اور روایت اکابرین سلف سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے
ہیں:

میرا ایک ہمسایہ تھا جو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بُرا بھلا کہتا تھا ایک رات میں نے
خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں حضرت
ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا ایک ہمسایہ ہے جو ان دو
بزرگوں کی شان میں گستاخی کر کے مجھے دکھ دیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے قتل کر دو
۔ جب صبح ہوئی تو میں نے کہا: چلو چل کر دیکھیں تو سہی کہ اس کا کیا بنا ہے۔ جب میں اس
کے گھر کے قریب پہنچا تو اس کے گھر سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے پوچھا
یہاں کیا ہوا ہے۔ تو انہوں نے بتایا کہ کل اُس کے گھر میں آ کر کسی نے اُس کو قتل کر دیا
ہے۔ ﴿شواہد النبوۃ ص: ۲۷۰﴾

رافضیوں کا حکم

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں (صحابہ کو گالی دینے والے) کے باب میں حکم یقینی قطعی
اجماعی یہ ہے۔ کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے ان کے

ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے، معاذ اللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو
تو یہ سخت قہر الٰہی ہے اگر مرد سنی اور عورت ان خبیثوں میں کی ہو جب بھی ہرگز نکاح نہیں
ہو گا محض زنا ہو گا اولاد ولد الزنا ہو گی باپ کا ترکہ نہ پائے گی اگرچہ اولاد بھی سنی ہی ہو کہ
شرعاً ولد الزنا کا باپ کوئی نہیں عورت نہ ترکہ کی مستحق ہو گی نہ مہر کی، کہ زانیہ کے لئے مہر
نہیں رافضی اپنے کسی قریب حتیٰ کہ باپ بیٹے ماں بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پا سکتا، سُنی تو سنی
کسی مسلمان بلکہ کسی کافر کے بھی یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکہ میں
اس کا اصلاً کچھ حق نہیں ان کے مرد عورت عالم جاہل کسی سے میل جول سلام کلام سب
سخت کبیرہ اشد حرام۔ جو ان کے ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر پھر بھی انہیں مسلمان جانے
یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام ائمہ دین خود کافر بے دین ہے اور اس
کے لئے بھی یہی احکام ہیں جو ان کے لئے مذکور ہوئے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس فتویٰ
کو بگوش ہوش سنیں اور اس پر عمل کر کے سچے پکے مسلمان سُنی بنیں۔ ﴿رد الرفضہ ص: ۱۶﴾

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری امام اہل سنت ہیں اور شیعوں کے خلاف
ان کا یہ فتویٰ ان کے امام اہل سنت ہونے پر شاہد ہے لیکن احسان الٰہی اہل حدیث نے
ایک کتاب لکھی ”بریلویت“ اس میں لکھا کہ اُن کا تعلق شیعہ خاندان سے تھا، انہوں نے
ساری عمر تقیہ کیے رکھا اور اپنی اصلیت ظاہر نہ ہونے دی تا کہ وہ اہل سنت کے درمیان
شیعہ عقائد کو رواج دے سکیں۔ (بریلویت مترجم ص ۴۰)

میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہابیت دجل و فریب جھوٹ اور دھوکہ بازی کا دوسرا نام
ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین میں آگے چل کر مختصر بیان کروں گا کہ شیعیت و رافضیت کو تیار
کرنے اور بنیاد فراہم کرنے والے وہابی تھے۔

احسان صاحب نے امام اہل سنت کو شیعہ ثابت کرنے کے لئے ایسی دلیل دی ہے
جسے دلیل کہنا ہی دلیل کی توہین ہے لکھتے ہیں:

ان کے آباؤ اجداد کے نام شیعہ اسماء سے مشابہت رکھتے ہیں۔ (بریلویت مترجم

ص ۴۰) اگر یہ دلیل شیعہ ہونے کے لئے کافی ہے تو پھر وہابی علماء بھی ضرور شیعہ ہیں ۔(۱) مثلاً محمد حسین شیخوپوری (۲) محمد حسین بٹالوی (۳) میاں نذیر حسین دہلوی (۴) نواب صدیق حسن خاں بھوپالی (۵) علامہ وحید الزماں وغیرہ ۔ جو تمہارا جواب وہی ہمارا جواب ۔

سبِّ صحابہ پر مشتمل شیعہ علماء کی چند عبارات

نقلِ کفر کفر نباشد

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں ایک دروازے سے داخل ہونے والے فرعون ہامان اور قارون ہیں یہ ابوبکر عمر اور عثمان سے کنایہ ہے اور دوسرے دروازے سے بنو امیہ داخل ہوں گے جو ان کے ساتھ مخصوص ہے۔ ﴿حق الیقین ۵۰۰ مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران ۱۳۵۷ھ﴾

براءت میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ان چار بتوں بیزاری طلب کرتے ہیں یعنی ابوبکر عمر عثمان اور معاویہ سے اور چار عورتوں سے یعنی عائشہ، حفصہ ہند اور ام الحکم سے اور ان کے معتقدوں اور پیروکاروں سے اور یہ لوگ ساری مخلوق میں سب سے بدتر ہیں اور اللہ رسول اور ائمہ سے کیا ہوا عہد اس وقت تک پورا نہیں ہوگا جب تک ان کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار نہ کیا جائے۔

﴿حق الیقین ۵۱۹ مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران ۱۳۵۷ھ﴾

حضرت علی بن حسین کے آزاد کردہ شخص نے حضرت سے پوچھا آپ کی خدمت کرنیکی وجہ سے میرا آپ پر حق ہے مجھے ابوبکر اور عمر کے متعلق بتایئے؟ آپ نے فرمایا وہ دونوں کافر ہیں اور جو ان کو دوست رکھتا ہے وہ بھی کافر ہے۔

﴿حق الیقین ۵۲۲ مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران ۱۳۵۷ھ﴾

عیاش نے سند معتبر کے ساتھ حضرت امام باقر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تو چار کے سوا تمام لوگ مرتد ہو گئے علی بن ابی طالب مقداد و سلمان اور ابوذر۔ ﴿حیات القلوب جلد ۲ ص ۶۲۷ مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران﴾

اس طرح کی غلیظ عبارتوں سے شیعوں کی کتابیں بھری ہوئی ہیں اس طرح کے عقائد سے آگاہ ہونے کے بعد اگر کوئی سنی اُن سے شادی بیاہ کرتا ہے تو سمجھو وہ نام کا سنی ہے اصل میں شیعیت پھیلانا چاہتا ہے اور بے ایمان ہو کر مرنا چاہتا ہے۔

شیعوں کے نزدیک اہل سنت یہودیوں اور عیسائیوں سے بدتر ہیں

کوئی یہ گمان نہ کرے کہ شیعہ صرف صحابہ یا اہل بیت کے دشمن ہیں ہمارے تو دوست ہیں ہر گز نہیں یہ سنیوں کو یہود و نصاریٰ سے بدتر سمجھتے ہیں

ابو بصیر امام جعفر صادق سے رضی اللہ عنہ سے راوی ہے کہ امام نے فرمایا:

کسی سنی مرد یا عورت سے شادی کرنے سے یہودی اور عیسائی سے شادی کرنا افضل ہے

﴿فروع کافی جلد ۵ ص: ۳۵۱ کتاب النکاح باب مناکحۃ النصاب﴾

شیعوں کے نزدیک سنی حرام زادے سے بھی زیادہ بُرا ہے

امام جعفر صادق سے رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں کتا اور خنزیر تو سوار کر لیا لیکن حرامی کو اوپر نہ چڑھایا ناصب (سنی) تو حرام زادے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

﴿جامع الاخبار ص: ۱۸۵) الفصل السابع والعشرین والمائۃ فی التعصب﴾

شیعوں کے نزدیک سنی کتے سے بھی بدتر ہے (نعوذ باللہ)

امام جعفر صادق سے رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں سے کتے سے زیادہ نجس (ناپاک) کوئی دوسرا پیدا نہیں کیا اور ہم اہل بیت کا ناصب (سنی) تو کتے سے بھی زیادہ نجس ہے۔

﴿الملتہ الدمشقیہ جلد پنجم ص ۳۵-۳۶ تا ۲۳۴ مسئلہ کفات﴾

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سنی کی دوکان سے خریدا ہوا حلال گوشت خنزیر سے زیادہ حرام ہے۔

﴿تہذیب الاحکام جلد ۹ ص:۷۱ فی الذبائح وسائل الشیعہ جلد ۱۲ ص ۳۵۶ باباباحت الذبائح﴾

حضرات محترم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ان میں سے کوئی بات بھی نہیں فرمائی شیعوں نے صرف ان کا نام لے کر ہمیں ننگی گالیاں دی ہیں اس لئے اہل سنت کو غیرت و حمیت کا مظاہرہ کرنا چاہئے کہ جب شیعہ ہمیں کفار سے بھی بدتر سمجھیں اور نجس العین خنزیر کو بھی ہم سے اچھا کہیں اسی پر بس نہیں بلکہ جو حضرات صحابہ پر تبرا کریں قرآن میں تحریف کے قائل ہوں تو پھر اس کے بعد اہل سنت کو شیعوں سے رشتہ کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے غافل مسلمانوں تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں

وہابی علماء کی شان صحابہ میں گستاخیاں

پہلے میں یہ سمجھتا تھا کہ وہابی صرف گستاخ رسول ہیں ممکن ہے یہ صحابہ کے محب ہوں لیکن ان کی کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد پتہ چلا کہ یہ بھی شیعوں کے نقش قدم پر ہیں بلکہ ان سے بھی دو قدم آگے ہیں چند نمونہ جات ملاحظہ ہوں۔

شیخ ابن تیمیہ کے عقائد

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے کہا کہ ابن تیمیہ منافق ہے کیونکہ وہ حضرت علی کے بارے میں کہتا

تھا کہ آپ نے سترہ مقامات پر خطا کی اور کتاب اللہ کی مخالفت کی وہ جہاں بھی گئے انہوں نے شکست کھائی انہوں نے بار بار خلافت حاصل کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہے اور ان کی جنگ حکومت کے لئے تھی دین کے لئے نہیں تھی۔ وہ بچپن میں اسلام لائے تھے اور بچپن کا اسلام لانا ایک قول کے مطابق صحیح نہیں ہوتا۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔

اور ابن تیمیہ نے کہا حضرت عثمان مال سے محبت رکھتے تھے اور حضرت ابوبکر کے متعلق کہا وہ بہت بوڑھے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ کیا کر رہے ہیں۔

﴿الدرر الکامنہ ج ا ص ۱۵۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت﴾

﴿شرح مسلم سعیدی جلد ۳ ص ۷۳۶﴾

ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے عقائد

انبیاء کرام کی بارگاہ میں گستاخیاں۔

موسیٰ علیہ السلام کی مثال جلد باز فاتح کی سی ہے۔

﴿رسالہ ترجمان القرآن ج ۲۹ ص ۵﴾

حضرت یونس علیہ السلام سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوگئی تھیں۔ غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا

﴿تفہیم القرآن جلد ۲ سورہ یونس حاشیہ ۳۱۲-۳۱۳﴾

سیدنا یوسف علیہ السلام کے ارشاد (مجھے زمین مصر خزائن پر نگران مقرر کردو) کے تحت مودودی صاحب لکھتے ہیں:

یہ محض وزیر مالیات کے منصب کا مطالبہ نہ تھا جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ بلکہ یہ ڈکٹیٹر شپ کا مطالبہ تھا اور اس کے نتیجے میں آپ کو جو پوزیشن حاصل ہوئی وہ قریب قریب وہی پوزیشن تھی جو اس وقت اٹلی میں مسولینی کو حاصل ہے۔

﴿تفہیمات حصہ دوم ص ۱۲۲ طبع پنجم ۱۹۷۰ء﴾

حضور ﷺ کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضور ﷺ کا اندیشہ صحیح نہ تھا۔ (یعنی غلط تھا) نعوذ باللہ

﴿ترجمان القرآن فروری ۱۹۲۶ء﴾

حضور ﷺ کے زبان سے نکلا ہوا ایک ایک حرف صحیح ہے کیونکہ آپ وحی الٰہی سے بولتے ہیں جس کا مرزائیوں کی طرح یہ عقیدہ ہے کہ آپ کا کوئی فرمان غلط ہے وہ جھوٹا ہے۔

شانِ اولیاء میں گستاخی

مودودی صاحب لکھتے ہیں:

جو لوگ حاجتیں طلب کرنے اجمیر یا سالار مسعود یا ایسے ہی دوسرے مقامات پر جاتے ہیں وہ اتنا بڑا گناہ کرتے ہیں کہ قتل اور زنا کا گناہ اس سے کمتر ہے آخر اس میں اور خود ساختہ معبودوں کی پرستش میں فرق کیا ہے۔ ﴿تجدید احیائے دین ص: ۶۲﴾ نعوذ باللہ

مزارات اولیاء پر جانا اور ان سے فیض حاصل کرنا گناہ نہیں ثواب ہے اور بزرگانِ دین کا طریقہ ہے نوے لاکھ کفار کو کلمہ پڑھا کر مسلمان بنانے والے خواجہ غریب نواز نے داتا صاحب علیہ السلام کے مزار پر چالیس دن کا چلہ کیا اور حاجت طلب کی اور مراد پوری ہوئی تو پڑھا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ☆ ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

کیا مودودی صاحب جو مسلمانوں کو مشرک زانی اور قاتل بتا رہے ہیں ان کا عقیدہ صحیح ہے یا اولیاء کرام کا عقیدہ صحیح ہے جو کافروں کو مسلمانوں بنا رہے ہیں؟

متعہ جائز ہے مودودی صاحب کی جدید شریعت

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ متعہ جائز ہے بلکہ اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا۔

﴿من لا یحضرہ الفقیہ جلد سوم ص: ۲۹۷﴾

اسی طرح مودودی صاحب لکھتے ہیں:

انسان کو بسا اوقات ایسے حالات سے سابقہ پیش آجاتا ہے جس میں نکاح ممکن نہیں ہوتا اور وہ زنا یا متعہ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے میں مجبور ہو جاتا ہے ایسے حالات میں زنا کی نسبت متعہ کر لینا بہتر ہے۔ ﴿ترجمان القرآن جلد ۱۲ اگست ۱۹۵۵ء﴾

حضور ﷺ نے متعہ کو حرام قرار دیا ہے اور فرمایا جو نکاح کی طاقت نہ رکھے تو وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ شہوت توڑ دیتا ہے لیکن مودودی صاحب صرف اس کو جائز ہی نہیں بلکہ بہتر قرار دے رہیں ہیں یہ مداخلت فی الدین نہیں تو اور کیا ہے؟

حدیث کا انکار

قرآن و حدیث کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں۔ ﴿تنقیحات ص: ۱۳۳ ☆ ترجمان القرآن جون ۱۹۳۹ء﴾

یہ کانا دجال وغیرہ تو افسانے ہیں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔

﴿ترجمان القرآن ص ۱۸۶ بابت رمضان و شوال ۱۳۶۴ھ﴾

بخاری، مسلم و صحاح ستہ کی تمام احادیث میں دجال کی نشانی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ایک آنکھ سے کانا ہوگا لیکن مودودی صاحب اس کو افسانہ کہہ رہے ہیں (نعوذ باللہ) ان سے بڑھ کر کوئی منکر حدیث اور نبی کریم ﷺ کے فرمانِ عالی شان کا تمسخر اڑانے والا ہو سکتا ہے؟

صحابہ کرام کی شان میں گستاخیاں

مودودی صاحب لکھتے ہیں:

رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے
﴿دستور جماعت اسلامی ص ۱۴﴾

حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے جانشین ہوئے تو رفتہ رفتہ وہ اس پالیسی سے ہٹتے چلے گئے انہوں نے پے در پے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عہدے عطا کئے اور ان کے ساتھ دوسری ایسی رعایت کیں جو عام طور پر لوگوں میں ہدف اعتراض بن کر رہیں۔ ﴿خلافت و ملوکیت ص ۱۰۶﴾

حضرت عثمان کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا اور غلط کام بہرحال غلط ہے خواہ وہ کسی نے کیا ہو اس کو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل و انصاف کا تقاضہ ہے اور نہ ہی دین کا مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے۔ ﴿خلافت و ملوکیت ص ۱۱۶﴾

حضرت عثمان جن پر اس کار عظیم (خلافت) کا بار رکھا گیا تھا ان تمام خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے پیش رووں کو عطا ہوئی تھیں اس لئے ان کے زمانہ خلافت میں جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماعی میں گھس آنے کا موقع مل گیا۔
﴿تجدید احیائے دین ص: ۳۳-۳۶-۳۷﴾

صحابہ معیاری مسلمان نہ تھے (نعوذ باللہ) حقیقت یہ ہے کہ عامی لوگ نہ کبھی عہد نبی میں معیاری مسلمان تھے اور نہ اس کے بعد کبھی ان کو معیاری مسلمان ہونے کا فخر حاصل ہوا۔ ﴿ترجمان القرآن جولائی ۱۹۳۴ء﴾

مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہ نے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کی صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ ﴿خلافت و ملوکیت ص ۱۷۴﴾

مودودی صاحب کا اپنے کلام پر اپنا فتویٰ

مودودی صاحب لکھتے ہیں: صحابہ کرام کو برا کہنے والا میرے نزدیک فاسق ہی نہیں

بلکہ اس کا ایمان بھی مشتبہ ہے۔ ﴿ترجمان القرآن اگست ۱۹۶۱ء﴾

مودودی صاحب خود اپنے ہی آئینہ میں اپنی شکل دیکھ لیں تو واضح ہو جائے گا کہ وہ ایمان کے کس درجہ میں ہیں اور شیعیت مضبوط کرنے والے سنی ہیں یا وہابی؟

مودودی کی صاحب کی کتاب "خلافت و ملوکیت" کے پہلے ورق کو اگر حذف کر دیا جائے تو کوئی آدمی پہچان نہیں سکتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف وہابی ہے یا شیعہ۔

سنیوں سے اپیل

مودودی صاحب کی جماعت اسلامی خالصتاً وہابی جماعت ہے لہٰذا اس میں شمولیت ہرگز جائز نہیں اور جماعت اسلامی جو یہ کہتی ہے کہ ہماری جماعت میں ہر فرقہ کا آدمی آسکتا ہے ہم اختلافی مسائل میں الجھنا نہیں چاہتے محض پراپگنڈہ ہے ویسے تو کہتے ہیں "رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے"۔

چنانچہ مودودی صاحب نے انبیاء کرام سے لیکر صحابہ تابعین اور اولیاء کرام کو تنقید کا نشانہ بنایا لیکن اگر کوئی مودودی صاحب پر تنقید کرے تو یہ لوگ اُس کے جانی دشمن ہوں گے اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ مودودی صاحب کو صحابہ اور اولیاء کرام سے بلند رتبہ دیتے ہیں۔ یہ فرقہ پرستی اور شخصیت پرستی نہیں تو اور کیا ہے۔

کیا یہ لوگ مسلمان ہیں

میدان محشر میں سرکار دو عالم ﷺ کی شفاعت کے امیدوارو! دل کی آنکھوں سے پڑھو، اور انصاف کرو کہ...... آیا ان غلیظ و مکروہ عقائد کے حامل افراد مسلمان ہیں؟

نقل کفر کفر نباشد

(۱)......غیب کی باتوں کا جیسا علم حضور ﷺ کو ہے ایسا علم زید و عمرو بچوں پاگلوں بلکہ تمام جانوروں کو حاصل ہے رسول کی تخصیص نہیں۔

﴿حفظ الایمان اشرف علی تھانوی دیوبندی ص ۸﴾

(۲)...... حضور ﷺ کو آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے۔
حضور ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ ﴿تحذیر الناس ص ۳-۲۵ مصنفہ قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند﴾

(۳)......شیطان اور ملک الموت کو تمام روئے زمین کا علم ہے اور حضور ﷺ کے لئے ایسا علم ماننا شرک ہے۔ ﴿براہین قاطعہ ص ۵۵ مصنفہ خلیل احمد انبیٹھوی﴾

(۴)......نماز میں حضور ﷺ کا خیال بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوبنے سے بُرا ہے۔ ﴿صراط مستقیم ص ۹۷: اسماعیل دہلوی﴾

(۵)...... ہر مخلوق چھوٹا ہو بڑا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔
﴿تقویۃ الایمان از اسماعیل دہلوی ص ۲۵ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی﴾

(۶)......سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں
﴿تقویۃ الایمان از اسماعیل دہلوی ص ۵۳ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی﴾

(۷)......رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔
﴿تقویۃ الایمان از اسماعیل دہلوی ص ۵۵ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی﴾

(۸)......جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں
﴿تقویۃ الایمان از اسماعیل دہلوی ص ۴۳ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی﴾

(۸)...... نبی ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں
﴿تقویۃ الایمان از اسماعیل دہلوی ص ۵۷ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی﴾

(۸)......نبی کی تعظیم بڑے بھائی کی طرح کرو کیونکہ وہ بھی انسان اور بندے عاجز ہیں۔ ﴿تقویۃ الایمان از اسماعیل دہلوی ص ۵۶ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی﴾

اصل اختلاف

اہل سنت والجماعت وفرقہ وہابیہ نجدیہ کا اصل اختلاف یہ نہیں ہے کہ اہل سنت کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھتے ہیں اور وہابیہ اس کے منکر ہیں اہل سنت ایصال ثواب ختم شریف کے قائل ہیں وہابیہ اس کے منکر ہیں اہل سنت مزارات اولیاء کرام پر حاضری دینا اوران کے توسل سے دعائیں مانگنا باعث اجر وثواب سمجھتے ہیں وہابیہ اس کار خیر سے محروم ہیں بلکہ اصل اختلاف جس نے امت کو دو دھڑوں میں بانٹ دیا وہ اکابر دیوبند کی وہ کفریہ عبارات ہیں جن میں کھلم کھلا نبی کریم ﷺ کی گستاخی کا ارتکاب کیا گیا ہے۔

میری کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ اور وہابی دونوں جب تک اپنے گستاخانہ اور کفریہ عقائد سے توبہ نہ کریں تو وہ گستاخ رسول اور گستاخ صحابہ واہل بیت ہیں ان کو سلام کرنا یا ان کا نماز جنازہ پڑھنا یا ایصال ثواب کرنا ان سے دوستی اور رشتہ ناطہ کرنا جائز نہیں اگر والدین اپنی اولاد کو ان سے رشتہ داری پر مجبور کریں تو ہرگز ہرگز ان کی بات نہ مانیں کیونکہ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِی مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ خدا کی نافرمانی میں مخلوق کی طاعت جائز نہیں۔

تجھے جانا تجھے مانا نہ رکھا غیر سے کام ☆ للہ الحمد میں دُنیا سے مسلمان گیا

الحمد للہ یہ کتاب آج ۸ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ بمطابق ۵ ستمبر ۲۰۰۳ء بروز جمعۃ المبارک کو مکمل ہوئی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کتاب کو قبول فرمائے اور اس کو مفید بنائے اور اس کو تا قیامت فیض آفریں اور باقی رکھے اس کے مصنف مصحح کمپوزر، ناشر، قارئین، سامعین، محبین اور معاونین کو دنیا اور آخرت کی کامیابیاں اور کامرانیاں عطا فرمائے......آمین، یارب العالمین۔

صلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

بابا کرموں اور اس کے بیٹے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بابا کرم دین ایک نہایت سادہ اور بھولا انسان تھا۔ لوگ اسے بابا کرموں کہتے تھے۔ بابا کرموں کے چار بیٹے تھے۔ اس نے تین بیٹوں کو سکول کالج کی خوب تعلیم دلائی۔ چوتھا بیٹا ان پڑھ تھا اور کھیتی باڑی کرتا تھا۔

پڑھے لکھے بیٹوں میں سے ایک بیٹا ملازمت کے سلسلے میں سعودی عرب چلا گیا۔ دوسرا بیٹا ایران چلا گیا اور تیسرا بیٹا اعلیٰ تعلیم کے سلسلے میں لاہور یونیورسٹی میں داخل تھا اور اس کی رہائش کلمہ چوک کے قریب گلیکسی ہاسٹل میں تھی۔

ایسا ہوا کہ اس کا سعودی عرب والا بیٹا سعودیہ میں رہ کر وہابی ہو گیا۔ اس نے رفع یدین وغیرہ شروع کر دیا اور جب بھی اپنے گاؤں آتا تو اپنے باپ دادا اور پورے گاؤں والوں کو کافر اور مشرک کہتا۔ بابا کرموں اس کی باتوں سے سخت پریشان رہنے لگا۔ بابا اپنے بیٹے کو کئی علماء کے پاس لے کر گیا۔ مگر وہ کسی سے قائل نہ ہوا۔ اگر وہ لڑکا کسی عالم کے سامنے لاجواب ہو جاتا تو کہتا تھا کہ اس کا جواب میں اپنے علماء سے پوچھ کر دوں گا۔ بابے کو اس بات پر غصہ آ جاتا تھا۔ بابا کہتا تھا کہ اب تم علماء سے رابطہ رکھتے ہو۔ وہابی ہونے سے پہلے اپنے سنی علماء سے رابطہ کیوں نہیں رکھا؟

مختلف علماء سے اپنے بیٹے کی بحث سن سن کر کچھ باتیں بابے کی سمجھ میں بھی آ چکی تھیں۔ با

بے نے ہر بحث میں اپنے بیٹے کی دو باتیں بار بار سن رکھی تھیں۔ پہلی یہ کہ اس کا بیٹا ہر حدیث کو ضعیف کہہ دیتا تھا۔ دوسری یہ بات کہ سعودی عرب والے کیسے غلط ہو سکتے ہیں جب کہ سعودی عرب دین کا مرکز ہے وہیں سے دین پھوٹا اور ساری دنیا تک پہنچا۔ بابا یہ باتیں سن کر خود بھی اپنے مذہب سے ڈگمگا گیا۔

بیٹے کی یہ دو باتیں سن سن کر بابا اپنے بیٹے سے پہلے یہی سوال علماء پر داغ دیتا تھا۔

ایک عالم سے لڑکے کی بحث اس طرح ہوئی۔ اس لڑکے نے کہا رفع یدین (نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد کانوں تک ہاتھ اٹھانا) چار سو احادیث سے ثابت ہے۔ عالم نے کہا وہ تمام احادیث مجھے مکمل سند اور اصل الفاظ کیساتھ گنواؤ۔ لڑکے کا منہ بند ہو گیا پھر کہنے لگا مجھے تو معلوم نہیں میں نے مولوی صادق کی کتاب صلوٰۃ الرسول میں پڑھا ہے۔

پھر کہنے لگا رفع یدین پر احادیث کی تعداد کو چھوڑیے۔ بہر حال صحیح بخاری میں حدیث موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے اسی ایک مسئلے پر تحقیق کر کے میں اہل حدیث ہوا ہوں۔

عالم نے کہا صرف ایک مسئلے پر تحقیق کر کے آپ نے پورا مسلک کیوں تبدیل کر لیا۔ یہ تو تحقیق کا نہایت ناقص اور جلد باز طریقہ ہے۔ آپ کے نزدیک رفع یدین ثابت ہوتے ہی تقلید کا مسئلہ، آمین بالجہر کا مسئلہ، فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ، تین طلاق کا مسئلہ، نماز تراویح کا مسئلہ وغیرہ وغیرہ خود بخود کیسے حل ہو گئے۔ آپ کا فیصلہ نہایت جاہلانہ بلکہ احمقانہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ رفع یدین تو شافعی اور حنبلی بھی کرتے ہیں۔ بلکہ کسی حد تک شیعہ بھی کرتے ہیں۔ آپ اس ایک مسئلے پر مطمئن ہونے کے بعد اہل حدیث ہونے کی بجائے شافعی یا حنبلی یا شیعہ کیوں نہیں ہو گئے؟ مثلاً ایک آدمی کی تحقیق یہ ہو کہ داڑھی کو مطلق چھوڑ دینا چاہیے اسے کترانا نہیں چاہیے۔ اس تحقیق کے بعد وہ سکھ ہو جائے اور کہنا شروع کر دے کہ میں صرف اور صرف داڑھی کے مسئلے پر تحقیق کرنے کے بعد سکھ ہوا ہوں۔ تو بتائیے کہ اس کی یہ بات

معقول ہوگی؟

لڑکے کو یہ باتیں کڑوی لگیں مگر ان باتوں میں صداقت موجود تھی۔لاجواب ہو کر کہنے لگا میں اپنے علماء سے پوچھوں گا۔

پھر کہنے لگا آخر سعودی عرب والے رفع یدین کیوں کرتے ہیں۔سعودی عرب دین کا مرکز ہے وہاں سے دین پھوٹا ہے اور وہاں چودہ سو سال سے رفع یدین ہوتا چلا آرہا ہے۔عالم نے کہا آپ بے شک رمضان شریف میں ٹی وی پر نماز کا منظر دیکھ لینا۔آپ کو ہر طرح کے لوگ مل جائیں گے۔بلکہ ٹی وی پر کئی امام نظر آرہے ہوتے ہیں۔کوئی رفع یدین کرتا ہے اور کوئی نہیں کرتا۔کوئی سینے پر ہاتھ باندھتا ہے اور کوئی ناف کے پاس۔کوئی آمین اونچی کہتا ہے اور کوئی آہستہ۔یہ آپ کو کس نے سکھایا ہے کہ سعودی عرب والے سارے اہل حدیث ہیں؟ وہاں تو ایک آدمی بھی غیر مقلد (اہل حدیث) نہیں ہے۔وہ سب کے سب حنبلی، شافعی، مالکی اور حنفی ہیں۔وہاں حنبلیوں کی اکثریت ہے۔اور یہ سب اہل سنت ہوتے ہیں۔اور اماموں کے مقلد اور پیروکار ہوتے ہیں۔جب کہ اہل حدیث کے نزدیک امام کی پیروی شرک اور گمراہی ہے۔

پھر یہ کہ سعودی عرب میں ''ض'' داد کی طرح پڑھا جاتا ہے جب کہ پاکستان کے وہابی اور شیعہ دونوں اسے 'زاد' پڑھتے ہیں۔دین اگر عرب سے پھوٹا ہے تو عربوں کو کم از کم 'ض' پڑھنا تو آتا ہوگا؟

پھر یہ بتاؤ کہ سعودی عرب والے بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔ہر سال ٹی وی پر اس کا ثبوت دیکھ سکتے ہو۔اب بتاؤ کہ جہاں سے دین پھوٹا وہاں بیس تراویح پڑھی جاتی ہیں۔اور پاکستان کے وہابی (اہل حدیث) آٹھ تراویح پڑھتے ہیں۔اس وقت انہیں سعودیہ کی مرکزیت یاد نہیں آتی؟ سعودیہ والے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرتے ہیں۔جب کہ پاکستانی وہابی تین طلاقوں کو شیعوں کی طرح ایک ہی شمار کرتے ہیں۔اس کی بے شمار دوسری مثالیں بھی

موجود ہیں۔اب بتاؤ کہ اگر تم سعودی عرب کو دین کا مرکز مانتے ہو تو پھر ان تمام مسائل کو دیکھ کر تم اہل سنت کیوں نہیں ہو جاتے؟ آپ کچھ لوگوں کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ کر متاثر ہو گئے تھے تو تمام کے تمام لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھتا دیکھ کر متاثر کیوں نہیں ہوتے؟

اس عالم کے دلائل نے اس لڑکے کی جاہی مچادی مگر وہ کہنے لگا کہ میں اپنے علماء سے پوچھوں گا۔بابا اس بات پر گرم ہو جاتا تھا مگر وہ عالم دین بابے کو سمجھا کر ٹھنڈا کر دیتے تھے۔

لڑکے نے کہا میں اپنے علماء سے سمجھ کر آؤں گا اور انشاء اللہ دلائل کی روشنی میں آپ کو کوفے پہنچادوں گا۔

عالم دین نے کہا آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔آپ مجھے کوفہ پہنچادیں۔وہاں میری ملاقات مولا علی شیر خدا ؓ سے ہوجائے گی۔سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ سے مل لوں گا۔امام اعظم ابوحنیفہ ؓ کی گلیاں دیکھ لوں گا۔لیکن بیٹا میں انشاء اللہ تعالیٰ تجھے دلائل کی روشنی میں نجد پہنچادوں گا۔جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ھناك الزلازل و الفتن یعنی نجد میں زلزلے ہوں گے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطانی ٹولہ نکلے گا

﴿بخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۵۸۲﴾

اسی نجد میں محمد بن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا تھا۔جس کے تم پیروکار ہو۔وہاں جا کر اپنے وڈیرے سے مل لینا۔پہنچے گی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر ہے۔

لڑکے نے کہا آپ نے مجھ پر کیچڑ اچھالا ہے عالم نے کہا بیٹا پہلے تم نے کیچڑ اچھالا تھا اور مجھ پر نہیں بلکہ میرے امام ابوحنیفہ ؓ پر کیچڑ اچھالا تھا۔اور ان کے شہر کوفہ کی توہین کی تھی۔میں نے تو صرف جوابی کاروائی کی ہے۔

اس لڑکے نے کہا۔آپ رفع یدین ترک کرنے کا ثبوت دیجئے۔عالم نے کہا۔اس کا ثبوت بخاری میں بھی موجود ہے۔مسلم میں بھی موجود ہے اور بے شمار دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے۔مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے حدیث لی گئی ہے۔کہ آپ ؓ

نے نبی کریم ﷺ کو بے شمار مرتبہ رفع یدین کئے بغیر نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ یہ حدیث مسند امام اعظم اور موطا امام محمد میں موجود ہے۔

اس لڑکے نے کہا یہ حدیث دکھائیں۔ عالم دین نے حدیث اصل کتابوں میں دکھادی۔ اس لڑکے نے حدیث نوٹ کرلی اور کہنے لگا کہ میں اپنے علماء سے پوچھوں گا۔

گفتگو کافی طویل ہو چکی تھی۔ عالم دین نے فرمایا کہ جاؤ اپنے علماء سے پوچھ لو۔ پھر دو بارہ تشریف لے آنا وہ باپ بیٹا دونوں چلے گئے۔

اگلے دن وہ لڑکا اپنے علماء سے خوب معلومات لے کر دوبارہ آ گیا۔ آتے ہی کہنے لگا کہ مسند امام اعظم اور موطا امام محمد معتبر کتابیں نہیں اور آپ کی پیش کردہ حدیث ضعیف ہے۔

عالم دین نے کہا کہ اگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے رفع یدین ترک کرنے والی احادیث صحاح ستہ میں بھی موجود ہوں تو پھر؟

لڑکے نے کہا۔ پھر ٹھیک ہے۔ آپ دکھا دیجئے۔ عالم دین نے فرمایا ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ میں تمہیں نبی کریم ﷺ والی نماز پڑھ کر دکھاؤں؟ آپ نے نماز پڑھ کر دکھائی۔ اور صرف شروع میں رفع یدین کیا، بعد میں پوری نماز میں رفع یدین نہیں فرمایا۔ یہ حدیث ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور امام بخاری کی جزء ورفع یدین وغیرہ میں موجود ہے۔

اب بتاؤ کہ مسند امام اعظم اور موطا امام محمد پر تو آپ نے فوراً زبان درازی کر دی۔ مگر صحاح ستہ کے مصنفین اور امام بخاری تک نے اس کی تائید کردی ہے۔ یاد رکھو کہ جو حدیث امام اعظم اور ان کے شاگرد بیان کردیں۔ (جو پہلی اور دوسری صدی کے لوگ ہیں) تو ایسی حدیث پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے۔ اب اس کو ضعیف کہنا یا کسی کتاب کو غیر معتبر کہنا محض فریب بلکہ فراڈ ہے۔ ایسی حدیث احناف اور شوافع کے درمیان متفق علیہ بن جاتی ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ احناف کچی گولیاں نہیں کھیلتے۔

اس لڑکے نے کہا میں اپنے علماء سے پوچھ کر آیا ہوں کہ اس حدیث میں فلاں راوی ضعیف ہے اور تدلیس سے کام لیتا ہے۔ عالم نے کہا اس راوی کو کس نے ضعیف لکھا ہے؟ لڑکے نے کہا ذہبی اور ابن حجر نے۔

عالم نے کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ اہل حدیث ہیں اور اہل حدیث کا دعویٰ ہے کہ قرآن وحدیث کے علاوہ ہر چیز ناقابل قبول ہے تم بتاؤ کہ ذہبی اور ابن حجر کی کتاب قرآن ہے یا حدیث؟ نیز ذہبی اور ابن حجر خدا ہیں یا خدا کے رسول؟ جب تمہارا نعرہ قرآن وحدیث ہے تو پھر ذہبی کیا ہیں اور ابن حجر کون ہیں؟ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کو بخاری پر عمل کرنے کا بھی کوئی حق حاصل نہیں۔ اسلئے کہ بخاری کے لکھنے والے کا نام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہے اور امام بخاری نہ خدا ہیں اور نہ خدا کے رسول۔ جب کہ اہل حدیث خدا رسول کے سواء کسی کی بات نہیں مانتے۔

پھر یہ رجال کی کتابیں جو سات آٹھ سو سال بعد لکھی گئی ہیں آپ کے ہاں ان کتابوں کی کیا حیثیت رہ گئی؟ پھر یہ بھی سن لو کہ تابعین جیسے عظیم المرتبت اولیاء اللہ کو ضعیف اور جاہل کہنے کا دھندا جن لوگوں نے شروع کیا ہے۔ ان کی اپنی اوقات کیا ہے۔ ذہبی کے شاگرد تاج الدین سبکی اپنی کتاب طبقات شافعیہ کی جلد ا صفحہ ۱۹۱ پر لکھتے ہیں کہ ذہبی میرے استاد ضرور ہیں لیکن نہایت افسوس کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہوں کہ ذہبی نے اللہ والوں کے خلاف سخت زبان درازی کی ہے مجھے ڈر ہے کہ جن لوگوں کے خلاف انہوں نے زبان درازی کی ہے قیامت کے دن یہ لوگ ذہبی کے خلاف کھڑے نہ ہو جائیں۔

اس سے زیادہ سخت الفاظ ابن حجر کے بارے میں امام سخاوی علیہ الرحمہ نے لکھے ہیں اور انہیں احناف کے خلاف سخت متعصب قرار دیا ہے

لڑکا سہم گیا اور کہنے لگا میں اپنے علماء سے پوچھوں گا باپ کو سخت غصہ آ گیا۔ باپ نے اپنے بیٹے کو ایک لاٹھی ماردی اور اسے اس کے علماء سمیت گالیاں دینے لگ گیا۔ اور اسے بازو

سے پکڑ کر باہر کو گھسیٹا۔ چل دفع ہو۔

بابا ان پڑھ ضرور تھا مگر ذہین بہت تھا اور بار بار گفتگو سن کر اچھی خاصی سوجھ بوجھ حاصل کر چکا تھا۔ اور اس نے بعض علمی اصطلاحات تک یاد کر لی تھیں۔

گھر پہنچ کر بابا کہنے لگا۔ بیٹا مجھے تین باتیں اچھی طرح معلوم ہو گئی ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جس حدیث کو امام اعظم ابو حنیفہ نے یا امام محمد نے بیان کیا ہو، اسی حدیث کو جب بعد والے محدثین بھی بیان کر دیں تو اب سند کے چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اب ایسی حدیث کو ضعیف کہنا محض جان چھڑانے والی بات ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ رجال کی کتابیں، جن میں کہیں کسی جلیل القدر تابعی کو ضعیف کہا گیا ہے اور کہیں کسی تبع تابعی کو کذاب کہا گیا ہے۔ میری سمجھ کے مطابق یہ سب زبان درازی ہے اور اولیاء اللہ سے دشمنی اور ان کا ناجائز گلہ ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اہل حدیثوں کو رجال کی کتابوں پر اعتماد کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ ورنہ اس سے اندھی تقلید لازم آئے گی۔ لڑکا اپنے باپ کی باتوں سے مزید پریشان ہو گیا۔ مگر ابھی وہ اپنی ضد پر قائم تھا۔

اتفاق سے بابے کا دوسرا بیٹا ایران سے واپس آ گیا۔ لیکن تقدیر کا کھیل دیکھئے کہ اس کا یہ بیٹا شیعہ مذہب اختیار کر چکا تھا۔ اس نے گاؤں پہنچتے ہی مجلس عزا میں جانا شروع کر دیا۔ ایک دن اپنے گھر میں بھی زبردستی مجلس عزا رکھ دی۔ چند دنوں میں اپنے ذاتی خرچے پر امام بارگاہ کی تعمیر کی فواہ بھی چھوڑ دی۔ جو آدمی اس سے بات کرتا، اس سے لڑنے پر اتر آتا تھا۔ بابا پہلے بیٹے سے کیا پریشان تھا کہ دوسرا بیٹا اس سے بھی نمبر لے گیا۔ بابا اس بیٹے کو بھی مختلف علماء کے پاس لے گیا۔ پہلے تو اس نے کہا کہ تمہارے مولویوں کے پاس ہے ہی کیا؟ یہ سب اہل بیت کے منکر ہیں۔ لیکن بابا کسی نہ کسی طرح اسے علماء کے پاس لے کر پہنچ ہی گیا۔ یہ لڑکا بھی ہر عالم سے دو باتیں ضرور کرتا تھا۔ ایک تو وہ حدیث من کنت مولاہ ہر کسی کو سناتا تھا۔ دوسری بات یہ کر

تا تھا کہ اہل بیت پر دین کا دارومدار ہے۔ جن کے گھر میں دین اترا، جو دین کے سب سے پہلے مخاطب ہیں اور جو نبی کریم ﷺ کے جگر کے ٹکڑے ہیں ان کی پیروی ضروری ہے۔ اور تم لوگ ان سب کے منکر ہو۔

بابا اس بیٹے کو ایک عالم دین کے پاس لے گیا۔ اس عالم سے اس طرح گفتگو ہوئی۔ لڑکے نے کہا آپ اہل بیت کے منکر ہیں۔ عالم نے کہا جھوٹے پر خدا کی لعنت۔ ہم اہل بیت کے منکر نہیں۔ بلکہ اہل بیت اور صحابہ کرام سب کا ادب کرتے ہیں اور ان کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں۔ لڑکے نے کہا یہ آپ اوپر اوپر سے کہہ رہے ہیں۔ بابے کو غصہ آ گیا۔ بابے نے گالی دے کر کہا۔ میں تمہارا باپ ہوں۔ میں اہلسنت ہوں اور تو مجھے اچھی طرح جانتا ہے کہ میں اہل بیت کا بہت ادب کرتا ہوں اور تجھے بھی میں نے ان کا ادب ہی سکھایا تھا۔ تو میری گود میں بیٹھ کر میری داڑھی صاف کر رہا ہے۔ تیری۔۔۔۔ بابے نے پھر ماں کی گالی دی) بابے نے کہا تجھے سکھانے والے نہایت فراڈی اور چال باز لوگ ہیں اور تم نے میری تربیت کو اور سنی مسلک کو پس پشت ڈال کر ان کی ہر بات پر ایمان رکھ لیا ہے۔ بتا! میں نے تجھے مولا علی کا ادب سکھایا تھا یا بے ادبی؟ بتا مسجد کے مولوی صاحب تمام اہل بیت اور مولا علی کا نام ادب سے لیتے ہیں یا بے ادبی سے؟

عالم دین نے سمجھا بجھا کر بابے کا غصہ ٹھنڈا کیا۔ پھر عالم دین فرمانے لگے کہ بیٹا! جھوٹ بولنا اور اوپر اوپر سے ماننا اہلسنت کا طریقہ نہیں۔ یہ تعلیم شیعہ مذہب میں پائی جاتی ہے۔ جسے یہ لوگ تقیہ کا نام دیتے ہیں۔ شیعوں کی سب سے پہلی کتاب اصول کافی میں لکھا ہے کہ جس نے دین کو ظاہر کیا اللہ اسے ذلیل کرے گا اور جس نے دین کو چھپایا اللہ اسے عزت دے گا (اصول کافی جلد ۱ صفحہ ۳۲۰)۔ دوسری جگہ لکھا ہے کہ دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ ہے (اصول کافی جلد ۱ صفحہ ۳۱۱)۔ اب بتایئے کہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ سنی اہل بیت کے ساتھ اوپر اوپر سے محبت کرتے ہیں۔ جب کہ سچ تو یہ ہے کہ شیعہ مذہب کی ہر بات اوپر اوپر سے ہوتی ہے، جو سچی

بات کرے وہ ذلیل ہے اور جو جھوٹ بولے وہ باعزت ہے۔

اب بتائیے کہ آپ کے مذہب کی کسی بھی بات کا کیا اعتبار ہے؟ آپ کے علماء اگر کہہ دیں کہ ہم اہل بیت سے محبت کرتے ہیں۔ ہمیں کیا معلوم کہ یہ سچ ہے یا تقیہ۔ اگر یہ لوگ کہہ بھی دیں کہ بارہ امام برحق ہیں۔ ہمیں کیا معلوم کہ یہ سچ ہے یا تقیہ۔ آپ کو ایران والوں نے جو جو باتیں رٹا کر بھیجا ہے آپ کو کیا معلوم وہ سچ ہیں یا تقیہ؟

لڑکا یہ باتیں سن کر پریشان سا ہو گیا۔ کہنے لگا مجھے اصل کتاب میں لکھا ہوا دکھا دیں کہ شیعہ مذہب کا دارومدار تقیہ پر ہے۔ عالم دین نے اصول کافی کھول کر اس کے سامنے رکھ دی۔ بلکہ اس مضمون کی کئی احادیث اس کے سامنے آگئیں لڑکا سوچ میں ڈوب گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ واقعی کہیں شیعہ علماء نے مجھ پر تقیہ تو استعمال نہیں کیا؟ میں کونسے اصول کے تحت ان کی کسی بات کو سچ سمجھوں اور کونسی بات کو تقیہ قرار دوں۔

لڑکا بوکھلایا ہوا تھا۔ مگر ہمت سنبھال کر کہنے لگا آخر بہت سے لوگ شیعہ کیوں ہوتے جا رہے ہیں۔ عالم دین نے کہا وہابی بھی یہی کہتے ہیں کہ پچھلے سال میں دس ہزار آدمی سنی مذہب سے اہل حدیث ہو گئے ہیں۔ بیٹا! مزہ تو جب ہے کہ کسی کافر کو شیعہ مذہب میں لے آؤ تا کہ کفر کا مقابلہ کرو۔ سنی عوام ہی تمہیں لوٹ کا مال نظر آتے ہیں؟

یہاں عالم دین نے ایک نہایت زبردست پوائنٹ مارا۔ عالم نے کہا کہ اگر تم کسی غیر مسلم کو اسلام کی دعوت دو اور اسے بتاؤ کہ مسلمان ہونے کے بعد تمہیں ماتم کرنا پڑے گا۔ اور اپنے آپ کو تھپڑ، مکے، بلیڈ اور چھریاں مارنا پڑیں گی۔ اور قمیض اتار کر سینہ کوبی کرنا پڑے گی۔ ورنہ تم منافق اور کافر ہی رہو گے۔ تو ایمانداری سے بتاؤ کہ کیا وہ غیر مسلم ایسا اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا؟

یہ تلخ حقائق سن کر لڑکے کا دماغ گھوم گیا۔ یہ لڑکا اندر اندر سے ڈگمگا چکا تھا۔ مگر تا حال ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم تھا۔ وہ بہت سی فروعی باتوں پر بحث کرنا چاہتا تھا مگر ان دو اصولی باتوں

نے اس کے پلے کچھ نہیں رہنے دیا تھا۔ پھر بھی اس نے کہا کہ میں اپنے علماء سے پوچھوں گا۔

عالم دین نے کہا جاؤ اپنے علماء سے پوچھ کر دوبارہ آنا۔ انشاء اللہ ان باتوں کا تسلی بخش جواب دیا جائے گا۔ اپنے علماء سے مل کر لڑکا پھر انہی الجھنوں پر اتر آیا۔ مگر اب کی بار اس نے کسی سنی عالم کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔

الغرض یہ لڑکا بھی بابے سے کنٹرول نہ ہوا۔ بلکہ یہ تو الٹا جذباتی بھی ہو جاتا تھا اور اگر کسی عالم کے سامنے لاجواب ہو جاتا تو کہتا تھا کہ اس کا جواب میں اپنے علماء سے پوچھ کر دوں گا۔ بابے کو اس بات پر بھی غصہ آ جاتا تھا۔ بابا کہتا تھا تم بھی اپنے دوسرے بے ایمان بھائی کی طرح اب علماء سے رابطہ رکھتے ہو۔ شیعہ ہونے سے پہلے اپنے سنی علماء سے رابطہ رکھتے تو یہ نوبت ہی نہ آتی۔

ایک دن بابے نے ان دونوں بیٹوں کو آمنے سامنے کر دیا۔ ایک وہابی اور دوسرا شیعہ۔ بابا دیہاتی آدمی تھا اور کبھی کبھی اپنے بیٹوں کو ماں کی گالی بھی دے دیتا تھا۔ اس نے دونوں بیٹوں کو اپنی مخصوص گالی دی اور کہا کہ میں تو ان پڑھ آدمی ہوں۔ اگر تم دونوں میں سے کسی ایک نے مجھے قائل کرنا ہوتا تو میں لاعلمی کی وجہ سے ضرور قائل ہو جاتا۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ دونوں کے دلائل اور انداز گفتگو تقریباً ایک جیسا ہے مگر تقدیر نے دونوں کو متضاد مذاہب پر لگا دیا ہے۔ اگر وہابی سچا ہے تو پھر شیعہ بھی سچا ہے۔ اور اگر وہابی جھوٹا ہے تو پھر شیعہ بھی جھوٹا ہے۔ اس صورت حال میں میرے لئے بہتر یہی ہے کہ میں سنی مذہب پر پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو جاؤں۔ اور میرا یہی فیصلہ ہے۔ مگر تم دونوں آپس میں بحث کرو (یہاں بابے نے ان دونوں کو ماں کی گالی بھی دی) اور کہا کہ میں تمہاری بحث سنوں گا۔

دونوں میں بحث شروع ہوئی۔ وہابی نے کہا صحابہ سب کچھ ہیں۔ شیعہ نے کہا اہل بیت سب کچھ ہیں۔ بابا خاموش نہ رہ سکا۔ ماں کی گالی دے کر کہنے لگا "اوئے! صحابہ اور اہل بیت دونوں کو سب کچھ مان لینے میں تمہیں کیا تکلیف ہے؟"

مگر وہ دونوں اپنے اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے۔ اور دلائل کی بھرمار کرتے رہے۔ پھر شیعہ نے کہا امام حسین علیہ السلام حق پر تھے۔ اور جن صحابہ نے امام پاک کا ساتھ نہیں دیا تھا وہ سب مجرم ہیں۔ وہابی نے کہا حضرت یزید رحمت اللہ حق پر تھے اور امام حسین سے تو جنرل ضیاء الحق ہی بہتر تھا

بابے کو دونوں بیٹوں پر غصہ آ گیا۔ اس نے کہا تم دونوں بے ادب اور بد تمیز ہو۔ ایک امام حسین کا بے ادب ہے اور دوسرا اصحابہ پاک کا بے ادب ہے۔ بابے نے دونوں بیٹوں پر لاٹھیاں برسانا شروع کر دیں اور گالیاں دے کر کہنے لگا میرے گھر سے نکل جاؤ۔ آج مجھے تم دونوں کی حقیقت پہلے سے بھی زیادہ معلوم ہو گئی ہے۔ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اہل سنت مذہب اختیار کرنے کی توفیق دی ہے۔

بابے کا تیسرا بیٹا جب لاہور سے واپس آیا تو وہ قادیانی ہو چکا تھا۔ یہ بیٹا نہایت خاموش اور محتاط تھا۔ اس نے سب سے پہلے سائنس اور عقلیات کا فلسفہ جھاڑنا شروع کر دیا۔ کچھ دنوں تک اس نے کہنا شروع کر دیا کہ آسمانوں پر انسان آکسیجن کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آسمان پر چڑھ جانا اور آسمان سے اتر آنا عقلاً ناممکن ہے۔ ان پڑھ لوگ اس کی باتوں کے نتائج پر غور کیے بغیر اس کی باتوں میں آنے لگے۔ یہ لڑکا بظاہر مسلمان بلکہ اہل سنت نظر آتا رہا۔ آہستہ آہستہ اس نے کہنا شروع کر دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام آسمان سے نہیں اترے تھے۔ نبی کریم ﷺ کو معراج جسمانی نہیں ہوئی تھی۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام آسمان پر نہیں اٹھائے گئے۔ اور نہ ہی قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے۔ اور بالآخر اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ جس عیسی نے آنا ہے وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ اور چونکہ عیسی علیہ السلام نبی تھے لہذا یہ بھی نبی ہے اور حضرت محمد ﷺ بہر لحاظ سے آخری نبی نہیں ہیں بلکہ آپ کے بعد ظلی اور بروزی نبی آ سکتا ہے۔ اور مرزا قادیانی وہی ظلی اور بروزی نبی ہیں۔

بابا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ بابے نے کہا یہ تو پہلے سے بھی بھاری آفت آن پڑی۔ اب کہاں

جاؤں۔ بابے نے ایک بار پھر قسمت آزمانے کے لئے علماء کا رخ کیا۔ مگر یہ لڑکا بظاہر بڑا بااخلاق، ٹھنڈا اور چالباز بھی تھا۔ یہ خود کہتا تھا کہ مجھے علماء کے پاس لے چلو۔ بابا اسے ایک مولوی صاحب کے پاس لے گیا۔ ان مولوی صاحب کی معلومات قادیانیت کے موضوع پر صفر تھیں۔ بابا اسے اسی طرح کے چند مولویوں کے پاس لے گیا جنہیں نور بشر کے سواہ کچھ نہیں آتا تھا۔ بالآخر کسی مولوی صاحب نے اسے فقیر غلام رسول قاسمی کا اڈریس دیا۔

بابا اپنے بیٹے کو لے کر فقیر کے پاس پہنچ گیا۔ اور اپنی روئداد سنائی۔ اس لڑکے نے کہا کہ میں آپ سے کچھ معلومات لینا چاہتا ہوں۔ فقیر نے کہا کہ فرمائیں۔ اگر میری سمجھ میں ہوں گی تو ضرور عرض کر دوں گا۔ اس لڑکے نے کہا کہ میں قرآن کی روشنی میں حیات مسیح کا مسئلہ سمجھنا چاہتا ہوں۔ مسلمانوں کے پاس حیات مسیح پر صرف ایک آیت بل رفعہ اللہ الیہ موجود ہے۔ جب کہ مرزا صاحب نے وفات مسیح کو تیس آیات سے ثابت کر دیا ہے۔ یہ سیدھا سا معیار ہے۔ آیات کی تعداد سے ہی آپ سچ اور جھوٹ کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

فقیر نے کہا کہ پادری فانڈر نے اپنی کتاب میزان الحق میں قرآن کی ایک سو چودہ آیات سے تین خدا ثابت کئے ہیں۔ اگر آیات کی تعداد گن سنانے پر دارومدار ہے تو پھر پادری فانڈر مرزا صاحب سے بھی نمبر لے گیا۔

پھر لا الہ الا اللہ کے الفاظ بھی قرآن کی تیس آیات میں نہیں بلکہ صرف ایک آیت میں وارد ہوئے ہیں۔ بتایئے کہ جب تک تیس آیات فراہم نہ ہوں گی کیا آپ خدا کی توحید کا انکار کرتے رہیں گے؟

اسی طرح محمد رسول اللہ کے الفاظ بھی پورے قرآن میں صرف ایک جگہ استعمال ہوئے ہیں۔ کیا آپ نبی کریم ﷺ کی رسالت کو تسلیم کرنے کے لئے انتیس مزید آیات کا انتظار کریں گے؟

اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے کھینچا تانی کے ذریعہ تیس آیات سے وفات مسیح

ثابت کر ماری ہے۔ جب کہ حیات مسیح جس آیت سے ثابت ہے وہ لا الہ الا اللہ کی طرح بڑی صاف اور صریح ہے۔ دلائل کو تولا کرتے ہیں گنا نہیں کرتے لڑکا لاجواب ہو گیا۔

پھر اس لڑکے نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول قرآن میں ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں مجھے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے ہیں تو اب وہ زکوٰۃ کس طرح ادا کرتے ہوں گے۔ اور وہ زکوٰۃ کون وصول کرتا ہوگا؟

فقیر نے کہا کہ یہ انہی تیس آیات میں سے ایک ہے جنہیں مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھا ہے اور کھینچا تانی کرکے اس آیت سے وفات مسیح ثابت کر ڈالی ہے۔ اصل بات یہ ہے جس کسی بھی زکوٰۃ دینے کا حکم ہو اس کیلئے شرط یہ ہوتی کہ وہ شخص مالدار ہو۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کی ساری امت کو حکم ہے کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو مگر زکوٰۃ وہی شخص دیتا ہے جو مالدار ہو باقی لوگ عمومی حکم ملنے کے باوجود زکوٰۃ نہیں دیتے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے بھی زکوٰۃ دینے کیلئے مالدار ہونا شرط ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تک زمین پر موجود رہے انہوں نے اس وقت بھی زکوٰۃ نہیں دی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ دنیا میں کبھی بھی مالدار نہیں ہوئے۔ بلکہ ہمیشہ فقر اور غریب الوطنی میں وقت گزارا۔ اگر زمین پر رہتے ہوئے زکوٰۃ نہیں دی تو آسمان پر جا کر زکوٰۃ نہ دینے میں تو بالکل ہی کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے حال اور پیش آنے والے معاملات کو خوب سمجھتا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اس قسم کے احکام میں ظاہری خطاب نبی کو ہوتا ہے۔ جب کہ حکم امت کو دیا جا رہا ہوتا ہے۔ گویا زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت سب کے لئے تھا۔ جب کہ صاحب نصاب یعنی مالدار ہونے کی شرط اپنی جگہ پر ہے۔

بابا یہ ساری گفتگو بڑی غور سے سن رہا تھا۔ پھر اس لڑکے نے کہا کہ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جتنے جاندار اس وقت زندہ ہیں آج سے سو سال بعد سارے کے سارے مر جائیں گے۔ لہذا عیسیٰ علیہ السلام اگر زندہ تھے بھی تو فوت ہو گئے ہوں گے۔

فقیر نے کہا کہ یہ حدیث پوری پڑھو اس حدیث میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ علی وجہ الارض الان یعنی اس وقت روئے زمین پر جتنے جاندار ہیں مر جائیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نہیں تھے۔ لہذا اس حدیث سے ان کی وفات ثابت نہیں ہوتی۔ آپ نے حدیث ادھوری پڑھ کر بے ایمانی کی اور اگر آپ کو ادھوری رٹائی گئی تو رٹانے والوں نے بے ایمانی کی۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے بحث کے آغاز میں کہا تھا کہ قرآن کی روشنی میں حیات مسیح ثابت کریں۔ جب کہ آپ نے خود اپنا اصول توڑ ڈالا ہے۔ آپ نے قرآن کو چھوڑ کر حدیث پیش کر دی ہے۔ اس جرم کی کیا سزا ہے؟ آپ کو جواب دینا پڑے گا اور میں ادھر ادھر نہیں ہلنے دوں گا۔

اس پر وہ لڑکا بالکل بند ہو گیا۔ فقیر نے بار بار پوچھا کہ آگے بولو۔ اس نے کہا آپ نے میرا بولنا ہی بند کر دیا ہے۔ مگر میں اپنے علماء سے پوچھوں گا۔

باپ ان پڑھ ضرور تھا مگر بلا کا ذہین اور صلاحیت والا شخص تھا۔ بابے نے اپنے بیٹے کو خوب گالیاں دیں اور کہا کہ یہ تینوں ایسے تیسے اپنے علماء سے پوچھنا چاہتے ہیں مگر گمراہ ہونے سے پہلے ان کی ماں مر گئی تھی کہ علماء سے پوچھتے۔ بابا اپنے بیٹے کو لے کر گاؤں چلا آیا۔

ایک دن بابے کا چوتھا بیٹا کھیتوں سے تھک ہار کر واپس گھر آیا تو گھر میں اس کے تینوں بھائی آپس میں بحث کر رہے تھے اور باہم دست و گریباں ہونے کے قریب تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر اس نے بیل ہانکنے والی لاٹھی جسے پنجابی میں تروڑ کہتے ہیں، اٹھائی اور تینوں بھائیوں کی اس قدر پٹائی کر دی کہ ان کی ناس مار کر رکھ دی۔ اسی وقت بابا مکان کی چھت پر چڑھ کر چیخنے لگا کہ کوئی تین پڑھے لکھے بیٹے لے لو اور ایک ان پڑھ دے دو۔

گاؤں کے لوگ جمع ہو گئے۔ کوئی مذاق اڑا رہا تھا، کوئی حوصلہ افزائی کر رہا تھا۔ کوئی لڑکوں کی اصلاح کے لئے مشورے دے رہا تھا اور کوئی کہہ رہا تھا کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ ان کا مرض لاعلاج ہو چکا ہے۔

گاؤں کے کسی نوجوان نے بابے سے پوچھا کہ بابا جی آخر یہ لڑکے اتنی محنت کے باوجود صحیح کیوں نہیں ہو رہے؟ بابا غصے میں تھا۔ کہنے لگا حرام کا حمل ضائع کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ نوجوان کو سمجھ آگئی اور پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔ بالآخر ایک پڑھا لکھا آدمی آگے بڑھا اور اس نے بابے کو عجیب مشورہ دیا۔ اس نے کہا بابا جی اپنے تینوں بیٹوں کو اکٹھا کر کے ایک ہی وقت میں کسی ماہر نفسیات کے پاس لے جاؤ۔ بابے کو یہ بات پسند آگئی۔ اگلے ہی روز بابا اپنے تینوں بیٹوں کو لے کر پی اے ایف ہسپتال سرگودھا پہنچ گیا۔ وہاں کے ماہر نفسیات ڈاکٹر کے سامنے تینوں بیٹے پیش کر دیئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔

اتفاق سے وہ ڈاکٹر قادیانی تھا جو نیا نیا قادیانی ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے ساری کہانی بڑی غور سے سنی۔ اور پھر تھوڑی دیر آنکھیں بند کر کے کچھ سوچتا رہا۔ بالآخر آنکھیں کھول کر کہنے لگا بابا جی میں خود پچھلے مہینے قادیانی ہوا تھا۔ میں آج اور اسی وقت قادیانیت سے توبہ کرتا ہوں۔ اور یہ سب آپ کی برکت ہے۔

بابا حیران ہو گیا۔ بابے نے کہا میری برکت سے میرے تین بیٹوں میں سے ایک بھی انسان نہیں بنا۔ تم پر میری برکت کیسے اثر کر گئی؟

ڈاکٹر نے کہا۔ دراصل یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہے۔ پوری دنیا میں اہلسنت کی اکثریت ہے۔ اور جس قوم کی اکثریت ہو اس قوم میں ان پڑھ اور بھولے لوگ بھی کثرت سے ہوتے ہیں۔ ان میں سے جسے کوئی سب سے پہلے ٹکر جاتا ہے یہ اسی سے قائل ہو جاتا ہے۔ اگر آپ کا ایرانی بیٹا سعودیہ میں چلا جاتا تو اس نے وہابی ہو جانا تھا اور اگر سعودی بیٹا ایران میں چلا جاتا تو اس نے وہاں سے شیعہ ہو کر واپس آنا تھا۔ ان کے پاس اپنا مطالعہ اور شعور نہیں تھا۔ یہ ہر کسی کی باتوں میں آسکتے تھے۔ یہی کچھ میرے ساتھ بھی ہوا تھا۔ مگر میں اس مسئلے کی نفسیات کو اس وقت نہیں سمجھا تھا۔ آج اللہ کریم نے اپنے فضل سے مجھ پر ہدایت کا دروازہ کھولنا تھا تو آپ اور آپ کے بیٹوں کا کیس میرے سامنے آگیا۔ اور میں معمولی غور و خوض کے بعد بڑی آسانی سے معاملے کی تہہ تک پہنچ گیا۔

ڈاکٹر نے ایسے دل نشین انداز سے گفتگو کی کہ بابے کے تینوں بیٹوں پر ڈاکٹر کی باتیں اثر کر گئیں۔ وہیں بیٹھے بیٹھے تینوں نے اپنے اپنے مذاہب سے توبہ کر لی پہلے دونوں اہلسنت ہو گئے اور تیسرا بھی قادیانیت سے توبہ کر کے مسلمان ہو گیا۔

بابا اپنے بیٹوں کو لے کر سیدھا گھر پہنچا۔ شکرانے کے نفل ادا کیے اور نفل ادا کرنے کے بعد خصوصی سجدہ کیا اور سجدے میں پڑ کر زار و قطار رونے لگا۔

اس کے بیٹے اپنے اپنے کام کاج میں مصروف ہو گئے۔ اور مذہبی مصروفیات ترک کر دیں۔ بابے نے کچھ عرصے تک ان کا جائزہ لیا۔ بالآخر ایک دن بابے نے ان تینوں کو جمع کر کے خوب گالیاں سنائیں۔ بابے نے کہا۔ بے غیرتو! تم بے ایمان ہونے کے بعد تو بڑے سرگرم ہو گئے تھے۔ مگر اب تمہیں سانپ نے سونگھ لیا ہے؟

تینوں مل کر دین کی خدمت کیلئے اپنی زندگیاں وقف کر دو ورنہ میں تمہاری...... (بابے نے پھر وہی ماں کی گالی دی)۔

ان تینوں بھائیوں نے اپنے باپ کی بات پر سنجیدگی سے غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ واقعی ہم بے حس اور بے انصاف ہیں۔ آخر ہم اس وقت اتنے سرگرم کیوں تھے اور آج اتنے نرم کیوں ہیں؟ انہوں نے اسی وقت دین کی خدمت کا فیصلہ کر لیا۔ تینوں نے ایک ہی مرشد کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور اپنی زندگیاں دین کیلئے وقف کر دیں۔ وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔☆

﴿از شیخ الحدیث والتفسیر سائیں غلام رسول قاسمی نقشبندی﴾

فہرست کتب سنی علمائے کرام

ملنے کا پتہ: صراط مستقیم پبلی کیشنز گوجرانوالہ

کتاب	قیمت
عرفان الحدیث	250
گوشۂ خواتین	220
انوار حافظ الحدیث	180
آؤ میلاد منائیں	220
دروس القرآن	170
مسئلہ رفع یدین	120
بدمذہب کے پیچھے نماز کا حکم	120
اہل جنت اہل سنت	150
اختلاف ختم ہو سکتا ہے	130
تحفۂ رمضان المبارک	300
تحفۂ شعبان المعظم	120
رسائل رمضان المبارک	120
ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں	100
خلاصۃ القرآن	40
قادیانی دھرم کا علمی محاسبہ	500
غیر مقلدین کو دعوت انصاف (اول تا چہارم)	700 فی جلد
غیر مقلدین کا علمی محاسبہ	700
سرور کونین کی نورانیت و بشریت	700
فیصلہ کن مناظرے	700
مجموعہ رسائل	200
مالک کل	40
مختصر شرح سلام رضا	70
محمدی نماز	50
حرمت رسول پر سب کچھ قربان	40
شاہراہ اہلسنت	250
آئینہ اہلسنت	250
مقالات جلالیہ	180
جراتوں کا قافلہ	20
آپ کے مسائل کا شرعی حل	150
سنی جاگ	15
زندہ نبی کے زندہ صحابہ	40
نماز کا سنت طریقہ	20
میاں بیوی کے باہمی معاملات	120
تحقیق مسئلہ ختم نبوت	20
کشتیاں	50
یزید علمائے اہلسنت کی نظر میں	20

کتاب	قیمت
میلاد النبی	24
بارہ ماہ کے فضائل و مسائل	40
عقائد و معمولات اہلسنت	40
شفاء اور برکت	25
ہم زندہ جاوید کا ماتم نہیں کرتے	20
میں سنی کیوں ہوا؟	40
حقیقت ایصال ثواب	60
فضائل درود شریف	20
ایصال ثواب کیوں اور کیسے؟	20
بزرگان دین کا نعتیہ کلام	50
والیان نجد و حجاز کا تاریخی جائزہ	30
تبلیغی جماعت کے کارنامے	30
گستاخوں کا برا انجام	240
رفع یدین	20
اوجھڑی کی کرامت	25
انگوٹھے چومنے کا ثبوت	30
اہل ذکر کا بیان از روئے قرآن	150
برکات الرجب	40
نماز کورس	80
ذکر اویس	120
ذکر پیر الٰہی	120
کانچ اور لڑکی	90
نعم تال وظیفے	70
علم حضرت یعقوب علیہ السلام	40
جنتی دروازہ	30
بہشت تمہارا یا غضب کردگار	20
گلدستہ قادریہ (اول دوم)	240 فی جلد
شاہ شہیداں	70
سوفلاء مسائل	20
باپ کی نصیحت بیٹی کے نام	40
کامیاب شادی	40
محفل میلاد برائے خواتین	170
مقام مصطفیٰ ﷺ	120
انیس الجلیس	200
ضرب حیدری	100
سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مناظرہ)	80
مردے سنتے ہیں	20

ملنے کا پتہ

اویسی بک سٹال

پیپلز کالونی گوجرانوالہ 0333-8173630

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

(بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں (الاحزاب))

ادب اور بے ادبی

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ناشر

ادارۂ مسعودیہ

۶/۲، ۵-ای، ناظم آباد، کراچی سندھ

اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۸ء

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ایم۔ اے ؛ پی۔ ایچ۔ ڈی

ادارۂ مسعودیہ

۲/۶، ۵۔ای، ناظم آباد، کراچی، اسلامی جمہوریہ پاکستان

کتاب	ادب و بے ادبی (نور و نار)
مؤلف	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
طابع	حاجی محمد الیاس
ناشر	ادارۂ مسعودیہ، کراچی
مطبع	شاہکار پریس، کراچی
طباعت	۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء
تعداد	گیارہ سو
قیمت	۳۵ روپے

ملنے کے پتے

۱۔ ادارۂ مسعودیہ، ۲ / ۶،۵۔ای، ناظم آباد، کراچی
۲۔ المختار پبلی کیشنز، ۲۵۔ جاپان مینشن، ریگل صدر، کراچی
۳۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم۔اے۔ جناح روڈ، کراچی
۴۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
۵۔ شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور
۶۔ ادارۂ مسعودیہ، ۱۱۔ ملین روڈ، لاہور

اِنتساب

توحید کے اُن پرستاروں کے نام

- جنھوں نے محبت کے چراغ روشن کیے۔
- جنھوں نے اَدب کا سلیقہ سکھایا۔
- جو رمز شناسِ اَدب تھے۔
- جادۂ اَدب سے جن کا نہ خیال بھٹکتا تھا، نہ زبان بہکتی تھی، نہ قدم ڈگمگاتے تھے۔
- جو حریمِ جاناں میں نیچی نگاہوں سے بیٹھے رہتے تھے۔
- حضورِ یار جن کی آواز بلند نہ ہوتی تھی۔
- جو آتے تھے تو اُس کی اِجازت سے، بیٹھتے تھے تو اُس کی اِجازت سے، اُٹھتے تھے تو اُس کی اِجازت سے۔
- جنھوں نے اپنا جان و مال محبوب کے قدموں پر نچھاور کر دیا تھا۔
- جو اَدب کو جانِ ایمان سمجھتے تھے۔
- جو اَدب ہی کے لئے جیتے تھے اور اَدب ہی کے لئے مرتے تھے۔

مسعود

نعت شریف

از

(حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مرشدِ طریقت مولوی رشید احمد گنگوہی)

اچھا ہوں یا بُرا ہوں، غرض جو کچھ بھی ہوں، سو ہوں
پر ہوں تمہارا، تم مرے مختار یا رسول!

جس دن تم عاصیوں کے شفیع ہو گے پیشِ حق
اُس دن نہ بھولنا مجھے زِنہار یا رسول!

تم نے بھی گر نہ لی خبر اِس حالِ زار کی
اَب جائیے کہاں، بتاؤ، یہ لاچار یا رسول!

دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپ کا
کیا غم گرچہ ہوں میں بہت خوار یا رسول!

کیا ڈر ہے اُس کو لشکرِ عصیان و جُرم سے
تُم سا شفیع ہو، جس کا مددگار، یا رسول!

ہو آستانہ آپ کا، اِمداد کی جبیں
اَور اِس سے زیادہ کچھ نہیں، درکار، یا رسول!

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی: گلزارِ معرفت، مطبوعہ بلالی دُخانی پریس
ساڈھورہ، ضلع انبالہ، (طبع قدیم)، ص ۷-۶

فہرس

○

باسمہٖ تعالیٰ

حرفِ آغاز

عقیدۂ توحید بڑی قوّت ہے ـــــ بڑی زبردست قوّت ـــــ
اس کا پرستار کبھی رُسوا ہو نہیں سکتا ـــــ مگر عقیدۂ توحید وُہ نہیں جو ابلیس نے پیش کیا کہ
انبیاء و اَولیاء سے پیٹھ پھیر کر بس اللہ کی طرف متوجہ ہو جایئے ـــــ وُہ
عقیدۂ توحید جو قرآن نے پیش کیا کہ دل میں انبیاء و اَولیاء کی محبتیں اور عظمتیں لیتے اللہ
کی طرف متوجہ ہو جایئے۔

اقبالؔ نے سچ کہا تھا کہ ہماری بدنصیبی و بدبختی یہ ہے کہ ہمارے جوان اسلاف
سے بے تعلق ہو گئے ـــــ اس میں شک نہیں کہ انبیاء و اولیاء کی محبتیں قلب
مسلم کے لیئے ایک قسم کے لنگر ہیں ـــــ یہ لنگر ٹوٹ جائیں تو انسان کہیں کا
نہیں رہتا ـــــ پھر نہ اللہ کا احترام رہتا ہے ـــــ نہ بیت اللہ کا ـــــ
جب زمین پر کوئی انبیا دہی نہیں تو عمارت کو زمین بوس ہونا ہے ـــــ قرآن
سے یہی ثابت ہو رہا ہے ـــــ اور قرآن سے بڑھ کر کس کی شہادت ہے ؟
ـــــ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ـــــ ابلیس نے اس لنگر
کو توڑا، بس اللہ ہی سے رشتہ جوڑا، آدم سے منہ موڑا ـــــ اس کا انجام جو کچھ
ہونا تھا وُہ ہوا ـــــ قوّتِ قلب و نظر کے لیئے اللہ کے ساتھ اللہ کے محبوب
بندوں سے بھی دل شاد و آباد ہونا چاہیئے ـــــ لیکن اب بھی کوششیں ہو رہی
ہیں کہ انبیاء و اَولیاء سے عشق و محبت کا جو بندھن بندھا ہوا ہے اُس کو توڑ دیا جائے
ـــــ شکست و ریخت کی اس مہم کا توحیدِ خالص کے نام سے پرچار کیا جا رہا ہے

بنگلہ دیش کے ایک عالم مولانا محمد عبدالکریم (پرنسپل) نے لکھا کہ وہاں "توجیہ خوانی" کے پردے میں بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کیا جارہا ہے ـــــــ موصوف نے ایک مقالے کی فرمائش کی، مقالہ لکھ کر بنگلہ زبان میں ترجمہ و اشاعت کے لئے ان کو بھیج دیا گیا ـــــــ احباب کے اصرار پر اب اُس کا اُردو متن قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

یہ جو کچھ لکھا گیا خدمتِ دین کے جذبے اور ملتِ اسلامیہ کے درد نے لکھوایا ـــــــ یہ تحریر کسی شخص کے خلاف نہیں بلکہ گستاخیوں کے خلاف ہے ـــــــ نفرت کے خلاف اور محبت کی حمایت میں ایک صدائے درد ہے ـــــــ اس کا اسی جذبے کے تحت مطالعہ کیا جانا چاہئے ـــــــ بے شک گستاخیوں کے ساتھ ساتھ گستاخوں کا ذکر بھی آیا ہے ـــــــ اس میں میں مجبور تھا ـــــــ گستاخانہ عبارات بار بار چھپ کر شائع کی جارہی ہیں ـــــــ نہ کی جاتیں تو شاید ذکر کی نوبت نہ آتی اور احتساب کی ضرورت پیش نہ آتی ـــــــ مگر ان عبارات کا زہر افرادِ ملت کے ذہنوں میں سرایت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور وہ غیر شعوری طور پر ایک ایسی سمت جارہے ہیں جہاں ابلیس نے لے جانے کا عزمِ مصمم کیا تھا اور قسم کھا کر کہا تھا کہ میں تیرے بندوں کو ضرور بالضرور بھکاؤں گا ـــــــ اس لئے ضروری سمجھا کہ اس زہر کا تریاق تیار کیا جائے، تاکہ مسموم قلب و نظر بے ادبی و گستاخی کی گھٹن سے نکل کر محبت و ادب کی کھلی فضاؤں میں سانس لے سکیں ـــــــ

پاکستان ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہے ـــــــ مناسب یہ ہے کہ ایک قطعی معیار قائم کر کے اسلامی مذہبی کتابوں کو پرکھ کر کھرا اور کھوٹا الگ کر دیا جائے دورِ جدید میں اچھی کتاب سے زیادہ مفید کوئی شے نہیں اور بری کتاب سے خطرناک کوئی ہتھیار نہیں ـــــــ اس لئے بڑے پیمانے پر کتابوں کی چھان پھٹک ضروری

ب ———— معیار یہ ہونا چاہیے کہ ایسی کتابیں :

- جن میں اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں رسُول اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں اسلام کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں اہل بیت اور ازواجِ مطہرات کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں صحابہ کی شان میں گستاخیاں ہوں
- جن میں اولیاء اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔

ان پر پابندی نہ لگائی جاسکے تو کم از کم ایسی گستاخانہ عبارات وکلمات کو نکال دیا جائے جو قلبِ مسلم کے لیے کرب ناک اور تکلیف دہ ہوں ———— اصل میں یہ حذف و ترمیم کسی فرقے یا جماعت کے خلاف نہ ہوگی بلکہ نفرت و بے ادبی کے خلاف ہوگی اور حقیقت یہ ہے کہ نفرت و بے ادبی کسی رعایت کی مستحق ہی نہیں ———— ہاں یہ بات ضرور ہے کہ یہ فیصلہ کون کرے کہ عبارات گستاخانہ ہیں یا نہیں۔ سو اس کے لیے طریقۂ کار یہ ہونا چاہیے کہ کتاب جس زبان میں ہو اس کے ماہر کے سامنے وُہ عبارات پیش کی جائیں اور اس سے دریافت کیا جائے ———— یہ اس لیے ضروری ہے کہ بعض گستاخانہ عبارات زبان و ادب کے دائرے میں آتی ہیں اور حریمِ محبت میں زبان کی ادنیٰ لغزش پر بھی سخت گرفت ہوتی ہے ———— یہاں دل و زبان دونوں کو قابو میں رکھنا پڑتا ہے ———— ذرا زبان بے قابو ہوئی اور ایمان رخصت ہوا ———— بے شک ایمان کی سلامتی ادب میں ہے ———— ادب کی باتیں عقل نہیں بتا سکتی، یہ باتیں دل بتاتا ہے اس لیے بے ادبی کا حال اہلِ ادب سے پوچھیے ———— اہلِ زبان سے پوچھیے ———— اور بے ادبی کا مآل اہلِ شریعت سے پوچھیے ————

اس مقالے کا نام "نورُ و نار" اس لیے تجویز کیا ہے کہ اس میں حُسن پیکرِ نُورانی کا ذکر ہے

جس کے متعلق حق جل مجدہٗ نے اعلان فرمایا :-

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۝ [1]

(ترجمہ) بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

ہاں اس ذاتِ قدسی صفات کی شان میں گستاخیوں اور زباں درازیوں کی ایک آگ سلگائی گئی اور خوب دہکائی گئی مگر آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ کی مُوسلا دھار بارش نے اس آگ کو اس طرح ٹھنڈا کر دیا جس طرح ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرود کو ٹھنڈا کر دیا گیا تھا ——— وہی آگ کو ارشادِ ربانی ہو رہا ہے :-

یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ۝ [2]

(ترجمہ) اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا ابراہیم پر۔

ہاں وُہ اپنے محبوبوں پر ایسے ہی مہربان ہیں ؎

نارِ نمرود کو کیا گُل زار
دوست کو یُوں بچا لیا تُو نے

اور حضرت عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس ٹھنڈک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک دیکھ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں ؎

یا برد نار الخلیل ، یا سببا
لعصمة النار وهي تحترق !

(ترجمہ) اے نارِ خلیل کی ٹھنڈک ! ——— اے وُہ جس نے جلتی آگ سے خلیل کو بچا لیا ۔ !

---

[1] القرآن الحکیم ، سُورہ المائدہ ، ۱۵

[2] القرآن الحکیم ، سُورہ الانبیاء ، ۶۹

کس کی مجال کہ نیسے محبوب کے لئے آگ سلگائے ! ـــــ یہاں جلنے والی آگ بھی نہیں جلتی ـــــ ٹھنڈی ہو ہو جاتی ہے ، مگر ـــ

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا اِمروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بُولہبی

نُور و نار کی یہ جنگ جاری ہے ـــــ ابلیس نے گستاخیِ رسُول کی جو آگ جلائی تھی وُہ کبھی کبھی بھڑک اُٹھتی ہے ـــــ مگر نار کی سوزشیں ، نور کی تابشوں کے سامنے ماند پڑ جاتی ہیں اور پھر نُور ہی نُور نظر آتا ہے ۔ ؎

دِل نور ، جگر نُور ، زباں نور ، نظر نُور

میرے بزرگو ! اور میرے عزیزو ! ـــــ دِل کو عقیدۂ توحید سے مضبُوط و قوی کرو کہ دِل ناتوان و کمزور ہے ـــــ ہاں یہ مضبُوط و قوی ہوگا تو محمّد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی محبت سے ـــــ انبیا علیہم السّلام کی محبّت سے ـــــ اہل بیت کی محبّت سے ـــــ صحابۂ کرام کی محبّت سے ـــــ اولیاءِ عظام کی محبّت سے ـــــ عُلماءِ حق کی محبّت سے ـــــ جو گلشنِ توحید کے گُل بُوٹے ہیں ـــــ جو معرفتِ اِلٰہی کے وسیلے ہیں ـــــ جس طرح بے برگ و بار درخت کو پہچاننا مشکل ہے اُسی طرح ان حضرات کی محبت و رہنمائی کے بغیر شجرِ توحید کی حقیقت کا پانا مشکل ہے ـــــ جس طرح آلاتِ مادیہ اور قوائے رُوحانیہ کے بغیر فضاؤں کی بلندی تک پہنچنا ناممکن ہے اُسی طرح ان حضرات کو دیکھے بغیر عقل کا آگے بڑھنا اور معرفتِ الٰہی کا حاصل کرنا ناممکن ہے ـــــ عقل کی اِس دُنیا میں عقل کی بات کیجئے ـــــ برگ و بار دیکھ کر درخت کو پہچانئے ـــــ اِن سہاروں کو لے کر آگے بڑھیئے ـــــ قرآن کا یہی حکم ہے ـــــ اللہ اللہ ! قرآن کھولتے ہی پیاروں اور محبُوبوں کا ذکر شروع ہو جاتا ہے ـــــ اِرشاد ہوتا ہے :-

"ہم کو سیدھی راہ پر چلا۔ اُن لوگوں کی راہ جن پر تُو نے انعام فرمایا نہ ان لوگوں کی جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔"

یہاں حزب اللہ اور حزب الشیطان کا ذکر فرما کر حق کو باطل سے ممتاز کر دیا اور بتا دیا کہ حزب اللہ وُہی ہے جو انبیاء علیہم السلام اور حضرات اہل اللہ سے محبت کرے ـــــ اُن کے نقش قدم کو پانے کی دُعا کرے ـــــ اُن کے راستے پر چلنے کی آرزو کرے ـــــ اور جب وُہ نقشِ قدم مِل جائے ـــــ اور جب وُہ راستہ پالے ـــــ تو دل و جان سے اُس پر چل کر منزلِ مقصود کو پالے ـــــ بے شک انہیں کے نشانِ قدم منزلِ مقصود کا پتا دیتے ہیں۔ اِسی لئے فرمایا: "سچّوں کے ساتھ ہو جاؤ۔" ـــــ

ہاں ـــ

چاہیئے اچھّوں کو جتنا چاہیئے
یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیئے؟

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

پرنسپل، ڈگری کالج، ٹھٹھہ

(سندھ، پاکستان)

۱۴۰۳ھ

۱۹۸۲ء
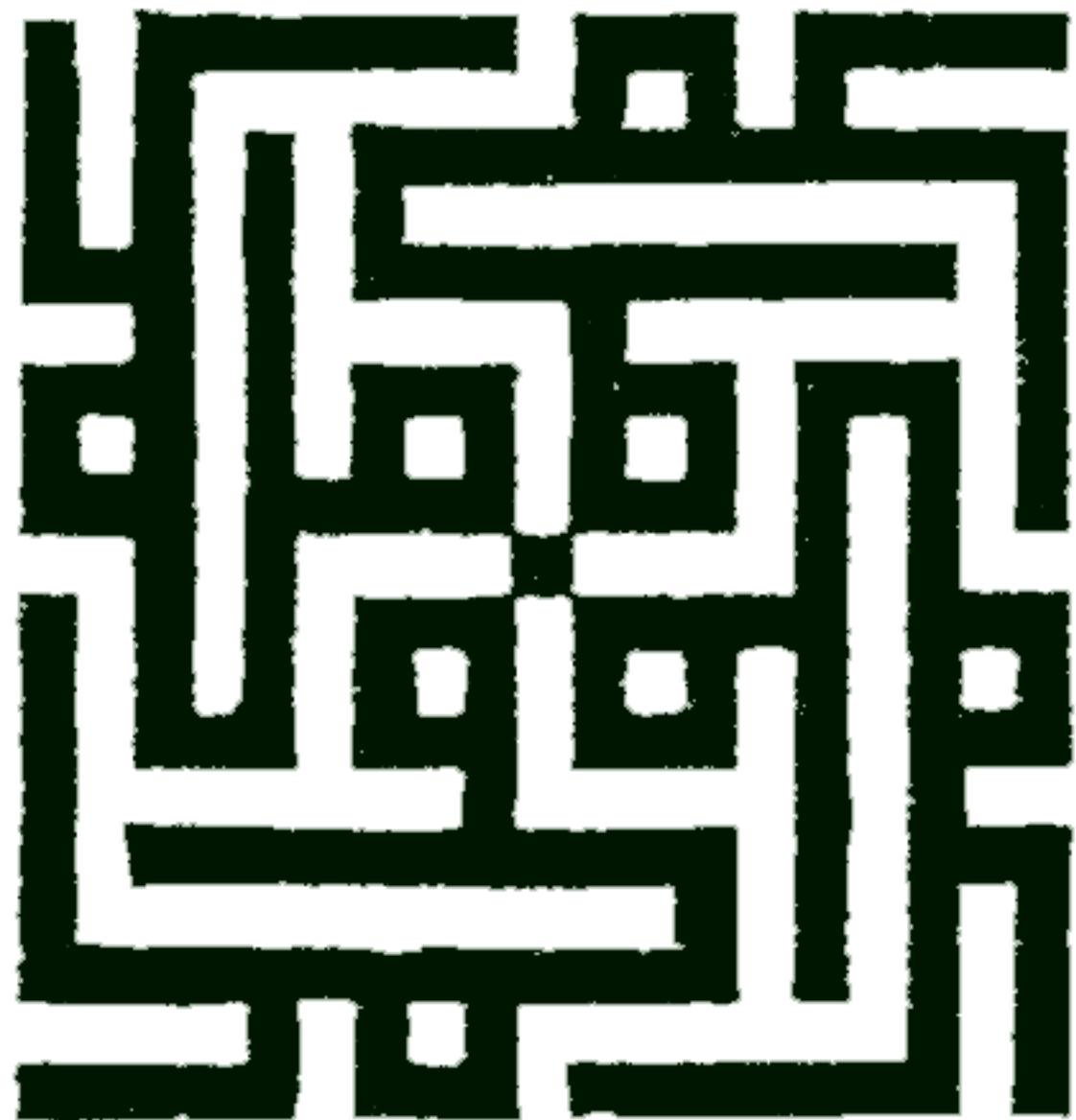
آدم و ابلیس

اللہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا ــــــ اپنے فرشتوں سے کرایا ــــ اپنے سامنے کرایا ــــ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کے آگے سجدہ نہ کرو ــــ نبی و رسُول کی تعظیم حد سے زیادہ نہ کرو ــــ مگر یہ کیا ہو رہا ہے؟ ــــ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ ــــ عقل جواب دے ــــ ابلیس بھی تو اللہ سے یہی کہہ رہا تھا جو ہم کہتے پھرتے ہیں۔ ــــ پھر محض اس جُرم پر کہ وُہ اللہ اور صرف اللہ کے آگے جھکنا چاہتا تھا ــــ غیر اللہ کے آگے جُھکنے کو اس کا دل نہ چاہتا تھا، ایسی سزا ملی کہ آج تک کسی کو ایسی سزا نہ ملی ــــ سُبحان اللہ یہ بھی کوئی جُرم ہے! ــــ پھر یہ سزا کیوں ملی؟ ــــ اللہ کی نافرمانی پر ملی یا آدم کی گستاخی پر ملی؟ ــــ لیکن بظاہر لغزش تو آدم (علیہ السلام) سے بھی ہوئی ــــ حکم ہوا اس درخت کے پاس نہ جانا ــــ ابلیس نے بہکا دیا ــــ درخت کے قریب چلے گئے پھر جو ہوا سو ہوا ــــ مگر گرفت نہ فرمائی، تنبیہ فرما کر معاف فرما دیا گیا ــــ تو اگر لغزش ہی مُوجبِ غضب ہوتی تو آدم (علیہ السلام) کو معاف نہ کیا جاتا ــــ مگر نہیں آدم (علیہ السلام) کی یہ لغزش اللہ کی جناب میں تھی، اس لیے کلماتِ معذرت القا فرما کر معاف کر دیا گیا ــــ اور ابلیس کی گستاخی اللہ کے محبُوب بندے آدم علیہ السلام کی جناب میں تھی ــــ جس کو معاف نہ کیا گیا اور ذلت و خواری کا طوق ابدالآباد تک اُس کی گردن میں ڈال دیا گیا ــــ بے شک ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا لیکن حقیقت میں تعظیمِ رسُول سے انکار کیا ــــ وُہ سرکش نہ تھا ــــ وُہ مُشرک نہ تھا ــــ وُہ بدعتی نہ تھا ــــ وُہ موحد تھا موحد ــــ وُہ عابد و زاہد تھا ــــ تو پھر وُہ کیوں مارا گیا؟ ــــ بلا شبہ گستاخیِ رسُول پر مارا گیا ــــ یہ نکتہ نظر انداز کرنے کے لائق نہیں، غور فرمائیں اور خوب غور فرمائیں ــــ

اگر وُہ نافرمانی پر مارا جاتا تو قصّے کو طُول نہ دیا جاتا ــــ اللہ کو معلوم تھا کہ اُس نے کیوں انکار

کیا ——— مگر پھر بھی اُس سے پُوچھا کہ تُو تو سرکش نہ تھا پھر کیا ہوا کہ تُو نے سجدہ سے اِنکار کر دیا؟ ———
ہاں یہ اِس لئے پُوچھا گیا کہ رازِ محبت عالم آشکار ہو جائے ——— سب کو خبر ہو جائے ——— اُس نے
کہا کہ خُدایا تُو نے مجھے آگ سے پیدا کیا آدم کو خاک سے پیدا کیا ——— مَیں آدم سے بہتر ہُوں ———
ابلیس نے غلط نہ کہا تھا کہ آدم کو خاک سے پیدا کیا گیا تھا ——— مگر اللہ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ یہ ایسا سچ
تھا جس سے ایک اولوالعزم نبی کی تحقیر ہوتی تھی، اسی لئے فرمایا کہ تو ہمارے نبی کو حقیر سمجھتا ہے جا، دفع ہو
ذلیل و خوار ہو! فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ——— معلوم ہوا کہ نبی کی شان میں کوئی سچی بات بھی
تحقیر آمیز انداز میں کہی جائے تو ابدی بدبختی اور غضبِ الٰہی کا سبب بن سکتی ہے ——— بے شک ہے۔

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اللہ اللہ تخلیقِ آدم (علیہ السّلام) کے پہلے ہی روز گستاخانِ رسُول کا انجام دکھا دیا گیا کہ کوئی آنے والا
گستاخی کی جرأت نہ کر سکے ——— نائبِ رب العالمین کا سکہ چلتا رہے اور اُن کے دامنِ عصمت پر کوئی ہاتھ نہ
ڈال سکے ———

ابلیس کی بدبختی و بدنصیبی کا سبب آدم (علیہ السّلام) کی ذات تھی اِس لئے اس کا پہلا نشانہ آپ کی ہی
ذات ٹھہری ——— اس نے آپ کو بہکایا ——— اَب وُہ دِلوں میں ہزاروں وسوسے ڈالتا ہے۔
مگر سب سے خطرناک وسوسہ یہی ہے کہ "نبی کچھ نہیں، بس اللہ ہی اللہ ہے" ——— یہ وُہی بات ہے جس
نے ابد الآباد تک ابلیس کی گردن میں لعنت کا طوق ڈالا ——— کون ابلیس؟ ——— جو موحّد
تھا ——— جس نے برس ہا برس فرشتوں کو تعلیم دی ——— جن ہوتے ہُوئے ریاضات و مجاہدات
نے جس کو فرشتوں کی صف میں لا کھڑا کیا اور پھر اُس کے سامنے فرشتوں کو زانوئے تلمذ تہہ کرنا پڑا ———
اور وُہ فرشتوں کا اُستاد بنا یا گیا ——— اس بلندی پر پہنچنے کے باوجود ——— اس شان کے علم و
فضل اور زہد و عبادت کے باوجود ——— دیکھتے ہی دیکھتے آسمانِ عزت کی بلندیوں سے غارِ ذلت کی پستیوں

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ الاعراف ۱۳۔

میں گرا دیا گیا ——— آدم (علیہ السّلام) کی جناب میں گستاخی کی پاداش میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے ملعون و مردود ٹھہرا دیا گیا ——— معلوم ہوا کہ نبی کی شان میں گستاخی عمر بھر کی نیکیوں اور زمانے بھر کی فضیلتوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیتی ہے ——— اللہ اللہ ——— جو کبھی عالم تھا ——— جو کبھی ولی کامل تھا ——— جو کبھی معلم الملکوت تھا ——— گستاخیٔ رسول کے بعد اب وُہ کچھ بھی نہیں ——— پہلے اس کے آگے فرشتے باادب کھڑے ہوتے تھے ——— اب ارشاد ہو رہا ہے کہ اس سے پناہ مانگو ——— اِس سے دُور بھاگو ——— حیف! ایک عالم و فاضل اور عابد و زاہد کو گستاخی کہاں سے کہاں لے گئی ——— قصۂ ابلیس و آدم ہماری آنکھیں کھولنے کے لیئے کافی ہے ———

مگر نہیں آنکھیں نہیں کھلتیں ——— اور نہ معلوم جان بُوجھ کر یا بے سوچے سمجھے ابلیس کے مشن کو تقویت پہنچائی جا رہی ہے ——— اس کا مشن یہی ہے کہ مخلوقِ الٰہی کو انبیاء و اولیاء سے دُور لے جایا جائے ——— اور ان سے بیگانہ کر کے کہیں کا نہ رکھا جائے ——— عظمتِ نبوّت اس کی ذلّت و رسوائی کا سبب بنی ——— اِس لیئے اُس نے آدم، جانشینِ آدم، حضرات انبیاء علیہم السّلام اور وارثینِ انبیاء، حضرات اہل اللہ کو اپنا حریف سمجھا ہے اور انہیں کی عزّت و ناموس کے درپے ہو رہا ہے ——— دِلوں کو اُن سے توڑ رہا ہے ——— زبانوں کو اُن کی جناب میں گستاخ بنا رہا ہے ——— خُوب بدلے لے رہا ہے ———

حقیقت میں امرِ رب مقامِ ادب سے بھی بالا تر ہے ——— الامر فوق الادب ——— ابلیس یہ نکتہ نہ سمجھا۔ وُہ غیر اللہ کے آگے جھکنے کو خلافِ توحید سمجھا اور اِس حرفِ محبّت کو بھلا دیا کہ بندگی محبوب کے اشاروں پہ چلنے کا نام ہے ——— اسی لیئے وُہ مغضوب و مردود ٹھہرا کہ حرفِ محبّت سے ناآشنا تھا ——— اُس کو عقل نے ڈسا، اس نے محبّت کا مزا نہ چکھا ——— بے شک رئیس العاشقین ہی رئیس الموحدین ہے ——— جس کو محبّت و ادب کا اس ولحاظ نہیں وُہ عاشقی و بندگی کیا جانے: ؎

عاشق نہ شُدی و محنتِ اُلفت نہ کشیدی

کس پیشِ تو غم نامۂ ہجراں چہ کشاید

ایک ظاہر سجدہ ہے ــــ ایک باطن سجدہ ہے ــــ ظاہر سجدہ یہ ہے کہ انسان کی پیشانی خمیدہ ہو کر زمین بوس ہو جائے۔ اور باطن سجدہ یہ ہے کہ جسم و جان دونوں مصروفِ اطاعت و بندگی ہو جائیں ــــ گویا اطاعت و فرماں برداری رُوحِ سجدہ ہے ۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اسی لیے فرمایا مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ[1] ــــ جس نے رسُول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی ــــ دُوسری جگہ فرمایا قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ[2] ــــ ان سے فرما دیجیے اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو، پھر اللہ تم کو محبوب بنا لے گا ــــ رسُول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور اللہ کی محبُوبیت کا سب سے بڑا وسیلہ ــــ حضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں رُوحِ سجدہ کی جھلک نظر آ رہی ہے ــــ

مجاز پرستی کے اس دور میں توحیدِ خالص کا اس طرح پرچار کرنا کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں، رسُولوں، نبیوں اور ولیوں کو محتاجِ محض اور عاجز مخلوق قرار دے کر تمام انسانوں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے نہایت ہی خطرناک ہے ــــ خصُوصاً اس دور میں جو نبیوں، رسُولوں اور ولیوں سے چھوٹ گیا وہ خدا سے چھوٹا اُس کا مسلمان نظر آنا تو ممکن ہے مگر مسلمان رہنا مشکل ہے ۔

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
دربدر یُوں ہی خوار پھرتے ہیں

---

[1] القرآن الحکیم سورۃ النسآء / ۸۰
[2] القرآن الحکیم آل عمران / ۳۱

آدابِ رسالت

قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے:۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ [1]

اَے ایمان والو! رَاعِنَا نہ کہو بلکہ "انظرنا" کہو (یعنی حضور ہم پر نظر رکھیں) اور (ارشاداتِ عالی کو پہلے ہی سے دِل لگا کر) سنو۔ ——— (اس حکم سے) سرتابی کرنے والوں کے لیئے دردناک عذاب ہے ———

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی مجلسِ مبارک میں جب صحابہ کرام کی سمجھ میں کوئی بات نہ آتی تھی تو "رَاعِنَا" کہتے تھے یعنی ہماری رعایت کیجیے اور مکرّر ارشاد فرمائیے" ——— اس مجلسِ مُبارک میں یہُودی بھی ہوتے، وُہ "ع" کی زیر کو ذرا کھینچ کر "رَاعِینَا" کہتے تھے جس کے معنی لیتے "اَے ہمارے چرواہے"! ———

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہُودیوں کی اس تحقیر آمیز شرارت کو سمجھ گئے۔ چنانچہ اُنہوں نے برملا کہہ دیا، فرمایا کہ "اَے دُشمنانِ اسلام! تم پر خُدا کی لعنت قسم ہے اُس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے پھر کسی نے رسُول اللہ کو اس طرح مخاطب کیا تو اس کی گردن اُڑا دُوں گا"۔[2] ———

جلالِ سعد بن معاذؓ نے آسمان و زمین کو ہلا کر رکھ دیا ——— اور یہ آیت نازل ہوئی جس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے گستاخانِ رسُول کے مُنہ بند کر دیئے اور عذابِ الیم کی وعید سُنائی ———

یہ نکتہ قابلِ توجہ ہے کہ کفار و یہُود جو کچھ کہا کرتے تھے: وُہ بیان واقعی تھا ——— جُھوٹ نہ تھا یعنی فی الواقعہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بکریاں چرائی تھیں گو اُن کی بکریاں نہ چرائیں بلکہ اپنی یا غنم کی

---

[1] القرآن الحکیم، سُورۃ البقرہ: ۱۰۴

[2] حاشیہ تفسیر طبری: جلد اوّل، مطبوعہ مصر ۱۳۲۲ھ، ص ۳۵۷ (بحوالہ تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان لعلامہ نظام الدین حسن بن محمد)

ماں کی بکریوں کی پاسبانی فرمائی۔ اور آپ ہی پر کیا منحصر ہے بہت سی جلیل القدر ہستیوں نے بکریاں چرائی ہیں، یہ کوئی ایسا کام نہیں جس کو معاشرے میں اچھی نظر سے نہ دیکھا جائے۔ پھر بھی ارشاد ہوا "خبردار! آپ رَاعِنَا نہ کہنا!" ـــــ بات چل رہی ہے "رَاعِنَا" کی اور ممانعت فرمائی جارہی ہے "رَاعِنَا" کی ـــــ اللہ اللہ غیرتِ الٰہی کی شان تو دیکھو! ـــــ کافروں کے معنی و مقصود کا تصور تک صحابہ کے دل میں نہ تھا بلکہ یہ وسوسہ ان کے قلبِ صافی میں گزر ہی نہ سکتا تھا مگر پھر بھی ممانعت فرمائی ـــــ تو پھر اس کی کیا وجہ تھی؟ ـــــ بات یہ تھی گو "رَاعِنَا" اور "رَاعِینَا" کسی معنی میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موجبِ اہانت و توہین نہ ہو مگر کفار و یہود کا اس کو موجبِ توہین سمجھ کر استعمال کرنا غیرتِ الٰہی کو گوارا نہ ہوا۔ اور صحابہ کی زبان سے ایک ایسے لفظ کا استعمال بھی ممنوع قرار دیا گیا جو اگرچہ صحابہ کے نزدیک کسی پہلو سے بھی موجبِ اہانت نہیں مگر کفار کے اختیار کردہ لفظ کے ساتھ اسے لفظی اشتراک ہے ـــــ یہ آپ کی کمالِ رعایتِ ادب ہے ؎

باصاف ضمیراں باادب باش کہ بسیار
از آب گہر آئینہ زنگار گرفت ست

الغرض ہرچند صحابہ لفظ "رَاعِنَا" کو ادب و احترام اور تعظیم کے لیے استعمال کرتے تھے مگر پھر بھی اس سے ملتے جلتے دوسرے لفظ "رَاعِینَا" کا استعمال تذلیل و تحقیر کے لیے استعمال کیا جاتا تھا اس لیے ممنوع قرار دے دیا گیا۔ لفظ رَاعِنَا سے اشارۃً و کنایۃً بھی توہین مراد نہ تھی بلکہ اس کا استعمال تعظیم و ادب کے لیے تھا۔ پھر یہ لفظ مردود ٹھہرا اور اس کا استعمال کرنے والا مغضوب، تو غور کرو جن کلمات میں صراحۃً اور کھلم کھلا آپ کی شان میں گستاخی کی گئی ہو مولیٰ تعالیٰ کے نزدیک ان کلمات کا اور ان کے قائل کا کیا مقام ہوگا؟ ـــــ اس آیت میں دوسری بات قابلِ توجہ یہ ہے کہ یہاں مومنین سے خطاب فرمایا ہے، کفار و یہود سے نہیں۔ اس لیے یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ وہی آیت کے مخاطب ہیں ـــــ نہیں نہیں، مخاطب عوام و خواص مومنین ہیں۔

بہرکیف آیتِ مذکورہ سے مندرجہ ذیل اصول و آداب مستنبط کئے جا سکتے ہیں :-

۱۔ ایسا لفظ جس کے معنی اور اطلاق اگرچہ فی نفسہٖ صحیح ہو مگر اس سے تمسخر و استہزاء کا پہلو نکل سکتا ہو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور استعمال کرنا ناجائز ہے۔

۲۔ ایسے لفظ کا استعمال بھی جائز نہیں جو اگرچہ مقامِ ادب میں بولا جاتا ہو مگر اس سے ملتا جلتا لفظ مقامِ ادب سے گرا ہوا ہو۔

۳۔ ایسے لفظ سے اگرچہ قائل کی مراد تمسخر و استہزاء نہ ہو مگر پھر بھی وہ گنہگار اور قابلِ مواخذہ ہے۔

۴۔ اس قسم کے الفاظ بھول چوک اور اضطرار میں بھی نکل جائیں تو تدارک لازم ہے۔

۵۔ جان بوجھ کر کہے جائیں تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے ــــــــ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلکہ اللہ کے نزدیک بھی اس کا قائل واجب القتل ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔

قرآنِ کریم میں جابجا ایسی آیات ملتی ہیں جن سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر کا درس دیا ہے اور عظمت و شوکت کو بیان کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان آیات کو دل سے لگا کر رکھیں۔ تاکہ گلشنِ محبت وا اور ویرانۂ دو ــــــــ ملاحظہ فرمائیں:۔

۱۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ [۱]

(ترجمہ) اے ایمان والو! نبی کی آواز پر اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہیں تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تم کو خبر تک نہ ہو۔

۲۔ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ [۲]

(ترجمہ) جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری

---

[۱] القرآن الحکیم، سورۃ الحجرات: ۲

[۲] القرآن الحکیم، سورۃ الحجرات: ۳

کے بیے رکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

۳۔ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ؁[1]

(ترجمہ) جو حجروں کے پیچھے تم کو آواز دیتے ہیں، ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

۴۔ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ ؁[2]

(ترجمہ) (ایمان والے وہ ہیں) جو نبی کی مجلس سے نبی کی اجازت کے بغیر نہیں جاتے۔

۵۔ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ ؁[3]

(ترجمہ) جو شخص اجازت چاہے اپنے کسی کام کے لئے تو ان میں سے جسے تم چاہو اجازت دے دو (جسے نہ چاہو اجازت نہ دو)

۶۔ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ؁[4]

(ترجمہ) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

۷۔ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ؁[5]

(ترجمہ) جو لوگ محفل مبارک سے آڑ لے کر کھسک جاتے ہیں اللہ انہیں جانتا ہے۔ وہ اللہ کے حکم کے خلاف کرتے ہیں، ان کو خدا سے ڈرنا چاہیئے کہ وہ آفت یا عذاب کا شکار نہ ہو جائیں۔

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ الحجرات، ۴

[2] القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۲

[3] القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۲۔

[4] القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۳

[5] القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۳

۸۔ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ؀ [1]

(ترجمہ) بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے دُرود بھیجتے ہیں اُس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو! ان پر دُرود اور خوب سلام بھیجو!

۹۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۣاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ؀ [2]

(ترجمہ) تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کُنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اُس کے رسُول اور اُس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

قرآن کریم میں بعض آیات وُہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت فرمائی ہے یا کوئی ہدایت و نصیحت ——— ایسی آیات میں عمُوماً حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست خطاب فرمایا ہے ——— بعض آیات وُہ ہیں جن میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن اور اَن گنت خوبیاں بیان کی گئی ہیں ——— ایسی آیات میں عمُوماً براہِ راست مسُلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔

اسی طرح احادیث میں بعض احادیث وُہ ہیں جن میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجز و انکسار کا اظہار فرمایا ہے اور بعض احادیث وُہ ہیں جن میں آپ نے اپنی جلالتِ شان کا ذکر فرمایا ہے ——— اب ایک آنکھ تو وُہ ہے جو پہلی قسم کی آیات و احادیث پر نظر جماتے ہوئے ہے، اُس کی نظر دُوسری

---

[1] القرآن الحکیم، سُورۃ الاحزاب : ۵۶

[2] القرآن الحکیم، سُورۃ التوبہ : ۲۴

قسم کی آیات واحادیث کی طرف اُٹھتی ہی نہیں۔ _____ مگر ایک آنکھ وُہ بھی ہے جو پہلی اَور دُوسری دونوں قسم کی آیات واحادیث کو سامنے رکھ کر قرآن وحدیث کی رُوح تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہے اور وُہ کچھ دیکھتی اَور دِکھاتی ہے جو پہلی آنکھ نہیں دیکھ پاتی _____ وُہ پہلی آنکھ عالم آب و گِل میں اُلجھ کر رہ گئی اَور یہ دُوسری آنکھ سمٰوٰت، بلکہ ماورائے سمٰوٰت جا پہنچی _____ اُس کا اندازِ نظر غیر سائنٹیفک ہے، اِس کا اندازِ نظر سائنٹیفک ہوتے ہوئے بھی عاشقانہ اَور مومنانہ ہے۔

توہینِ رسالت

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے پاک و ہند کے جس ماحول میں آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے جو تقویۃ الایمان لکھی تو اس دور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عشق اور مشائخ عظام و اولیائے کرام سے محبت و عقیدت کے چرچے عام تھے، شاہِ وقت بہادر شاہ ظفر خود اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتا تھا مولوی اسمٰعیل دہلوی کی انقلابی طبیعت کو یہ ماحول بیگانہ معلوم ہوا اور انہوں نے ابن عبد الوہاب کی روش پر چلتے ہوئے ماحول کے خلاف بھرپور جنگ کی اور تقویۃ الایمان لکھ کر عوام و خواص کے عشق و محبت کو جھنجھوڑا ـــــــ علماء خیر آباد علماء بدایوں، علماء بریلی، علماء فرنگی محل اور علماء دہلی وغیرہ نے تقویۃ الایمان کی بعض عبارات کی گرفت کی اور بعض علماء نے اس کے رد لکھے اور یہ سلسلہ چل نکلا ـــــــ جو آج تک جاری ہے ـــــــ

تقویۃ الایمان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام محبوبانِ خدا کی جناب میں جو بے باکانہ اسلوب اختیار کیا ہے وہ ان محبوبوں کے خالق و مالک جل و علا کے کلام میں بھی نہیں ملتا ـــــــ سارے قرآن کو پڑھ جائیے، کہیں یہ انداز نہ پائیں گے جو صاحب تقویۃ الایمان نے اپنایا ہے۔ تو جب خدا نے اپنے محبوبوں کا پاس و لحاظ رکھا ہے تو بندے کی کیا مجال کہ وہ ایسا بدلحاظ ہو جائے۔

طریقت میں جس نے قدم رکھا ہے وہ معمولی انسان کے لئے بھی بے باک نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی جناب میں بے باک ہو۔ صاحب طریقت پیکرِ عجز و انکسار ہوتا ہے، اس کو ہر گھڑی اپنی عاقبت کی فکر ہوتی ہے ـــــــ وہ بڑے بول نہیں بولتا ـــــــ بڑے بول وہی بولتا ہے جو اپنی عاقبت سے بے نیاز ہوتا ہے ـــــــ

تقویۃ الایمان کی ساری باتیں رد کرنے کے لائق نہیں مگر بہت سی ایسی باتیں لکھ دی ہیں جنہوں نے ساری کتاب پر پانی پھیر دیا ہے ـــــــ کاش صاحب تقویۃ الایمان ادب کی اہمیت کو سمجھتے اور ایسی عبارات سے گریز کرتے جو مقام ادب کے منافی ہیں ـــــــ

اسلام سراسر عشق و محبت ہے اور محبت سراسر ادب ـــــــ مقامِ عقل میں جو بات معقول نظر آتی ہے، مقامِ عشق میں وُہ نامعقول ہو جاتی ہے ـــــــ مگر یہ بات وہی سمجھ سکتا ہے جو آشنائے محبت اور دانائے ادب ہو۔

"محبُوب کے سامنے زور سے نہ بولو" ـــــــ عقل پُوچھتی ہے، کیوں نہ بولیں؟ ـــــــ

عشق کہتا ہے، خاموش، ہاں نہ بولو! ـــــــ "محبُوب کی مجلس سے بلا اجازت نہ کھسکو" ـــــــ

عقل پوچھتی ہے، کیوں نہ کھسکیں؟ ـــــــ عشق کہتا ہے، خبردار، ہاں نہ کھسکو! ـــــــ

"باہر سے محبُوب کو آواز دے کر نہ بُلاؤ" ـــــــ عقل پُوچھتی ہے، کیوں نہ بلائیں؟ ـــــــ

عشق کہتا ہے، ہشیار، ہاں نہ بُلاؤ! ـــــــ "محبُوب کی محبت پر آل و اولاد اور جان و مال سب کچھ نثار کر دو" ـــــــ عقل پُوچھتی ہے، کیوں نثار کر دیں؟ ـــــــ عشق کہتا ہے، ہاں ہاں نثار کر دو! ـــــــ ؎

بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

حضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی جناب میں جن آداب کا قرآنِ حکیم نے ذکر کیا ہے ـــــــ اگر عقل سے سمجھو تو سمجھ میں نہیں آتے ـــــــ ہاں عشق سے سمجھو تو ہر ادب دِل میں گھر کرتا چلا جاتا ہے۔

مقامِ عقل میں بھُول چُوک میں چھُوٹ ہے۔ مگر مقامِ عشق میں بھُول پر سخت سزا ہے ـــــــ بھُول چُوک غیر سے ہوشگی کا نتیجہ ہے۔ اس لئے عاشق کے شایانِ شان نہیں کہ وُہ غیر سے وابستہ ہو کر اتنا از خود رفتہ ہو جائے کہ آدابِ محبت کو یکسر فراموش کر دے۔

قرآنِ حکیم میں جہاں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی آواز پر آواز بلند کرنے کی ممانعت فرمائی ہے وہاں صرف ممانعت نہیں بلکہ یہ بھی فرمایا جا رہا ہے کہ آج کے بعد اگر بھُول چُوک میں بھی کسی کی آواز بلند ہو گئی تو عجب نہیں کہ اس کے نیک اعمال ضائع کر دیئے جائیں اور اُس کو خبر تک نہ ہو ـــــــ کِس کے اعمال؟ ـــــــ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال ـــــــ جن کا ایک عمل، اغواث واقطاب وابدال کے ساری کی ساری عمروں کے اعمال پر بھاری ہے ـــــــ غور کرو! ـــــــ اور خُوب غور کرو! ـــــــ

جنابِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بے ادبی و بے باکی کوئی معمولی بات نہیں ــــــــــــ بہت بڑی بات ہے۔

یہ تو تھی صرف آواز اونچی کرنے والی بات ــــــــ اُن کی آواز جن کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات ملتِ اسلامیہ کے لیے حجت ہیں ــــــــ ایسے کلمات کا زور سے نکل جانا بھی خدا کے نزدیک باعثِ تعزیرِ شدید ٹھہرا ــــــــ تو اُن کلمات کی بات کیا کی جائے جن میں اہانت و توہین کی بُو آرہی ہے ــــــــ؟

آئندہ صفحات میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کی بعض گستاخانہ عبارات کا جائزہ لیا جائے گا اس سلسلے میں موصوف کے متبعین و معتقدین سے اتنی گزارش ہے کہ اگر راقم کا کوئی کلمہ یا عبارت مولوی اسمٰعیل کی شان میں گستاخانہ محسوس فرمائیں تو اس کی بھی اسی طرح تاویل فرمالیں جس طرح مولانا اسمٰعیل کی گستاخانہ عبارات کی تاویل فرمایا کرتے ہیں یعنی یہ کہ انہوں نے جو گستاخانہ عبارات لکھی ہیں اُن سے مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی نہ تھی بلکہ رب تبارک و تعالیٰ کی بڑائی دکھانا مقصود تھا ــــــــ راقم کی بھی عبارات اور کلمات کی بھی یہ تاویل فرمالیں کہ اس سے مقصود مولوی اسمٰعیل کی تذلیل و تحقیر نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کا بیان مقصود ہے اور بلاشبہ یہ تاویل نہ ہوگی بلکہ اظہارِ حقیقت ہوگا کیوں کہ راقم کا مسلک تو یہ ہے ؏

اُخوت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی

تعارف تقویۃ الایمان

تقویۃ الایمان کا جو ایڈیشن ہمارے سامنے ہے اس کا پورا نام ہے تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان مؤلفہ مولوی اسماعیل ونصیحۃ المسلمین مؤلفہ مولوی خرم علی مطبوعہ لاہور (۱۹۷۸ء)، شائع کردہ امجد اکیڈمی، لاہور

تقویۃ الایمان ۷۰ صفحے کا رسالہ ہے جو صفحہ ۹ سے صفحہ ۷۸ تک پھیلا ہوا ہے، اس کے بعد تذکیر الاخوان کے نام سے ایک اور رسالہ ہے، یہ صفحہ ۸۱ سے صفحہ ۲۲۷ تک پھیلا ہوا ہے، اس رسالے کو مولوی اسماعیل سے منسوب کیا گیا ہے ——— اس ایڈیشن میں تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان کے علاوہ سید عبد اللہ بغدادی کے مکتوب عربی (محررہ ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کے جواب میں مولوی اسماعیل کا مکتوب بھی ہے جو صفحہ ۲۲۹ سے ۲۳۵ تک پھیلا ہوا ہے، اس کے بعد تقویۃ الایمان کی حمایت و تائید میں دوسرے فتووں کے علاوہ مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ بھی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:-

(ﺍ) تقویۃ الایمان بہت ہی اچھی کتاب ہے اور شرک و بدعت کی تردید میں بے مثال ہے۔[1]

(ب) بات یہ ہے کہ شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بدعتیوں کو اس واسطے دشمنی ہے کہ آپ نے بدعتیوں کی خوب مٹی پلید کی[2] اور بدعتیوں کے بازار کو سرد کر دیا۔[3]

فتووں کے بعد جامع تقویۃ الایمان نے تقویۃ الایمان کی متنازع فیہ عبارات کے بارے میں سوالاً جواباً صفائی پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو عذرِ گناہ بدتر از گناہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ جامع موصوف نے

---

[1] اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور (۱۹۷۸ء) ص ۲۳۷

[2] لفظ "مٹی پلید کرنا" ایک عامیانہ محاورہ ہے جو ایک مفتی و فقیہ کے شایانِ شان نہیں۔

[3] اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان، ص ۲۳۷

پیغمبر علیہ السلام کو بڑا بھائی کہنے اور اللہ کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل کہنے اور اس قسم کے اور کلمات کی تاویل و توجیہ فرمائی ہے ـــــ مناسب تھا کہ یہ نامعقول جملے حذف کر دیئے جاتے اور اُن سے بریّت کا اعلان کرا دیا جاتا ـــــ جب صاحب تقویۃ الایمان نے ایسی آیات واحادیث کو نظر انداز کر دیا جن سے انبیا علیہم السلام اور خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شوکت کا اندازہ ہوتا تھا تو ایسے کلمات کو خارج کرنے میں کونسی قباحت تھی جن سے ان حضرات قدسیہ کی تحقیر و تذلیل ہوتی تھی ـــــ ناشائستہ کلمات کی تاویل و توجیہ کر کے اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہرگز دانائی و ہوش مندی کی بات نہیں ـــــ بات سے بات نکلتی ہے، مولوی اسمٰعیل دہلوی نے جو رَوِش اختیار کی یعنی انبیا علیہم السلام کی تحقیر و تذلیل کے لیے آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کرنا اور ایسی آیات کو قطعاً نظر انداز کر دینا جن سے کمال رفعت و بلندی کا اندازہ ہوتا ہو، ڈیڑھ سو برس گزر جانے کے بعد بھی بعض حضرات اب تک اُس راہ پر چل رہے ہیں۔ یہ کوئی الزام نہیں، ذاتی تجربہ ہے۔ سُنیئے:۔

فروری ۱۹۷۹ء میں ایک ضعیف العمر عالم، عقائد سے متعلق اپنی تصنیف پر تقریظ لکھوانے تشریف لائے ـــــ کتاب کھول کر دیکھی تو نبیوں اور رسُولوں کا اِس انداز سے تعارف کرایا گیا تھا کہ گویا وُہ اللہ تعالیٰ کی بے بس مخلوق ہیں (معاذ اللہ) مثلاً یہ کہ نبی کو کنوئیں میں ڈال دیا جاتا ہے، قید کر دیا جاتا ہے، بیمار ڈال دیا جاتا ہے، دریا میں پھینک دیا جاتا ہے، مچھلی کے پیٹ میں محبوس کر دیا جاتا ہے۔ وطن سے بے وطن کر دیا جاتا ہے۔ میدانِ جنگ میں لہولہان کر دیا جاتا ہے، رو رو کے وُہ بینائی سے محروم ہو جاتا ہے، آگ میں ڈال دیا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

راقم نے عرض کیا کہ اُولو العزم نبیوں اور رسُولوں کا یہ کیسا تعارف کرایا ہے؟ ـــــ فرمانے لگے یہ تو سب قرآن میں موجود ہے، راقم نے عرض کیا ـــــ بے شک یہ سب کچھ قرآن میں ہے مگر اسی قرآن میں:۔

○ یہ بھی تو ہے کہ سلیمان (علیہ السلام) کے خادم نے ملکۂ سبا کا تخت سینکڑوں میل کی مسافت سے چشم زدن میں لا کر رکھ دیا۔

- یہ بھی تو ہے کہ ایوب (علیہ السّلام) نے جب زمین پر قدم مارا تو چشمہ پھوٹ نکلا۔
- یہ بھی تو ہے کہ جب مریم (علیہا السّلام) دُنیا سے کنارہ کش ہوگئیں تو دیکھتے ہی دیکھتے پردۂ غیب سے اسبابِ معیشت فراہم کیے گئے۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت عیسٰی (علیہ السّلام) نے عالمِ شیرخوارگی میں اعلانِ نبوت فرمایا ——— پھر جب نبوت ملی تو یہ اعجاز ملا کہ ابرص پر ہاتھ پھیرا تو داغ دھبّے دُھل گئے، مُردے پر دم کیا تو آن کی آن میں زندہ کر دیا اور مادرزاد اندھے پر نظر فرمائی تو بینا کر دیا۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت یوسف (علیہ السّلام) کے پیرہن مبارک کی خوشبو میلوں مسافت سے حضرت یعقوب (علیہ السّلام) نے سُونگھ لی اور جب پیرہن آنکھوں سے مَس ہوا تو بینائی آگئی۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت موسٰی (علیہ السّلام) نے پتھر پر عصا مارا تو چشمے اُبل پڑے، دریا پر مارا تو راستے نکل گئے، زمین پر عصا پھینکا تو پھنکارتا ہوا اژدہا بن گیا۔ گریبان سے ہاتھ نکالا تو چمک اُٹھی ——— مولیٰ سے کھانا مانگا تو من و سلویٰ اُترا۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السّلام) نے ذبح شدہ پرندوں کو آواز دی تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ اُڑتے ہوئے چلے آئے۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت خضر (علیہ السّلام) نے علومِ غیبیہ کے وہ وہ دروازے کھولے جو حضرت موسٰی (علیہ السّلام) پر آشکار نہ کیے گئے تھے۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت محمد مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی زبانِ مبارک سے جنّوں نے تلاوتِ قرآن کی آواز سُنی تو دل پکڑ کر رہ گئے، اور قدموں پہ آگرے۔
- یہ بھی تو ہے کہ جب اُس حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وسلّم نے کنکریاں پھینکیں تو آن کی آن میں دشمنوں کی صفیں اُلٹ گئیں۔
- یہ بھی تو ہے کہ آپ کے اشارے سے چاند دو نیم ہوگیا اور سارا عالم دنگ رہ گیا۔

- یہ بھی تو ہے کہ جب بیت اللہ کی طرف آپ کی نظریں پھریں تو سارے عالم کی نظریں اس طرف پھیر دی گئیں۔
- یہ بھی تو ہے کہ جب آپ میدانِ جہاد میں اُترے تو فرشتے فوج در فوج آپ کی مدد کو جا پہنچے۔
- یہ بھی تو ہے کہ اُس تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کے مولیٰ نے مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک راتوں رات سیر کرائی اور پھر اُن بلندیوں پر لے گیا جس کا تصور انسان کے بس کی بات نہیں۔

اللہ اللہ یہ سارے اذکار قرآنِ حکیم میں موجود ہیں۔ اِن کا کیوں ذِکر نہ کیا؟ فرمانے لگے،: عظمتوں کا ذِکر کیا جائے تو لوگ کُفر و شرک میں مُبتلا ہو جاتے ہیں" ——— فقیر نے عرض کیا کہ "اِس کی فکر تو حق جل مجدہٗ فرمائے گا جس نے ایسی آیات نازل فرمائیں، آپ کیوں اِس فکر میں مبتلا ہو گئے؟ ——— پھر مجبُور ہو کر فرمانے لگے کہ "عظمتوں کی باتیں تو مساجد و مجالس میں عُلماء و واعظین سے سُنی جا سکتی ہیں" ——— فقیر نے عرض کیا "لیکن آپ اپنی کتاب میں اِس کا ذِکر نہ فرمائیں گے؟"! ——— اِس پر وُہ عالم خاموش ہو گئے اور نا اُمیدی کے ساتھ اپنا مسوّدہ لے کر چلے گئے ——— ———

اِس سانحہ سے سخت صدمہ ہُوا اور یہ معلوم ہُوا کہ ہمارے درمیان اَب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو ایسی آیات و احادیث کو برسرِ منبر بیان نہیں کرنا چاہتے جن میں محبُوبانِ خُدا کی تعریف و توصیف اور اُن کی عظمتوں اور منزلتوں کا ذکر ہے۔ اِس لئے بالعموم ان حضرات کا موضوع کفر و شرک ہی رہتا ہے اور وُہ محبُوب سے زیادہ مغضوب کا ذِکر کرنا پسند کرتے ہیں ——— یہ بات تقاضائے اِیمان کے منافی ہے، کوئی مسلمان نہیں جو ایسا کرنے پر دِل سے آمادہ ہو ———

اللہ تعالیٰ نے رُوئے زمین کے تمام اِنسانوں کو اپنی جناب میں یہ اِلتجا کرنے کا حکم دیا ——— (اے اللہ) ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان (برگزیدہ پیاروں) کا راستہ جن پر تو نے

انعام فرمایا" ـــــــ اللہ اکبر! ان پیاروں اور محبوبوں کے ذکر کے بغیر نہ دُعا، دُعا ہے اور نہ نماز، نماز ـــــــ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ہر دُعا میں اوّل و آخر دُرود شریف پڑھ لیا کرو ـــــــ دُرود شریف کا مقبول بارگاہِ ایزدی ہونا ایک مسلّم حقیقت ہے ـــــــ جب اوّل و آخر کی چیز قبول ہوگی تو بیچ کی چیز کیسے رد کی جا سکتی ہے ـــــــ سُبحان اللہ ـــــــ

بہرکیف ذکر تھا تقویۃ الایمان کا ـــــــ بات کہاں سے کہاں پہنچی ـــــــ

تقویۃ الایمان میں قرآنِ کریم کی آیات کے غلط انطباق سے کفر و شرک کا جو معیار قائم کیا گیا ہے اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو مولوی اسمٰعیل کے معاصرین اور ان سے قبل عالمِ اسلام کے کروڑوں مسلمان کافر و مشرک ٹھہرتے ہیں حتیٰ کہ زمانہ حال میں عالمِ اسلام کے مسلمانوں کی اکثریت کافر و مشرک قرار پاتی ہے: اس طرح کوئی مسلمان حکومت اپنے ہاں مسلم اکثریت کا دعوٰے نہیں کر سکتی ـــــــ اس لیے مولوی اسمٰعیل کے خیالات و افکار کو آسانی سے قبول کرنا سخت خطرناک ہوگا، مناسب یہ ہوگا کہ ان کو نقد و نظر کی چھٹی میں پکا کر اچھی طرح دیکھ لیا جائے اور کھوٹا دکھرا الگ کر لیا جائے۔

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی جمود کے قائل ہیں، حرکت کے نہیں ـــــــ زندگی اور فکرِ زندگی منازلِ ارتقاء سے گزرتی ہے۔ اور اسلام کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس نے زندگی کے فطری عمل کو نظر انداز نہیں کیا ـــــــ وہ ان معنوں میں حرکی ہے کہ حرکت و عمل کا اس نے پورا پورا خیال رکھا ہے ـــــــ اور ان معنی میں جامد ہے کہ اس کے اصول و ضوابط میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ـــــــ سب کے سب اپنی جگہ اٹل ہیں ـــــــ وہ جامد ہوتے ہوئے جانِ حرکت ہے ـــــــ یہی اس کا

لہ بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے لوگوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں "شرارِ خلق اللہ" فرمایا ہے۔ (بخاری شریف، مطبوعہ احمدی، ص ۱۰۲۴)

مسعود

اعجاز ہے اور یہی اس کا امتیاز ـــــ اسلامی فکر و عقیدے پر جو قلم اٹھاتا ہے اس کو اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھنا پڑے گا ورنہ وہ خود بھی راستہ سے ہٹ جائے گا اور دوسروں کو بھی ہٹا دے گا۔

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے اپنے مزعومات کو ثابت کرنے کے لیئے یہ کتاب لکھی ہے ـــــ اس لیئے یہ ایک وکیل کی تصنیف تو کہی جا سکتی ہے، ایک منصف و مصلح اور رہبر کی تصنیف قرار نہیں دی جا سکتی ـــــ عدل کا تقاضا ہے کہ دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے اور دونوں طرف کے دلائل پر نظر رکھی جائے۔ البتہ وکالت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف ایک سمت نظر رکھی جائے اور دوسری سمت کو قطعاً نظر انداز کر دیا جائے بلکہ کوشش یہ کی جائے کہ ایسے دلائل و براہین فراہم کیئے جائیں جو دوسری سمت کو ضعیف سے ضعیف تر کر دے ـــــ تقویۃ الایمان کا یہی انداز ہے ـــــ اپنی پسند کی آیات و احادیث انتخاب کر لینا اور محبوبانِ خدا کو بے کس و بے بس ظاہر کرنا ایک مسلمان مصلح و محقق کو زیب نہیں دیتا بلکہ یہ تو ایک غیر مسلم محقق کے لیئے بھی باعث شرم و ندامت ہے ـــــ مناسب یہ تھا کہ مولوی اسمٰعیل تقویۃ الایمان میں اُن آیات و احادیث کو بھی زیر بحث لاتے جو اُن کے مزعومات کے خلاف تھیں، یہ توقع اس لیئے بجا ہے کہ مولوی اسمٰعیل معمولی عالم نہ تھے۔ وہ بالکل باخبر تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے افسوسناک راہ عمل اختیار کی، اور حقائق کو چھپایا۔

تاریخ کی بنیاد دیانت داری پر ہے ـــــ جو اپنے پسند کے موافق کے بیانات قبول کرتا ہے اور اپنی پسند کے خلاف بیانات رد کرتا ہے وہ نہ مصلح ہے اور نہ محقق ـــــ یاد آیا بقول حافظ محمد یوسف محقق پاکستانی علیہ الرحمہ (ریکارڈ کیپر، ریکارڈ آفس لائبریری، جے پور) جب ہندوستان کا مشہور مورخ پنڈت جادو ناتھ سرکار، اورنگ زیب عالمگیر پر مواد کی فراہمی کے سلسلے میں سنٹرل ریکارڈ آفس لائبریری (جے پور) پہنچا تو اس کو عہد عالمگیری سے متعلق ایسا مستند قلمی مواد دکھایا گیا جس سے اورنگ زیب عالمگیر کے اچھے پہلوؤں پر روشنی پڑتی تھی مگر اس نے اس لیئے قبول نہ کیا کہ اس کو اورنگ زیب کی سیرت مسخ کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنی تھی۔

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل نے انبیاء وصلحاء کے حق میں یہی طرزِ عمل اختیار کیا جو انصاف پسند طبائع کے لئے نہایت ہی تکلیف دہ بات ہے ـــــ جب پسند ہی بُنیاد ٹھہری تو پسند کا حال تو ڈانوں ڈول ہے۔ کبھی ایک چیز ایک وقت خاص میں اچھی معلوم ہوتی ہے مگر دُوسرے وقت بُری لگنے لگتی ہے ـــــ کچھ یہی حال تقویۃ الایمان اور اس کے مؤیدین ومتبعین کا ہے ـــــ وُہ باتیں جو انبیاء علیہم السّلام اور صلحائے اُمت کے لئے اچھی نہیں معلوم ہوتیں، وُہ اپنے اُستادوں اور شیوخ کے لئے اچھی لگنے لگتی ہیں ـــــ یا جو باتیں دُوسروں کے کرنے سے اچھی نہیں معلوم ہوتیں، وُہ خود کرنے سے اچھی ہو جاتی ہیں ـــــ یہ ایک دلچسپ مطالعہ ہے ـــــ راقم کے سامنے ایسے بہت سے شواہد ونظائر ہیں ـــــ صاحبِ تقویۃ الایمان کے نزدیک انبیاء وصلحاء سب بے بس ہیں ـــــ اُن کو ذرہ برابر اختیار نہیں ـــــ مگر تقویۃ الایمان کے اس اڈیشن میں جو ہمارے سامنے ہے، جامع ومرتب مولانا محمد عبدالعزیز صاحب نے مولوی اسماعیل کے قدرت واختیار کا اس طرح ذکر فرمایا ہے :-

> نیند میں اتنا قابو پا لیا تھا کہ جب چاہیں سو جائیں اور جب چاہیں جاگ اُٹھیں۔[1]

حالانکہ قرآنی آیات بتا رہی ہیں کہ اختیار تو خُدا کو ہے کہ جب چاہے سُلاتے، جب چاہے اُٹھائے اور جب چاہے سوتے سوتے اپنے پاس بُلا لے۔

---

[1] اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان مطبوعہ لاہور، ص ۹

عباراتِ تقویۃ الایمان

اب ہم اُن عبارات وکلمات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو تقویۃ الایمان میں آج بھی موجود ہیں اور جس پر عُلمائے اسلام کی ایک کثیر جماعت معترض ہے۔ یہاں ہم چیدہ چیدہ صرف ۱۶ عبارات نقل کرتے ہیں ـــــــ عُلمائے اسلام کا اعتراض صحیح ہے یا یہ محض ایک فتنہ انگیزی ہے جس کا داعیہ نفسِ امارہ ہے۔ اِس کا فیصلہ مندرجہ ذیل حقائق وشواہد کی روشنی میں بخوبی کیا جا سکتا ہے ـــــ تقویۃ الایمان کی عبارات ملاحظہ فرمائیں :-

پہلی عبارت :-

جس نے اللہ کا حق اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو دے دیا، اس نے بڑے سے بڑے کا حق ذلیل سے ذلیل شخص کو دے دیا کیونکہ خدا سب سے بڑا ہے اور خدا کے مقابلے میں اس کی مخلوق کی غلامانہ حیثیت ہے، جیسے کوئی تاجِ شاہی ایک چمار کے سر پر رکھ دے۔[1]

دُوسری عبارت :-

جب ہمارا خالق اللہ ہے تو ہمیں اپنے تمام مشکل اوقات میں اُسی کو پکارنا لائق ہے، کسی اور سے ہمیں کیا واسطہ؟ جیسے کوئی کسی بادشاہ کا غلام ہو گیا تو وہ اپنی ضرورت اپنے بادشاہ ہی کے پاس لے جائے گا اُسے دُوسرے بادشاہوں سے کیا واسطہ؟ کسی بھنگی چمار کا تو ذکر ہی کیا ہے؟[2]

---

[1] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۳

[2] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۸

تیسری عبارت :-

یقین مانو ہر شخص خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرّب ترین فرشتہ،
اُس کی حیثیت شانِ الوہیت کے مقابلے پر ایک چمار کی حیثیت سے
بھی زیادہ ذلیل ہے۔ [1]

چوتھی عبارت :-

تمام انبیاء و اولیاء اس کے سامنے ایک ذرّے سے بھی کم تر ہیں۔ [2]

مندرجہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل کے نزدیک کسی بھی حالت میں غیر اللہ سے استعانت جائز نہیں۔ نیز یہ کہ انبیاء علیہم السّلام اور صلحائے اُمت شانِ الوہیت کے سامنے ذرّے، بھنگی اور چمار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ (معاذ اللہ)

جہاں تک غیر اللہ سے استعانت کا تعلق ہے انبیاء تو انبیاء غیر انبیاء سے بھی استعانت کا حدیث شریف میں حکم ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں آتا ہے کہ کوئی جنگل میں راستہ بھول جائے۔ اور کوئی رہبر نہ ملے تو یہ کہے :-

يَا عِبَادَ اللهِ أَعِينُونِي ! [3]

اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو!

اللہ کے ایسے بندے موجود ہیں جو نظر نہیں آتے مگر پکارنے پر بھولے بھٹکوں کو راستہ بتلاتے ہیں۔

موٹی سی بات ہے جو بچوں کی سمجھ میں بھی آسکتی ہے ——— کسی کو اللہ سمجھ کر مانگنا تو

---

[1] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۴۳

[2] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۹۶

[3] شمس الدین محمد بن محمد بن یوسف الجزری: حصن حصین، مصر، ص ۴۲

بات ہے اور "اللہ کا بندہ" سمجھ کر مانگنا اور بات ہے ——— مانگنے، مانگنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے ——— مگر ہوا یہ کہ وہ ساری آیات جو اللہ سمجھ کر مانگنے کے متعلق تھیں اور جن کا تعلق سراسر کفار و مشرکین سے تھا اُن کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا گیا جو محبوبانِ خدا سے اللہ کا مقرب بندہ سمجھ کر مانگا کرتے تھے، اس طرح اچھے خاصے مسلمانوں کو کفار و مشرکین کی فہرست میں شامل کر کے اُن کا قتلِ عام کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ——— ! حقیقت میں رُوئے زمین پر کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کے بندوں سے اللہ سمجھ کر مانگتا ہو ——— اور بغیر عطائے ربّانی کے کسی کو صاحبِ اختیار و اقتدار تسلیم کرتا ہو۔

مذکورہ اقتباسات میں مولوی اسمٰعیل نے انبیاء و صلحاء خصوصاً آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو بھی دبے لفظوں میں ذرّہ، بھنگی اور چمار سے زیادہ اذیت ناک الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جن کو لکھتے ہوئے بھی قلم لرز رہا ہے ——— چمار اور بھنگی ہندوؤں کی نیچ قومیں ہیں۔ اس لیے محبوبانِ خدا کو بدترین کفار و مشرکین اور مغضوبین سے تشبیہ دینا بلکہ ان سے بدتر کہنا کہاں تک درست ہے؟ ——— عقلِ سلیم جواب دے ——— حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خانہ کعبہ میں بنی ہوئی تصاویر مٹانے کا حکم دیا مگر حضرت مریم اور حضرت عیسٰی علیہما السّلام کی تصاویر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنا دستِ مبارک رکھ لیا۔ باقی تصاویر مٹادی گئیں[۱] اور تصویریں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے پانی سے مٹائیں اور اُن کی جگہ زعفران مَل دی[۲] کہ اس جگہ کو حضراتِ قدسیہ سے ایک قسم کی نسبت تو تھی ورنہ زعفران لگانے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے نسبتوں کا اتنا خیال فرمایا۔ مگر مولوی اسمٰعیل نے انبیاء علیہم السّلام کی ذواتِ عالیہ کو جن کی جعلی تصاویر کا محض نسبت کی وجہ سے

---

[۱] علی بن برہان الدین الحلبی: سیرت حلبیہ، جلد دوم، مطبوعہ بیروت، ص ۸۷

[۲] ابی الولید محمد بن عبداللہ الازرقی: اخبار مکہ، مطبوعہ مکہ مکرمہ، ۱۳۵۲ھ، جلد دوم، ص ۱۲۰-۱۲۱

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِتنا خیال فرمایا، بھنگی اور چمار سے بھی بدتر لکھا ہے ـــــــ جھوٹی تصاویر کو نسبت بھی سچے انبیاء اور ملائکہ سے تو ان کا اِتنا لحاظ رکھا گیا ـــــــ جن سچے انبیاءَ کو سچے خُدا سے نسبت ہے اُن کا پاس و لحاظ نہ کرنا خلافِ عقل بھی ہے، خلافِ اَدب بھی ـــــــ اور خلافِ قرآن وحدیث بھی۔

حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھئے کہ اُنھوں نے حجرِ اَسود کو بوسہ دیتے ہُوئے فرمایا:۔

واللہ لاعلم انک حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم استلمک ما استلمتک فاستلمه

(ترجمہ) بخدا مَیں جانتا ہُوں کہ تُو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع۔ اگر میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو مَیں تجھے بوسہ نہ دیتا ـــــــ پھر آپ نے بوسہ دیا۔

حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی نسبت سے بوسہ کی لذّت حاصل کی اور صاف صاف فرمادیا کہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی نگاہِ کرم نے اِس پتّھر کو بوسہ کے قابل بنادیا ہے ـــــــ

حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعظیم وتکریم کے سِلسلے میں بہت سی آیات واحادیث ہیں، جن میں بہت سی پچھلے اَوراق میں ذکر کردی گئیں اور بہت سی آیات واحادیث آگے آئیں گی۔

صاحبِ تقویۃ الایمان نے تو انبیاء وصلحاء کو ارذل ترین مخلوق میں شمار کیا ہے مگر خود حق تبارک وتعالیٰ ایسی مخلوق سے اُن کو ممتاز فرما رہا ہے ـــــــ قرآنِ کریم میں جہاں مشرکینِ عرب کی بُت پرستی اور بُتوں سے اِلتفات کا ذکر ہے تو وہاں بُتوں کے مقابلے میں اپنے محبُوبوں کے مقام کو تمثیلی انداز میں یُوں بیان فرمایا ہے:۔

لہ بخاری شریف: کتاب المناسک، باب ۱۰۱۲

پہلی تمثیل :-

"ایک غلام ہے جو بالکل دوسروں کے اختیار میں ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا ——— اور ایک ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے بہت سا صاف ستھرا مال عطا فرمایا ہے اور وہ اس کو پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا ہے ——— تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں ——— الحمدللہ ——— لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے" [1]

دوسری تمثیل :-

"دو آدمی ہیں، ایک ان میں سے گونگا اور دوسروں کی ملک ہے ——— بے اختیار و ناتواں ——— کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور اپنے مالک کو دو بھر ہو رہا ہے، جہاں اسے بھیجتا ہے کبھی بھلائی نہیں لاتا ——— کیا ایسا گونگا، بہرا اور وہ شخص جو سنتا، بولتا اور لوگوں کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے دونوں برابر ہیں؟" [2]

پانچویں عبارت :-

ربیع الانصاریہ کی شادی کے موقع پر آپ ان کے پاس آبیٹھے ——— بچوں نے گانے میں یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے۔

(وفینا نبی یعلم ما فی غد)

آپ نے اسے منع کیا اور فرمایا یہ بات نہ کہو معلوم ہوا کہ کسی بڑے سے

---

[1] القرآن الکریم، سورۃ النحل، ۷۵

[2] القرآن الکریم، سورۃ النحل، ۷۶

بڑے انسان کے بارے میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وُہ غیب داں ہے[1]

لیکن یہ بات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے کی کسی کو جرأت ہے جو بعد نماز ظہر منبر مسجد پہ تشریف فرما ہو کر آثار قیامت کے بارے میں اخبار غیبیہ کا اعلان فرما رہے ہیں۔ اور یہ ارشاد ہو رہا ہے:

من احب ان یسئلنی عن شیٔ فلیسألنی عنه فو اللہ لا یسئلونی عن شیٔ الا اخبرتکم به۔[2]

(ترجمہ) جو شخص مجھ سے کچھ پُوچھنا پسند کرتا ہے وُہ اس کے بارے میں مجھ سے پُوچھ لے کہ خدا کی قسم تم مجھ سے جو بات پُوچھو گے مَیں تم کو بتاؤں گا۔

اور کیا یہ بات مدّاحِ رسُول جلیل القدر صحابی حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی کسی کو کہنے کی جرأت ہے جنہوں نے برملا فرمایا:-

نبی یری مالا یری الناس حوله ویتلو کتاب اللہ فی کل مشهد
فان قال فی یوم مقالة غائب فتصدیقها فی ضحوة الیوم او غد[3]

(ترجمہ) ایسے نبی ہیں کہ وُہ دیکھتے ہیں جو دُوسروں کو نظر نہیں آتا، ہر جلوہ گاہ میں کتاب اللہ پڑھتے ہیں۔ اگر کسی دن کوئی غیب کی بات بتاتے ہیں تو اُسی دن یا دُوسرے دن اُس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

قطع نظر اس روشن حقیقت کے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو غیب داں سمجھتے تھے اگر مندرجہ بالا حدیث شریف پر غور کیا جائے تو اس سے مندرجہ ذیل باتیں مستنبط ہوتی ہیں:-

(۱) بچّوں تک وہی بات پہنچتی ہے جو گھر گھر عام ہو چکی ہو ــــــ بچّوں کو کیا پڑی کہ خواہ مخواہ

---

[1] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور: ص ۳۴ - ۳۵

[2] جلال الدین سیوطی: خصائص الکبریٰ، جلد دوم، فیصل آباد، ص ۱۰۷

[3] حسّان بن ثابت: دیوان حسّان مطبوعہ بیروت، ص ۱۴۴

اپنے دل سے ایک ایسی بات گھڑ لیں جو انہوں نے اپنے گھر میں نہ سنی اور وہ بھی عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بچّے، جن کی تربیت آغوشِ صداقت میں ہوتی تھی ــــــ بچوں کے یہ کہنے سے کہ "وفینا نبی یعلم ما فی غد" ــــــ یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ بات زبان زدِ خاص وعام کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی باتیں جانتے ہیں۔

(ب) حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تمہارے سامنے کوئی تمہاری تعریف کرے تو اس کے چہرے پر خاک ڈال دو ــــــ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو یہ ہدایت فرماتے ہیں تو خود اپنی تعریف کیسے سن سکتے تھے، وہ سراپا عجز وانکسار تھے، انکسار کی حد ہے کہ صحابہ کرام کو اپنے لیے اٹھنے نہ دیتے تھے ــــــ ایسی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کو منع کرنا آپ کے عجز وانکسار پر محمول کیا جائے گا نہ کہ آپ کی بے خبری پر۔ (معاذ اللہ)

(ج) اگر واقعی آپ غیب کی باتیں نہ جانتے تھے اور یہ صفت خاص اللہ تعالیٰ کے لیے مختص تھی تو غیرِ خدا میں اس کا اقرار واثبات کفر وشرک تھا اور اس کے لیے قائلین کی فہمائش ضروری تھی مگر حدیث شریف سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہی گاؤ جو پہلے گا رہی تھیں ــــــ اور کوئی نصیحت وفہمائش نہ فرمائی۔

(د) شادی بیاہ کے موقعوں پر گانے وغیرہ کا ایک ماحول ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادِ گرامی سے ماحول کی شگفتگی اور بے تکلفی کو برقرار رکھا اور اس کی پوری پوری رعایت فرمائی۔ ہر کلام کا ایک محل ہوتا ہے ــــــ آپ شادی کی محفل کو شادی کی محفل ہی رکھنا چاہتے تھے، نعت کی مجلس نہیں۔ یہ آپ کا انکسار تھا۔

چھٹی عبارت :-

سب کاموں کے مختار کا نام "اللہ" ہے اور جس کا نام محمد یا "علی" ہے اُس کو کسی بات کا اختیار نہیں۔ [1]

---

[1] اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۵۱

اللہ نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے اختیار نہیں کیا مگر اپنا دل چاہا تو بیک جنبشِ قلم بے اختیار بنا دیا اور اس طرح نہایت بے باکی سے خدا کے اختیار کو بھی اپنے اختیار میں لے لیا ـــــ جو اندازِ گفتار مولوی اسمٰعیل نے اختیار کیا ہے یہ انداز تو قرآنِ کریم میں بھی نظر نہیں آتا۔

یہاں یہ امر باعثِ تعجب ہوگا کہ مولوی اسمٰعیل جس اختیار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں ثابت نہیں مانتے وُہی اختیار جامع تقویۃ الایمان، مولوی اسمٰعیل میں ثابت کر رہے ہیں، جس کا حوالہ اُوپر دیا جا چکا ہے ـــــ خود قرآن کہتا ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے سُلا دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے اُٹھا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سوتے سوتے اُٹھا لیتا ہے ـــــ تو سونا اور سونے کے بعد جاگنا تو اللہ کے اختیار میں ہے، مگر مولوی اسمٰعیل میں اس اختیار کو ثابت کیا گیا ہے۔ اس طرح وُہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اختیار و اقتدار میں سبقت لے گئے۔ (معاذ اللہ)

اس اقتباس میں ایک اور بات نہایت افسوس ناک نظر آتی ہے کہ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ درُود و سلام سے اجتناب کیا گیا، کم از کم یہ بات ایک مُسلمان عالم سے متوقع نہیں۔ بلکہ یہ حقیقت مزید حیرت ناک ہے کہ پیشِ نظر پُوری تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان میں نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ درُود و سلام نہیں حتیٰ کہ اگر حدیث میں ہے تو ترجمہ میں نہیں اور ہے تو مجمل و مختصر، صرف اشارہ ـــــ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ یہ تنگ دِلی ایک معمولی مُسلمان کو بھی زیب نہیں دیتی چہ جائیکہ وُہ حضرات جو مُرشد و مصلح بن کر سامنے آئیں۔

نہ معلوم یہ کاتب کی غلطی ہے یا مصنّف کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و اقتدار کا اندازہ تو بہت سی آیات و احادیث سے ہوتا ہے ـــــ صرف یہی ایک آیت کافی ہے جو بتا رہی ہے کہ نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحبِ اختیار و اقتدار ہیں بلکہ طلب کرنے والے آپ کے وسیلے سے اختیار و اقتدار طلب کیا کرتے تھے ـــــ غور فرمائیں :-

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ [1]

(ترجمہ) آپ کی تشریف آوری سے قبل (یہودی) آپ کے وسیلے سے کافروں پر فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے ۔

اَب احادیث کی روشنی میں اِختیار و اقتدار کا منظر ملاحظہ فرمائیں :۔

(ا) اعطیت الکنزین الاحمر والابیض [2]

(ترجمہ) سرخ و سپید خزانے مجھے عطا کر دیئے گئے ہیں ۔

(ب) لوشئت لسارت معی جبال الذھب [3]

(ترجمہ) اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے ۔

الغرض بہت سی آیات و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور نبیوں کو بے اِختیار نہیں بنایا ——— نبوت و رسالت خود اِختیار و اِقتدار کی غماز ہے جس طرح حکومت و سیاست میں خلافت ۔

ساتویں عبارت

معلوم ہوا کہ انسان کتنا ہی ڈھیٹ بن جائے ، کتنے ہی گناہوں میں ڈوب جائے ، سرتاپا بے حیا بن جائے ، پرایا مال ڈکارنے میں عار نہ سمجھے اور بُرائی اور بھلائی میں تمیز نہ کرے مگر پھر بھی شرک کرنے سے اور غیر اللہ کو ماننے سے بہتر ہے ۔ [4]

---

[1] القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ ، ۸۹

[2] محمد ابو عبداللہ ولی الدین : مشکوٰۃ المصابیح ، ص ۵۱۲

[3]

[4] اسمٰعیل دہلوی : تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان ، مطبوعہ لاہور ، ص ۵۶

اس اقتباس میں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنے گنہ گار پیروؤں کی خوب مدافعت فرمائی ہے
اور گنہ گاروں کی تقریباً ساری اقسام گِنا دی ہیں، یقیناً یہ اقتباس ان کے متبعین کے لیئے وجہِ
سکون و طمانیت ہوگا ——— غیر اللہ سے مدد لینے والا اور اس حدیث پاک پر عمل کرنے والا
یا عباد اللہ اعینونی ایسا مشرک ہے، زمانے بھر کے گنہ گار جس کے پاسنگ بھی نہیں ———
پھر اس اقتباس میں غیر اللہ سے استعانت کا ذکر نہیں بلکہ "ماننے" کا ذکر ہے اور غیر اللہ کو
مانے بغیر انسان مسلمان ہوتا نہیں ——— اور یہاں فرما رہے ہیں کہ ماننے سے مشرک
ہوتا ہے ——— خدا جانے رواردی میں ایسی بات کیوں لکھ دی جو اُن کے اپنے
عقیدے میں داخل نہیں یعنی رسولوں اور فرشتوں کو ماننا جو غیر اللہ ہی ہیں۔

یہاں جملۂ معترضہ کے طور پر ایک واقعہ نقل کرتا چلوں ——— مولوی اسمٰعیل کے مؤیدین
اور متبعین کی مساجد میں خطبۂ جمعہ سے قبل اور خطبۂ جمعہ میں خطباء و ائمہ کا موضوع کفر و شرک
ہی رہتا ہے ——— ضلع تھرپارکر (سندھ) میں شہر مٹھی میں راقم نے تین سال گزارے
——— وہاں جامع مسجد میں خطیب صاحب ہر جمعہ مسلسل کفر و شرک پر بولتے رہے!
جب تیسرے جمعہ بھی یہی تقریر فرمائی تو نمازِ جمعہ کے بعد خلوت و تنہائی میں راقم نے دریافت
کیا کہ مسجد میں نمازی مسلمان تھے یا کافر و مشرک؟ ——— اُنھوں نے فرمایا کہ "مسلمان"!
——— راقم نے عرض کیا مگر مسلسل تین جمعوں سے تو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ آپ
مجمعِ کفار و مشرکین میں تقریر فرما رہے ہیں ——— اس پر وہ نادم ہوتے اور آئندہ جمعہ
سے مغضوبوں کے بجائے محبوبوں کا ذکر کرنے لگے۔ قرآن میں کفار و مشرکین کا اس لیئے ذکر
ہے کہ جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو اس کے اوّلین مخاطب یہی لوگ تھے، اب ان آیات کو
مسلمانوں پر چسپاں کرنا کھلی خیانت اور دیدہ دلیری ہے۔

... صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و اقتدار کی بات چل نکلی تو یہ عرض کرتا چلوں کہ جب
[illegible] ... وعمل ہے

یہ گواہی دے رہے ہیں کہ جب ان کے اختیار کا یہ عالم ہے تو اُس کے اختیار کا کیا عالم ہو گا جو مختارِ مطلق ہے! ـــــ وُہ مظہرِ صفاتِ الٰہیہ ہیں۔ ان کی ذاتِ قدسی ہر صفت کی جلوہ گاہ ہے ـــــ صفات کا اقرار، ذات کے اقرار کے لئے لازمی ہے ـــــ جو صفات سے انکار کرتا ہے اُس کی رسائی ذات تک نہیں ہو سکتی ـــــ جب یہ کہا جائے کہ اقتدارِ اعلیٰ صدرِ مملکت کے پاس ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مملکت کے سارے وزیر و امیر بے دست و پا ہیں۔ بلکہ اقتدارِ اعلیٰ کا ایک مرکز پر مرکوز ہونا اس بات کی روشن علامت ہے کہ مملکت میں صاحبِ اختیار و اقتدار حضرات بھی موجود ہیں، یہاں ـــــ طوائف الملوکی نہیں ـــــ ایک نظامِ حکومت ہے ـــــ جو حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے اختیاری کی بات کرتے ہیں اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی آیات و احادیث تلاش کرتے ہیں، اُن کو اپنے عمل پر نظرِ ثانی کرنی چاہئیے اور یہ دیکھنا چاہئیے کہ وُہ کیا کر رہے ہیں؟ ـــــ ایک مسلمان کو یہی کرنا چاہئیے؟ ـــــ کیا خاروں میں گُل تلاش کئے جاتے ہیں یا گُلوں میں خار؟

ابُو داؤد شریف میں یہ حدیث ہے کہ ایک دیہاتی صحابی دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہُوئے اور دُعا کی درخواست کرتے ہُوئے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کو شفیع بنانا چاہتے ہیں ـــــ آپ نے ازراہِ انکسار ارشاد فرمایا:۔

"اللہ پاک کسی سے سفارش نہیں کراتا۔"[1]

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے رہے۔ اور مجمع صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر ایک رُوحانی کیفیت طاری ہو گئی ـــــ مگر مولوی اسمٰعیل نے اس کیفیت کو نہایت مہیب شکل میں پیش کیا ہے۔ وُہ لکھتے ہیں:۔

---

[1] اسمٰعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۷

سٹ

آٹھویں عبارت

سُبحان اللہ! اور تمام انسانوں میں سے افضل انسان، محبوبِ خدا احمد مجتبےٰ محمد رسُول صلعم (کذا) کی تو یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے مُنہ سے ایک نامعقُول بات نکل گئی[1] تو آپ کے دہشت کے مارے ہوش اُڑ گئے[2]

اِس موقع پر مولوی اسمٰعیل خلافِ معمُول حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی جناب میں ادب و احترام سے پیش آتے ہیں اور یہ غالباً اِس لئے کہ جو تلخ بات وُہ کہنا چاہتے ہیں، نہ کھٹکے ـــــــ مگر حسبِ معمول دُرود و سلام بھُول گئے اور اشارہ پر ہی اکتفا کیا، بہرکیف اِس اندازِ بیان کو علمِ معانی و بیان میں تاکید الذم بما یشبہ المدح کہہ سکتے ہیں یعنی مذمت کی تاکید ایسے الفاظ کے ذریعہ کرنا جو بظاہر مدح معلوم ہوتے ہوں۔

حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو عالمِ ظاہر میں شفیع بنانا مولوی اسمٰعیل کو اچھا معلوم نہیں ہوتا حالانکہ حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم نہ صرف عالمِ ظاہر بلکہ عالمِ آخرت میں بھی گنہ گاروں کے شفیع ہیں ـــــــ یہ ڈھکی چھپی بات نہیں، بالکل ظاہر و باہر ہے ـــــــ عالمِ ظاہر میں شفاعت پر تو یہی ایک آیت کافی ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ

---

[1] معاذ اللہ حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم کو شفیع بنانا ایک "نامعقول بات" ہے۔ خود قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ (بنی اسرائیل: ۷۹) یہاں مقامِ محمود سے مراد شفاعت ہی ہے۔ اس کے علاوہ آیتِ مذکورہ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ الخ اِسی حقیقت پر دلالت کرتی ہے۔ مسعُود

[2] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۴۷

الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ؀[1]

(ترجمہ) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول اُن کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

ایک حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عظمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اذا کان یوم القیٰمة کنت امام النبیین وخطیبهم وشفاعتهم غیر فخر۔[2]

(ترجمہ) قیامت کے دن میں انبیاء کا امام اور خطیب اور اُن کا صاحب شفاعت ہوں گا اور یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔

ان تمام حقائق کے باوجود مولوی اسمٰعیل نے اپنے مطلب کی بات نکالی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کام کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور شفیع بنانا "نامعقول بات" ہے۔ (معاذ اللہ) ———

پھر اگر نامعقول بات ہے تو ہوش اُس کے اُڑنے چاہئیں جو نامعقول بات کہے ———

سُننے والے کے ہوش اُڑنا عجیب بات ہے اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوش ———

قلب مسلم یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ الفاظ استعمال کرنا کہ:۔

"دہشت کے مارے ہوش اُڑ گئے"

انتہا درجہ کی بے باکی اور گستاخی نہیں ——— حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوش تو اُس وقت بھی قائم رہیں گے جب قیامت کی دہشت سے سب کے دل دہل رہے ہوں گے اور سب حیران و

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ النساء ۶۴

[2] (الف) امام محمد بن عیسٰی: ترمذی شریف، جلد دوم، ص ۲۰۱

(ب) جلال الدین سیوطی: خصائص الکبریٰ، جلد دوم فیصل آباد، ص ۲۲۴

پریشان ہوں گے ——— آپ ہی دربارِ الٰہی میں سب سے پہلے حاضر ہوں گے۔

قرآن حکیم میں جہاں حضرت موسٰی علیہ السّلام کے متعلق یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب پہاڑ پر تجلیاں جلوہ ریز ہوئیں تو اس کی تاب نہ لاکر پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا اور حضرت موسٰی علیہ السّلام بے ہوش ہوگئے ؎

موسٰی ز ہوش رفت بیک پرتوِ صفات
تو عینِ ذات می نگری در تبسّمی

اسی قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے لیے فرمایا جا رہا ہے کہ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی[1] آپ نے پروردگار کی بڑی بڑی تجلّیاں اور نشانیاں دیکھیں مگر مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی[2] بے ہوش ہونا تو بہت دُور کی بات ہے آپ نے تو آنکھ بھی نہ جھپکی اور نظر بھی نہ بہکی ———

حیرت کی بات یہ ہے کہ جس صفحے پر مولوی اسمٰعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے لیے ناشائستہ کلمات لکھے ہیں اسی صفحے پر یہ شعر بھی لکھا ہے ؎

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

اللہ اللہ! توفیقِ ادب کی التجا ہے اور بے ادبی ہوتی جا رہی ہے، سچ ہے ع

بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

نویں عبارت

ایک حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:-

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ النجم، ۱۸

[2] القرآن الحکیم، سورۃ النجم، ۱۷

یوں نہ کہو جو اللہ نے چاہا اور محمدؐ نے چاہا بلکہ یوں کہو جس کو اللہ وحدہٗ لاشریک نے چاہا۔ [۱]

یہ کلمات ناتمام نقل کیئے۔ اصل الفاظ یہ ہیں :-

لا تقولوا ما شاء اللّٰہ وشاء فلان ولکن قولوا ما شآء اللّٰہ ثم شآء فلان۔ [۲]

(ترجمہ) یہ نہ کہو جو اللہ نے چاہا اور فلاں نے چاہا بلکہ یوں کہو جو اللہ نے چاہا پھر فلاں نے چاہا۔

اس حدیث شریف میں حضور تو حضور، غیر کی چاہت سے بھی اعراض نہیں کیا گیا مگر چاہنے کا سلیقہ بتادیا۔ مگر مولوی اسمٰعیل دہلوی نے حدیث شریف کا وہ حصہ نقل کر کے جس سے ان کی مزعومہ بات ثابت ہوتی تھی یہ نتیجہ اخذ کیا :-

دسویں عبارت

یعنی شانِ الوہیت میں کسی مخلوق کو دخل نہیں، خواہ وہ کتنا ہی بڑا اور کیسا ہی مقرب کیوں نہ ہو مثلاً یوں نہ کہا جائے کہ اللہ اور رسول چاہے گا تو کام ہو جائے گا کیونکہ دنیا کا سارا کاروبار اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ [۳]

تحویلِ قبلہ کا واقعہ رسول علیہ السلام کی چاہت کا ایک ادنیٰ معجزہ ہے۔ ایک چہرے کے پھرنے سے سارے عالم کے چہرے پھر گئے ——— یہ کوئی معمولی بات ہے ؟ ———

---

[۱] اسمٰعیل دہلوی : تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۹

[۲] قطب الدین خان : مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف، جلد اول، لاہور، ص ۵۱۰

[۳] اسمٰعیل دہلوی : تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۹

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ[1]

(ترجمہ) ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف مُنہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اُس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ ابھی اپنا مُنہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اس طرف کرو۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

اے زہے شانِ عبدیت تری　　　　تو جدھر ہے اُدھر خدائی ہے

ایک دُوسری آیت میں اِس چاہت کی مزید تشریح کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ[2]

(ترجمہ و تفہیم) جس قبلے کی طرف تمہاری نگاہِ کرم تھی ہم نے اُس کو اِس لیے قبلہ بنایا کہ یہ اعلانیہ ظاہر ہو جائے کہ کون تمہاری چاہت کا پاس و لحاظ رکھتے ہُوئے تمہاری پیروی کرتا ہے اور کون اس چاہت کو ٹھکرا کر اُلٹے پاؤں پھرتا ہے۔

کیا خوب کہا ہے ؏

کعبہ کا کعبہ رُوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت کو جس نے ٹھکرایا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور وُہ مردود ٹھہرا۔ اسی لیے خلیفہ ہارون الرشید کے دستر خوان پر جب کدو پک کر آیا۔ ایک صاحب نے کہا کہ

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ البقرہ، ۱۴۴

[2] القرآن الحکیم، سورۃ البقرہ، ۱۴۳

"کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو پسند تھا" دُوسرے صاحب نے کہا "لیکن مجھے پسند نہیں" ——— اس کا اِتنا کہنا تھا کہ امام ابُویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے سر قلم کرنے کے لیئے تلوار کھینچ لی اور جب تک اُس نے توبہ نہ کر لی، اُس کو نہ چھوڑا ——— محبت کے معاملے بہت نازک ہوتے ہیں۔ محبت جیسی کوئی چیز نازک نہیں ——— اسی لیئے کہا ہے ؎

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اِس کارگہِ شیشہ گری کا

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی چاہت کی کیا بات، اِرشاد ہوتا ہے :-

لو شئت لاجری اللہ معی جبال الذھب والفضۃ [1]

مَیں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے۔

اللہ اکبر! چاہت کی یہ شان اور پھر بھی مولوی اسمٰعیل دہلوی یہ فرمائیں :-

"رسُول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔" [2] (معاذاللہ)

گیارھویں عبارت

مسندِ احمد کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں ایک اُونٹ آیا اور اس نے آپ کو سجدہ کیا، یہ دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آرزوئے سجدہ کا اظہار کیا۔ اِس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :-

"اپنے رب کی عبادت کرو۔ اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔" [1]

اِس حدیث شریف سے مترشح ہوتا ہے کہ سجدہ رب تعالیٰ کے لیئے مخصوص ہے۔ البتہ بزرگوں کی عزت اور اِحترام لازم ہے ——— حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ازراہِ انکسار فرمایا:

---

[1] جلال الدین سیوطی: خصائص الکبریٰ، جلد دوم، مطبوعہ فیصل آباد، ص ۱۹۵

[2] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۴۹

"اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔"

مولوی اسمٰعیل نے حسب معمول ان منکسرانہ الفاظ کو حقیقت پر محمول کر کے جو نتیجہ نکالا وُہ یہ ہے :-

بارھویں عبارت

یعنی تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، جو بہت بزرگ ہو وُہ بڑا بھائی ہے۔ اُس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کرو، باقی سب کا مالک اللہ ہے عبادت اسی کی کرنی چاہیئے۔ معلوم ہوا کہ جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں خواہ انبیاء ہوں، اولیاء ہوں، وُہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر حق تعالیٰ نے اُنھیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہوئے۔[1]

حدیث شریف میں صرف "بھائی" کا ذکر ہے، چھوٹے بڑے کا نہیں مولوی اسمٰعیل نے لفظ "بھائی" کو حقیقت پر محمول کر کے اس کی تقسیم کی اور "چھوٹے بڑے بھائی" کا بزعم خود تعین کیا، ـــــــ اس کے علاوہ حدیث شریف میں "بے بسی" کا کوئی ذکر نہیں لیکن چونکہ مولوی اسمٰعیل انبیاء و اولیاء کو بے بس دیکھنا چاہتے ہیں اس لیئے یہ بات اپنے دل سے نکال لی۔ مولوی اسمٰعیل کی تشریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ وُہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ سے زیادہ "بڑے بھائی" کا درجہ دینے کے لیئے تیار ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ قرآن حکیم بھائی تو بھائی آپ کو باپ کہنے کی بھی ممانعت کر رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ[2]

---

[1] اسمٰعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان۔ ص ۱۰۔

[2] القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب ۳۳/۴۰

(ترجمہ) محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسُول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

بلکہ اس سے بھی زیادہ :-

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّہٰتُہُمْ [1]

(ترجمہ) یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

جو رسُولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم باپ سے زیادہ عزیز ہو اور جان سے زیادہ مالک و محبوب ہو اُس کو "بڑا بھائی" کہنا کس قدر جرأت و بے باکی کی بات ہے۔

تذکیر الاخوان مولوی اسمٰعیل سے منسُوب کی جاتی ہے اس میں سُورۃ الحجرات کی ایک آیت کی تشریح کرتے ہُوئے لکھتے ہیں :-

تیرھویں عبارت

یعنی طاقتور مسلمان "بڑا بھائی" اور کمزور مسلمان "چھوٹا بھائی" ہے۔ اور غیر مسلم بھائی ہے ہی نہیں۔ پھر بادشاہ ہو یا امیر، حاکم ہو یا وزیر، مولوی ہو یا مفتی، مشائخ ہو یا پیر اور امیر یا فقیر بھائی سے زیادہ کسی کی حقیقت نہیں جب مسلمان کے لئے یہ بات ہے تو کافروں کو تو گدھوں، کُتوں یا چُوڑے چماروں کی طرح سمجھنا چاہیئے۔ [2]

اس اقتباس سے تو یہ معلوم ہوا کہ انبیاء و صلحاء "بڑے بھائی" بھی نہیں بلکہ "چھوٹے بھائی" ہیں کیونکہ مولوی اسمٰعیل کے نزدیک وُہ کمزور ہیں اور معاذ اللہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے

---

[1] القرآن الحکیم، سُورۃ الاحزاب، ۶

[2] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبُوعہ لاہور، ص ۲۶۸

—— اگر ان اقتباسات پر زیادہ غور و فکر فرمائیں تو اذیت حقائق سامنے آتے ہیں۔
پچھلے بہت سے اقتباسات میں انبیاء و اولیاء کو اللہ کی شان کے آگے (معاذ اللہ) چمار ہی نہیں چمار سے زیادہ ذلیل کہہ آئے ہیں اور اب یہ کہہ رہے ہیں کہ کافروں کو چوڑے، چماروں کی طرح سمجھنا چاہیے، تو معاذ اللہ کفار و مشرکین، انبیاء و اولیاء سے ایک درجہ اوپر ہوئے۔ کیوں کہ کفار چمار کی طرح اور وہ معاذ اللہ چمار سے زیادہ ذلیل —— اور بقول مولوی اسمٰعیل، کافر بھائی ہے ہی نہیں تو معاذ اللہ جو ان سے نیچے درجے پر ہو اوہ کیسے بھائی ہوا؟ —— اس قسم کا اظہارِ خیال تو دورِ جدید کے کسی غیر مسلم نے بھی نہ کیا —— ان کلمات کو سن کر غیر مسلموں کے سامنے ہماری نگاہیں جھک جاتی ہیں —— افسوس صد افسوس یہ کیا لکھ دیا!

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ تو یہ فرماتے ہیں:۔

ان اللہ فضل محمدا علی الانبیاء وعلی اھل السماء۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمان والوں اور کل نبیوں پر فضیلت دی۔

اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں:۔

انا اکرم الاولین والاٰخرین علی اللہ ولا فخر۔ [2]

میں اللہ کے نزدیک اولین و آخرین سے بہتر ہوں اور یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔

اور قرآنِ حکیم نے جو آپ سے اُلفت و محبت کا معیار رکھا ہے، وہ ہرگز معاشرے کے کسی "بڑے بھائی" کے لئے نہیں رکھا جاتا، غور کرو، خوب غور کرو —— ارشاد ہوتا ہے:۔

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَاۗؤُکُمْ الخ [3]

---

[1] محمد ابو عبد اللہ ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح: باب فضائل سید المرسلین فصل ثالث مطبوعہ دہلی

[2] ایضاً، ص ۵۱۴

[3] القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۲۴ (یہ آیت پیچھے آچکی ہے)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔ الخ

اور اس آیت کی تشریح و تفسیر مزید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے :-

لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین [1]

(ترجمہ) تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اور ایک اور حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے کہ ایمان کی حلاوت اس کو ملے گی۔

من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما۔ [2]

(ترجمہ) جس شخص کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول تمام ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔

یقیناً یہ کوئی عظیم شخصیت ہے جس سے محبت کے لیئے اس قدر فدا کارانہ اور جانثارانہ جذبے کی ضرورت ہے ——— ہاں یہ اتنی عظیم ہے جس کا تعارف خود خدا کرا رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

ولقد خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتك ومنزلتك لولاك ماخلقت الدنیا۔ [3]

(ترجمہ) میں نے دنیا اور مخلوقات دنیا اس لیئے بنائی کہ میری بارگاہ میں جو تمہاری عزت و

---

[1] محمد بن اسمٰعیل بخاری، بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۸، حدیث ۱۴

[2] بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۱۴، حدیث ۲

[3] احمد زینی ابن دحلان مکی: السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ، علی حاشیہ سیرت الحلبیہ، بیروت، ص ۷ (بروایت ابن عساکر)

منزلت ہے ان پر ظاہر کردوں، اگر تم نہ ہوتے تو میں دُنیا نہ بناتا۔

غور کرو، دُنیا دار العمل ہے اَور آخرت دار الجزاء ــــــ دار الجزاء کا دار و مدار دار العمل پر ہے جب دار العمل ہی نہیں تو دار الجزاء کیسا، اِس حدیث کا اب یہ ترجمہ ہوگا کہ اگر تم نہ ہوتے تو میں دُنیا و آخرت پیدا نہ کرتا۔ چنانچہ ایک دُوسری حدیث میں ہے:۔

لولا محمد ما خلقتك ولا ارضاً ولا سماءً۔ [1]

(ترجمہ) (اَے آدم) اگر محمّد (صلی اللہ علیہ وسلّم) نہ ہوتے تو نہ میں تجھے پیدا کرتا اَور نہ آسمان و زمین کو بناتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلالِ رسالت لِیے ہُوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں:۔

ا۔ یا عمر أتدری من أنا؟ انا الذی بعثنی اللّٰہ فی التوراۃ لموسیٰؑ و فی الانجیل لعیسیٰؑ و فی الزبور لداؤدؑ ولا فخر [2]

(ترجمہ) اَے عُمر تم جانتے ہو کہ مَیں کون ہُوں؟ ــــــ مَیں وُہ ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے مُوسیٰؑ کے لِیے تورات میں مبعُوث فرمایا، عیسیٰؑ کے لِیے انجیل میں اَور داؤدؑ کے لِیے زبُور میں مبعُوث فرمایا ــــــ اَور اِس پر مجھے کوئی غرُور نہیں۔

ب۔ یا عمر أتدری من أنا؟ أنا اسمی فی التوراۃ أحید و فی الانجیل البارقلیط و فی الزبور حمیاطا و فی صحف ابراھیمؑ طاب طاب [3]

(ترجمہ) اَے عُمر! تم کو معلوم ہے کہ مَیں کون ہُوں؟ ــــــ مَیں وُہ ہُوں

---

[1] احمد زینی الدحلان مکی: السیرۃ النبویۃ و الآثار المحمدیہ: علیٰ حاشیہ سیرت الحلبیہ، بیروت، ص ۵

[2،3] علی بن برہان الدین الحلبی: سیرتِ حلبیہ، مطبوعہ مصر، ص ۲۳۳

جس کا نام توراۃ میں "احید" ہے اور انجیل میں "بارقلیط" ہے، زبور میں "حمیاطا" ہے اور صحفِ ابراہیم میں "طاب طاب"۔

کیا ایسی عزت والے اور ایسی منزلت والے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے یہ خیال بھی کیا جاسکتا ہے کہ وہ ہمارے "بڑے بھائی" کی طرح ہیں اور اللہ کے بے بس بندے ہیں؟ ——————

ہرگز نہیں ہرگز نہیں: —————— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کا عالم اِس آیتِ شریفہ سے ظاہر باہر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝ [1]

(ترجمہ) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اللہ اور رسول کے دیئے پر راضی ہوتے اور کہتے خدا کافی ہے۔ اب ہمیں دے اللہ و رسول اپنے فضل سے، ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

مولوی اسمٰعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور رب تعالیٰ کے درمیان جو حدِ فاصل کھینچی ہے خود رب تعالیٰ نے اس کو مٹا دیا اور اپنے ساتھ اپنے محبوب کا ذکر کر کے اِس خیال کو باطل کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سامنے بے بس ہیں —————— بلکہ اس کی معیتِ کاملہ میں مختار ہیں۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے:۔

انه كان فقيرا فاغناه الله ورسوله۔ [2]

(ترجمہ) (ابن جمیل) فقیر تھا، اللہ اور اس کے رسول نے اُس کو غنی کر دیا۔

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ التوبۃ، ۵۹

[2] محمد بن اسمٰعیل البخاری: صحیح البخاری، جلد اوّل۔ باب قول اللہ تعالیٰ و فی الرقاب والغارمین، مطبوعہ قصور، ص ۱۹۸

دُ: بےبس کیسے ہو سکتا ہے جو دُوسروں کو بھی غنی بنادے ــــــــــــ ذرا غور تو کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو "بڑا بھائی" کہنے میں مذہبی اور رُوحانی خطرات تو ہیں ہی مگر اس میں بہت سے نفسیاتی اور سیاسی خطرات بھی ہیں۔

ہر انقلاب برپا کرنے کے لیے کسی نہ کسی شخصیت سے ایسی جیبید گی اور پیوستگی ضروری ہے جس سے فدا کاری اور جاں نثاری کے تمام عناصر موجود ہوں۔ اگر یہ والہانہ تعلق نہیں تو کوئی انقلاب برپا نہیں ہو سکتا ــــــــــــ تاریخِ عالم پر نظر ڈالیے، آپ کو یہی کچھ دکھائی دے گا ــــــــــــ گذشتہ نصف صدی میں ہندوستان، پاکستان، روس، چین، ویت نام وغیرہ میں ایسی شخصیتیں اُبھریں قوم نے جن سے اپنے فداکارانہ تعلق کا مظاہرہ کیا اور انقلابات آئے ــــــــــــ تو جب علاقائی انقلابات کے لیے قوم کا شخصیتوں سے ایسا والہانہ تعلق ضروری ہے تو غور کریں کہ جس ذاتِ قدسی نے سارے عالم کو متاثر کیا اور ایک عظیم انقلاب برپا کیا اُس سے کس کمال کی پیوستگی ضروری ہے یا نہیں؟ ــــــــــــ دُنیا میں اسلامی انقلاب کا سب سے بڑا محرک حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے ملّتِ اسلامیہ کا یہی جاں نثارانہ تعلق ہے جو مطلوب و مقصودِ قرآن ہے ــــــــــــ

مولوی اسمٰعیل نے تقریباً ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء کے لگ بھگ "بڑے بھائی" کا نعرہ لگایا اور اس تعلق کو کمزور کیا جو سیاسی قوّت کی جان ہے تو کیا ہوا؟ ــــــــــــ بالا کوٹ میں شکست ہوئی، پھر سقوطِ دہلی کا سانحہ پیش آیا اور عملاً ہندوستان ہاتھ سے چلا گیا۔ سلطنتِ عثمانیہ پر زوال آیا ــــــــــــ الغرض اس نعرے نے اسلامی ساکھ پر ضرب کاری لگائی ــــــــــــ اور جب وہی قرآنی نعرہ لگایا گیا اور سب کو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے قدموں کی طرف بلایا تو دُنیا نے دیکھا کہ سینۂ گیتی پر ایک عظیم سلطنت پاکستان اُبھر رہی تھی اور جب اس جذبۂ عشق کو دبا دیا تو یہی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور ایک ہمہ گیر انتشار پیدا ہو گیا جو اُسی وقت ختم ہوا جب غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم سینہ سپر ہو کر میدان میں آئے اور پھر دُنیا نے دیکھا کہ ایک تعمیری انقلاب آیا ــــــــــــ تو ان تمام شواہد کو سامنے رکھتے ہوئے دل خود بخود گواہی دیتا ہے کہ سیاست و حکومت کی بقا اور استحکام کے لیے بھی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ اور جاں نثارانہ عشق و محبت لازمی ہے۔ ع

دہر میں اسمِ محمد سے اُجالا کر دے

چودھویں عبارت

بخاری شریف اور مسلم شریف کی ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہِ انکسار فرمایا:۔

میں تو محض اُس کا بندہ ہی ہوں، تم مجھے اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول کہو۔[1]

مولوی اسمٰعیل نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے:۔

مگر بشر رسول بن کر بھی بشر ہی رہتا ہے، بندہ ہونا ہی اُس کے لئے سبب فخر ہے۔ نبی بن کر بشر میں خدائی شان نہیں آجاتی اور خدا کی ذات میں نہیں مل جاتا، بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔[2]

یہ بات مولوی اسمٰعیل کو خدا سے کہنی چاہیئے کہ "بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو" کیونکہ خدا نے قرآنِ کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جس معیت و محبت کا اظہار فرمایا ہے اس کو دیکھ کر تو یہ شعر زبان پر آتا ہے ؎

تم ذاتِ خدا سے نہ جُدا ہو، نہ خُدا ہو
اللہ ہی کو معلوم ہے، تم کون ہو، کیا ہو؟

ایک حدیث شریف میں خود ارشاد فرمایا کہ "یا ابابکر والذی بعثنی بالحق لم یعلمنی حقیقۃً غیر ربی" اے ابوبکر! قسم ہے اُس کی جس نے سچائی کے ساتھ مجھے بھیجا میری حقیقت سوائے میرے پروردگار کے کسی نے نہ جانی ——— ہم کون اُن کے مقام کا تعین کرنے والے! ——— خداوند تعالیٰ نے اپنی اور اپنے حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۷۳

[2] ایضاً، ص ۷۳

[3] محمد المہدی الفاسی: مطالع المسرات، فیصل آباد، ص ۱۲۹

محبت کے لیے دوہرا معیار نہیں رکھا، ایک ہی معیار رکھا ـــــــ بشر کو بشر کے مقام پر رکھنے کا تقاضا یہ تھا کہ خدا اور بندے کے لیے محبت کے الگ الگ معیار ہوتے، لیکن نہیں، ایسا نہیں کیا گیا، ـــــــ بلکہ قرآنِ کریم میں جہاں اپنی محبت کو دُنیا جہان کی محبت سے بالاتر رکھنے کا حکم دیا وہاں یہی حکم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی دیا اور اپنی محبت کی طرح آپ کی محبت کو بھی دُنیا جہان کی محبت سے بالاتر قرار دیا اور صاف صاف فرما دیا کہ اگر تم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسی محبت نہیں کر سکتے تو عذابِ الٰہی کا اِنتظار کرو۔

یہ جو مولوی اسمٰعیل نے کہا کہ بندہ ہونا ہی اس کے لیے سببِ فخر ہے ـــــــ یہ غور نہ فرمایا کہ بندے تو ہم بھی ہیں، یہ فخر تو ہم سب کو حاصل ہے۔ پھر نبی اور رسول کا اِمتیاز کیا ہے؟ ـــــــ کم از کم اقبالؔ والی بات کہہ دی ہوتی ـــــــ وہ کہتا ہے کہ بندے تو سب ہی ہیں مگر "بندہ" ہونے اور "اُس کا بندہ" ہونے میں بڑا فرق ہے۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ۔ [۱]

(ترجمہ) پاک اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔

فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِهٖ۔ [۲]

(ترجمہ) پس وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

سُبحان اللہ، سُبحان اللہ! ہاں ؎

عبد دیگر، عبدہٗ چیزے دگر
ما سراپا انتظار، اُو منتظر (اقبالؔ)

وُہ کہتا ہے کہ ہم جیسے بندوں کا تو حال یہ ہے کہ ہم رحمتِ باری کا اِنتظار کر رہے ہیں اور اُن کا حال یہ ہے کہ رحمتِ باری اُن کا اِنتظار کر رہی ہے۔ ـــــــ سُبحان اللہ!

---

[۱] القرآن الحکیم، سورۃ بنی اسرائیل، ۱

[۲] القرآن الحکیم، سورۃ النجم، ۱۰

اِنتظار کا عالم یہ ہے کہ اِرشاد ہو رہا ہے :۔

ان الجنۃ حرام علی الانبیاء حتی تدخلھا یا محمد
وعلی الامم حتی تدخلھا امتک۔ [1]

(ترجمہ) اے محمّد جب تک جنّت میں آپ داخل نہ ہوں گے تمام نبیوں پر جنّت کا داخلہ قطعاً بند رہے گا اور جب تک آپ کی اُمّت جنّت میں داخل نہ ہو جائے گی، ساری اُمتوں کا داخلہ بند رہے گا۔

مولوی اِسمٰعیل نے کہا کہ "بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو" "خُدا سے نہ ملاؤ"! ــــــ مگر قرآنِ حکیم جگہ جگہ کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا سے ملا رہا ہے ــــــ سُنو :۔

(ا) اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔ [2]

(ترجمہ) اللہ اور اُس کے رسُول نے اپنے فضل سے اُنھیں غنی کر دیا۔

(ب) وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ [3]

(ترجمہ) اور کیا اچھا ہوتا اگر وُہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اُس کے رسُول نے اُن کو دیا۔

(ج) اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ [4]

(ترجمہ) بے شک اللہ اور اُس کا رسُول تمہارا مددگار ہے۔

بہت سی آیات ہیں، کہاں تک عرض کیا جائے ــــــ ہاں ایک حدیث پاک

---

[1] علی بن بُرہان الدین الحلبی: سیرتِ حلبیہ، مطبوعہ مِصر، ص ۴۳۲

[2] القرآن الحکیم، سُورۃ التوبہ، ۷۴

[3] القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۵۹

[4] القرآن الحکیم، سورۃ المآئدۃ، ۵۵

ضرور سماعت فرمائیں، جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بلندی پر پہنچا یا کہ عقل کے پر جل گئے ـــــــ سُنیئے :-

ان محمدا یوم القیامۃ علی کرسی الرب بین یدی الرب[1]

(ترجمہ) بے شک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اپنے رب کے حضور اُس کی کُرسی پر جلوہ افروز ہوں گے۔

اَب کس کی جرأت ہے جو خُدا سے یہ کہے کہ تُو نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سامنے اپنی کُرسی پر کیوں بٹھایا، یہ تو بشر ہیں، ان کو بشر ہی کے مقام پر رکھ ؟

پندرھویں عبارت

ایک حدیث پاک کی تشریح کرتے ہُوئے مولوی اسمٰعیل لکھتے ہیں :-

پہلے معنی کے لحاظ سے ایک چیونٹی کا سردار بھی آپ کو نہ ماناجائے کیونکہ آپ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرف کے مختار نہیں۔[2]

ایسے الفاظ لکھتے ہُوئے دِل لرزتا ہے اور قلم کانپتا ہے نہ معلوم مولوی اسمٰعیل نے کس دِل سے یہ باتیں لکھ دیں !ــــــــ

حدیث شریف میں آتا ہے :-

اعطیت الکنزین الاحمر والابیض۔[3]

(ترجمہ) میرے ہاتھ میں سُرخ وسپید دونوں خزانے دے دیئے گئے۔

جب کونین کے خزانے دے دیئے گئے تو اَب یہ کہنا کہاں تک صحیح ہوگا کہ آپ کو اپنی طرف

---

[1] تجلی الیقین، مطبوعہ مُرادآباد (۱۳۰۵ھ)، ص ۲۹ بحوالہ نسیم الریاض للعلامۃ الشہاب الخفاجی

[2] مولوی اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۷۶

[3] محمد ابو عبداللہ ولی الدین: مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سیّد المرسلین، دہلی ۱۹۳۲ء، ص ۵۱۲

سے ایک چیونٹی میں بھی تصرف کا اختیار نہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ——— جب مختار بنا دیا گیا تو پھر مجبوری کی بات کرنا معقول بات نہیں ———

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت و جلال کا یہ عالم ہے کہ درندے تک نامِ نامی سن کر غلاموں کی رہنمائی کرتے ہیں ——— حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرزمین روم میں لشکر سے بچھڑ گئے۔ تلاش کرتے پھر رہے تھے کہ جنگل سے شیر نمودار ہوا۔ آپ نے بے ساختہ فرمایا:۔

یا ابا الحارث انا مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]

(ترجمہ) اے شیر! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔

یہ سننا تھا کہ شیر قدموں میں جھک گیا اور آپ کی رہنمائی کی یہاں تک کہ آپ لشکر سے مل گئے

کیا کسی مجبور انسان کی بحر و بر پر اس طرح حکومت ہوتی ہے؟

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب ہرقل روم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال مبارک سنے تو بے ساختہ پکار اٹھا:۔

فسیملك موضع قدمی ھاتین[2]

(ترجمہ) عنقریب وہ میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کے (یعنی تخت و تاج کے) مالک ہوں گے۔

اور اسی حدیث میں آیا ہے کہ ہرقل روم نے برملا کہا:۔

ھذا ملك ھذہ الامۃ قد ظھر۔[3]

(ترجمہ) یہی اس زمانے کے لوگوں کا بادشاہ ہے جو ظاہر ہو گیا۔

---

[1] ابو نعیم الاصبہانی: حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ بیروت، جلد اوّل، ص ۳۶۹

[2] محمد بن اسمٰعیل البخاری: صحیح البخاری، کتاب الوحی، باب نمبر ۱، حدیث نمبر ۶

[3] بخاری شریف، کتاب الوحی، باب نمبر ۱، حدیث نمبر ۶

جو بات غیر مُسلم ہوتے ہوئے ہرقل رومِ پا گیا افسوس وُہ بات مسلم و عالم ہوتے ہُوئے صاحب تقویۃ الایمان نے نہ پائی ——— اَب تاویل کرنے والا یہ تاویل کرتا رہے کہ اُن کا مقصد اُس اِختیار و اِقتدار کی نفی کرنا تھا جو صرف حق مجدہٗ سے وابستہ ہے ——— مگر سوال کرنے والا سوال کر سکتا ہے کہ آخر اس کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اور اس بے ڈھنگے طریقے سے اِس حقیقت کا اِظہار کیوں فرمایا جس سے سراسر تنقیصِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی بُو آ رہی ہے ——— ؟ کسی وزیرِ اعظم کو کوئی بادشاہ اِختیار و اقتدار دے اور اُس کی رعیّت میں سے اُٹھ کر کوئی یہ کہنے لگے "اَے وزیرِ اعظم! تیری کیا حقیقت ہے۔ تجھے تو ایک چیونٹی میں بھی تصرّف کا اِختیار نہیں، جو کچھ تجھے اِختیار مِلا ہے وُہ تو بادشاہ نے دیا ہے" ——— مگر کسی کی جرأت نہیں جو یہ بات وزیرِ اعظم سے کہے ——— اور اگر کہے گا تو ہر درباری اُسے گستاخ ہی سمجھے گا حالاں کہ جو کچھ اُس نے کہا غلط نہ تھا ——— تو غور کریں کہاں وُہ دُنیوی وزیر اور کہاں رسُولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی جنابِ عالی!

سولھویں عبارت

ایک حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے مولوی اسمٰعیل جبر دتی انداز میں اپنے مزعومات کو اس طرح ثابت کرتے ہیں:۔

> میرا نام محمّد ہے، مَیں خالق یا رازق نہیں، میں عام لوگوں کی طرح اپنے باپ ہی سے پیدا ہوا ہوں اور میرا شرف بندہ ہونے میں ہے، البتہ عوام سے اِس بات سے جُدا ہُوں کہ میں اللہ کے احکام کو جانتا ہُوں۔ لوگ نہیں جانتے۔ لہٰذا اُنہیں مجھ سے اللہ کا دین سیکھنا چاہیئے۔[1]

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغی جماعت کا امیر بنا کر پیش کرنا، کتنی بڑی جرأت ہے اور اہلِ دل کے لیے کس قدر تکلیف دہ ہے ——— کم از کم حدیث شریف کی شرح لکھتے وقت نامِ محمّد

---

[1] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۴۸

کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دیتے ــــــ مگر غیظ و غضب میں یہ باتیں بھول گئیں ـــــ
ثابت یہ کرنا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک عام انسان کی طرح ہیں، خاص اس لیے ہو گئے کہ وہ
احکامِ الٰہی جانتے تھے اور لوگ نہ جانتے تھے۔ اس سے تو یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ہر عالمِ دین منصبِ
رسالت پر فائز ہے۔ (معاذ اللہ) ــــــ اسی اندازِ فکر نے دعویٰ نبوّت کے لیے راہ ہموار کر
دی اور اب بھی بعض طبائع میں یہ انانیت موجود ہے ــــــ اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح فرمائے
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت کو ان کے سینے میں جگہ دے۔ آمین!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالتِ علمی کا اندازہ تو اس حدیث شریف سے ہوتا ہے جس میں آپ نے فرمایا:

ان اتقاکم و اعلمکم باللّٰہ انا[1]

(ترجمہ) بے شک تم میں سب سے زیادہ احکامِ الٰہی کا پاسدار اور ذاتِ الٰہی کا جاننے
والا میں ہوں۔

اُس کی عظمت کا کیا ٹھکانا جو نوعِ انسانی میں سب سے زیادہ ذاتِ الٰہی کا عرفان رکھتا ہو!
ــــــ کیا ایسی عظیم شخصیت کا اسی طرح تعارف کرانا چاہیے تھا جس طرح صاحبِ تقویۃ الایمان
نے کرایا ہے؟ ــــــ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں درجہ عجز و انکسار تھا، چنانچہ امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے شمائل ترمذی
شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کے باب میں اس قسم کی احادیث کا ذکر کیا ہے جس قسم کی
احادیث سے مولوی اسمٰعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارجِ عالیہ گھٹانے کی کوشش کی ہے۔
ــــــ کسی کے تواضع و انکسار سے اُس کی کمتری پر استدلال کوئی معقول بات نہیں۔ مثلاً
تواضع میں کوئی عالم یہ کہے کہ فقیر کسی لائق نہیں، تو کوئی معقول آدمی اس عالم کو جاہل و نالائق نہیں
کہہ سکتا ــــــ تواضع و انکسار اسلامی تہذیب کا ایک حصّہ ہے، مغربی تہذیب میں جس کا
نام و نشان نہیں ــــــ احادیث کی تشریح کرتے وقت اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہیے۔

---

[1] بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۱۲، حدیث ۱۹

تأثّرات و تمیّزات

- آپ سُن چکے، کہنے والے نے دبے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) نبیِ محترم صلی اللہ علیہ وسلّم سے طلب و سوال کرنا ایسا ہے جیسے کوئی تاج شاہی ایک چمار کے سر پر رکھ دے۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے دبے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) جس نے رسول علیہ التحیّۃ والتسلیم کو پکارا اُس نے بھنگی اور چمار کو پکارا۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے دبے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) نبیِ محترم صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے سامنے ذرّے سے بھی کم تر اور چمار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف لفظوں میں کہا کہ (معاذ اللہ) جس کا نام محمّد یا علی ہے اُس کو کسی بات کا اختیار نہیں۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف لفظوں میں کہا کہ (معاذ اللہ) دو عالم کے تاجدار، احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلّم کے دہشت کے مارے ہوش اُڑ گئے۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف صاف کہا کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف صاف کہا کہ نبیِ محترم صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے لیے بس بندے اور ہمارے بڑے بھائی ہیں۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بشر ہیں اور بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے توحید کے پردے میں یہ کہا کہ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم ایک چیونٹی کے بھی سردار نہیں ——— آپ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرّف کے

ہاں اُسی محبت کی جو اپن داں سے بے نیاز کر دیا کرتی ہے ۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دِل کو
عجب چیز ہے لذّت آشنائی

عقل کے ماروں نے دُنیا کو تباہی کے کنارے لاکھڑا کیا ـــــــ اب عشق والوں کی باری ہے کہ یہی ڈوبتوں کو نکالتے ہیں ـــــــ یہی مُردہ تنوں میں رُوحیں پھُونکتے ہیں ـــــــ یہی خزاں میں بہاریں لاتے ہیں ـــــــ آؤ، آؤ دِلوں کو آباد کریں ـــــــ آؤ، آؤ خزاں رسیدہ گلشنوں کو شاداب کریں ـــــــ آؤ آؤ محبّت والوں کی دِلداری کریں کہ دِل دُکھانے والوں نے اِن کا بہت دِل دُکھایا ہے۔

یاد رکھو رب العالمین اور عالمین کے محبُوب و ممدُوح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں ـــــــ جہاں کی ساری محبتیں، ساری عقیدتیں، ساری اُلفتیں اس ایک در پر قُربان ہونے کے لائق ہیں ـــــــ یہی وُہ در ہے جہاں خالقِ کائنات کی طرف سے دُرُود و سلام کے گجرے چلے آرہے ہیں ـــــــ یہی وُہ در ہے جہاں فرشتے دُرُود و سلام کی سوغاتیں لا رہے ہیں ـــــــ یہی وُہ در ہے جہاں کائنات کے گوشے گوشے سے دُرُود و سلام کے تحفے چلے آرہے ہیں۔ ـــــــ ہاں یہ در نہیں تو کچھ بھی نہیں ـــــــ اِس در کی سُرخروئی، ہر در کی سُرخروئی ہے۔

دیکھئے دیکھئے ابو طالب نے کیا عرض کیا ہے جسے سرکار کی خواہش پر علی مرتضیٰ پیش کر رہے ہیں:-

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ
ثمال الیتامی عصمۃ للارامل[1]

(ترجمہ) وُہ گورے رنگ والے کہ ان کے منہ کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے۔

---

[1] یوسف بن اسمٰعیل نبہانی: شواہد الحق، مصر، ص ۱۹۵ (والبیہقی فی دلائل النبوۃ عن انس رضی اللہ عنہ کما افادہ العلامہ ابن حجر العسقلانی)

یتیموں کے جائے پناہ، بیواؤں کے نگہبان۔

اور سُنیے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا فرما رہی ہیں:۔

فصلی الملیک ولی العباد

رب العباد علی احمد[1]

(ترجمہ) احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بندوں کے بادشاہ، بندوں کے والی اور بندوں کے پروردگار نے درود و سلام بھیجا ہے۔

اللہ اللہ! اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۔[2]

اللہ اور اُس کے فرشتے نبی کریم، رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیج رہے ہیں۔ ع

کعبہ کا کعبہ رُوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ ایک آیت ہدایت کے لئے کافی ہے ——— حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی ساری تقریریں ایک طرف اور یہ آیت ایک طرف ——— اِس نکتہ کو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سمجھا اور ہم کو سمجھایا ——— کاش ہماری سمجھ میں آجاتے ———!

اور دیکھیے بلبلِ چمنستانِ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کیا فرما رہے ہیں:۔

ف۔ فامسی سراجا مستنیرا هادیا

یلوح کما لاح الصیقل المهند[3]

(ترجمہ) وہ روشن چراغ اور ہادی بن کر تشریف لائے۔ اور اس طرح چمکے جس طرح چمکائی ہوئی تلوار چمکتی ہے۔

---

[1] یوسف النبہانی بحجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱۴۱، بحوالہ شمس الدین ناصر الدمشقی، سلوۃ الکئیب لوفاۃ الحسب

[2] القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب، ۵۶

[3] عبد الرحمٰن البرقوقی، شرح دیوان حسان بن ثابت، بیروت ۱۹۶۶ء، ص ۱۳۵

(ب) ما ان مدحت محمدا بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد [1]

(ترجمہ) میں نے اپنے کلام سے آپ کی تعریف نہیں کی بلکہ اپنے کلام کو آپ کے نام پاک سے سنوارا ہے۔

(ج) واحسن منك لم ترقط عینی
واجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبراء من کل عیب
کانك قد خلقت کما تشاء [2]

(ترجمہ) میری آنکھوں نے آپ سے بڑھ کر آج تک کوئی حسین نہ دیکھا، اور دنیا جہان کی عورتوں کے آغوش میں آپ سے کامل واکمل پیدا ہی نہیں ہوا ——
آپ ہر عیب سے پاک پیدا ہوئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آپ نے چاہا، خالق نے ایسا ہی آپ کو بنا دیا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشق و محبت سے بھرپور یہ تاثرات پڑھو اور پھر دیکھو کہنے والے نے کس دل سے کیا کیا کہہ دیا؟

سنو! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرما رہے ہیں؟

امین مصطفٰی للخیر یدعوا
کضوء البدر زایله الغمام [3]

(ترجمہ) وہ امین ہیں، برگزیدہ ہیں —— بھلائی کی دعوت دیتے ہیں ——
ہاں وہ چاندنی ہیں جس سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔

---

[1] غلام رسول گوہر: احسن الکلام ـ گوہر نظام، قصور
[2] عبدالرحمٰن البرقوقی: شرح دیوان حسان بن ثابت، بیروت، ص ۲۲
[3] تاج الدین السبکی: طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، جلد رابع، ص ۱۹۱، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ھ

○ — آپ نے ان گُل زاروں کی سیر کی — اب بتایئے آپ نے زندگی کہاں پائی؟ اُن خارزاروں میں یا اِن گُل زاروں میں؟

○ — آپ نے بہاریں کہاں دیکھیں؟ — اُن خارزاروں میں یا اِن گُل زاروں میں؟

○ — آپ نے روشنی کہاں پائی؟ — اُن خارزاروں میں یا اِن گُل زاروں میں؟

○ — آپ نے تازگی کہاں محسوس کی؟ — اُن خارزاروں میں یا اِن گُل زاروں میں؟

سچ بتایئے — کسی کی رُو رعایت نہ کیجئے — وُہی کہیئے، آپ کا دِل جس کی گواہی دے — وُہی بتایئے، آپ کا ایمان جس کی شہادت دے — بے شک

آں دِیدہ کجُا کہ در جمالِ تو رسد
آں عقل کجُا کہ در کمالِ تو رسد
گیرم کہ تو پردہ بر گرفتی ز جمال
آں رُوح کجُا کہ در جلالِ تو رسد

کیا وُہ محسنِ اعظم جو راتوں کو اپنی اُمّت کی مغفرت و بخشش کے لیئے اشکبار رہا۔ اور جب تک اُس کے مولیٰ نے یہ پیغام نہ بھجوا دیا اُس کو چین نہ آیا:-

"ہاں کوئی دن گزرتے ہیں کہ ہم آپ کو آپ کی اُمّت کی طرف سے خوش کر دیں گے اور غمگین نہ ہونے دیں گے۔"

کیا اِس احسانِ عظیم کا بدلہ یہی ہے کہ ہم آپ کی تعریف و توصیف کی بجائے آپ کے حضور زبان کو ایسا بے لگام کر دیں کہ خود گویائی شرمانے لگے — ہرگز نہیں، ہرگز نہیں!

میرے بزرگو! اور میرے عزیزو! — بات کسی عالم کے وقار کی نہیں — بات وقارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہے — کیا کوئی مسلمان ایک لمحہ کے لیئے بھی یہ جرأت کر سکتا ہے کہ وُہ اپنی کسی بھی شخصیت پر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی عزّت کو قربان کر دے — نہیں نہیں — معاذ اللہ، معاذ اللہ — ہرگز نہیں، ہرگز نہیں —

تو اپنے دِلوں کو ٹٹولیئے اور اپنے دماغوں کو کھنگالیئے ——— بے ادبیوں اور گستاخیوں کے خس و خاشاک ہوں تو ان کو نکال پھینکئے کہ دل عرش اللہ ہے ——— اور پھر ایسوں سے دِل لگائیے جو ادب کی راہ پر چلائیں کہ یہ فرشتوں کی راہ ہے ——— جو بے ادبی اور گستاخی کی راہ سے بچائیں کہ یہ ابلیس کی راہ ہے ——— جو محبت کی باتیں بتائیں ——— جو عِشق کے ترانے گائیں ——— آیئے عشقِ مُصطفےٰ سے سرشار ہو کر ہم سب یہ اعلان و اقرار کریں

یا رسُول اللہ! آپ کی عزت و ناموس پر، ہماری عزت، ہمارے ماں باپ کی عزت، ہمارے اخلاف و اسلاف کی عزتیں قربان ہوں ———
آپ ہماری آبرو ہیں ——— آپ ہماری آرزو ہیں ——— آپ ہماری زندگی ہیں، ہم آپ ہی کے لیئے زندہ ہیں۔ ہم آپ ہی کے لئے مریں گے۔ ہاں ؎

دِل تو جاتا ہے اس کے کوچے میں
جا، مری جاں، جا، خدا حافظ

———

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اختتامیہ

(۱)

مولوی اسمٰعیل دہلوی، ابن عبدالوہاب نجدی سے بہت متاثر تھے۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل حقائق سے بخوبی ہوسکتا ہے جن کو ہمارے محققین اور مورخین نظر انداز کر دیتے ہیں:

۱۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ابن عبدالوہاب نجدی کے عقائد و افکار کا پرچار کیا؛

۲۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح توحید کی تائید اور انبیاء و صلحا کی تنقیص میں ایک کتاب لکھی؛

۳۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح اپنے عقائد و افکار کے خلاف عقیدہ رکھنے والے عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیا؛

۴۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کے طریقۂ دعوت کو اپنایا؛

۵۔ انھوں نے مولوی سید احمد بریلوی کو "امیر المومنین" اور امام برحق تسلیم کیا اور دوسروں سے بزور شمشیر تسلیم کرایا۔ اور اس امامت کے منکرین کے خون کو حلال جانا۔ یہی روش ابن عبدالوہاب نے اختیار کی تھی؛

۶۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح ایسے مسلمانوں کے خون کو مباح جانا جنھوں نے ان کے عقائد و افکار کی مخالفت کی۔ ان کا خون بہایا ان کے اموال کو لوٹا، ان کے گھروں کو تاراج کیا؛

۷۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح ایسی حکومت قائم کرنے کی کوشش

جس میں صرف اُن کے عقائد و افکار کی ترویج و اشاعت ہو؛

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابن عبدالوہاب کی حیات و افکار پر مختصر روشنی ڈالی جائے پھر مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے مرشد مولوی سید احمد بریلوی کے متعلق کچھ عرض کیا جائے تاکہ مولوی اسمٰعیل کے بارے میں جملہ حقائق سامنے آجائیں اور قارئین کرام اچھی طرح سمجھ سکیں کہ تقویۃ الایمان میں جو عبارات پیش کی گئی ہیں ان کے لکھنے والے کا مذہبی، فکری اور سیاسی پس منظر کیا تھا اور اس کے عزائم کیا تھے؛

(۲)

ابن عبدالوہاب سترھویں صدی کے اواخر یا اٹھارویں صدی کے اوائل میں نجد کے مقام عینیہ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۲ء میں نجد کے مقام درعیہ میں وفات پائی ـــــ ان کی زندگی میں علم و فضل سے زیادہ جوش و جذبے کی کارفرمائی نظر آتی ہے اسی لئے دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا سید انور شاہ کشمیری نے ان کے متعلق لکھا ہے :۔

اما محمد بن عبد الوهاب النجدی فانه کان رجلا بلیدا قلیل العلم[۱]

(ترجمہ) لیکن محمد بن عبدالوہاب نجدی کم فہم اور کم علم شخص تھا۔

اسی طرح علامہ عبدالحفیظ بن عثمان قاری طائفی نے ابن عبدالوہاب کو "جاہل اور غبی" لکھا ہے[۲] ـــــ اور اس کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ وہ اپنے متبعین کے علاوہ عالم اسلام کے سارے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیتے تھے، تکفیر میں تعجیل کرتے تھے اور بغیر عذر شرعی مسلمانوں کا بے دریغ خون بہاتے تھے، ان کے مال کو لوٹتے، ان کے گھروں کو تاراج کرتے :

[۱] بدر عالم: فیض الباری، دیوبند ۱۹۳۸ء؛ جلد ۱ صفحہ ۱۷۰

[۲] عبدالحفیظ بن عثمان: جلاء القلوب و کشف الکروب، استانبول ۱۲۹۸ھ

حتیٰ کہ خود شیخ سلیمان بن عبدالوہاب اپنے بھائی محمد بن عبدالوہاب سے پوچھتے ہیں:

> آپ اُن لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں جو کلمۂ شہادت پڑھتے ہیں، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے پابند ہیں۔ ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ نے خلقِ خدا کو کافر بنانے کا قول کہاں سے لیا ہے[1]؟

پھر دریافت کرتے ہیں:

> جو تفاصیل آپ نے بیان کی ہیں کہ اس کام کا کرنے والا مشرک، اُس کام کا کرنے والا مشرک۔ آپ نے یہ تفاصیل کہاں سے لی ہیں[2]؟ ——کیا ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے؟

ابن عبدالوہاب نے جن مسلمانوں کو اپنے خیال میں کافر و مشرک سمجھا ان کا بے دریغ خون بہایا، اس کی تفصیلات ایک ہم عصر عالم علامہ ابن عابدین شامی کی تحریر سے ملتی ہیں، وہ لکھتے ہیں:

> نجد سے عبدالوہاب کے پیرو ان نکلے اور انھوں نے حرمین پر قبضہ کیا۔ وہ اپنے کو اگرچہ حنبلی کہتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلمان صرف وہی ہیں، جو بھی ان کے عقائد کے خلاف ہو، وہ مشرک ہے بنابریں انھوں نے اہل سنت کو اور ان کے علما کو قتل کرنا مباح قرار دیا ہے[3]۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ سلیمان نے ابن عبدالوہاب سے پوچھا:

> "اسلام کے ارکان کتنے ہیں"؟

انھوں نے جواب دیا۔——"پانچ"

شیخ سلیمان نے کہا:

---

[1] الصواعق الالٰہیۃ فی الرد علی الوہابیۃ، مطبوعہ استانبول ۱۹۷۶ء ص ۵ [2] ایضاً ص ۵

[3] محمد امین بن عمر معروف بہ ابن عابدین: ردالمحتار شرح درمختار، مطبوعہ مطبعۃ العامرہ ۱۲۷۹ھ ص ۳۹

انت جعلتها ستة ذالسادس من لم یتبعک فلیس بمسلم[1]

(ترجمہ) آپ نے چھ ارکان بنا دیئے اور چھٹا رکن یہ ہے کہ جو شخص آپ کی پیروی نہ کرے وہ مسلمان نہیں ہے؛

ابن عبدالوہاب نے جب اپنی دعوت کا آغاز کیا تو امیر درعیہ محمد بن مسعود نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی پھر درعیہ کے قرب جوار میں اس مسلک کو پھیلایا گیا۔ آل سعود سے اس مسلک کو فوجی قوت ملی پھر حرمین شریفین اور قرب و جوار میں مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا گیا اور مقابر و مقامات مقدسہ کو منہدم کیا گیا اور بے حرمتی کی گئی۔ اس کی تفصیلات تاریخ نجد و حجاز (مصنفہ مفتی محمد عبدالقیوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء) میں مطالعہ کی جا سکتی ہیں۔ ابن عبدالوہاب اور ان کے متبعین کے اس عمل کو معاصر اور متاخرین علما نے اچھا نہ سمجھا اور تقریباً چالیس علماء عرب نے ابن عبدالوہاب کے افکار و اعمال کا رد لکھا۔[2] خود ان کے والد ان سے خوش نہ تھے اور ان کے بھائی شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نے ان کے رد میں رسالہ لکھا جس کے حوالے پیچھے پیش کیے گئے، یعنی الصواعق الالٰہیہ فی الرد علی الوہابیہ (۱۱۶۷ھ) یہ رسالہ ابن الوہاب کی دعوت کے آٹھویں سال لکھا گیا، اس میں ایک ایک کر کے ابن الوہاب کے عقائد و افکار کا مدلل رد لکھا گیا ہے جو قابل مطالعہ ہے؛

(۳)

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ابن عبدالوہاب کی پیروی میں اپنے عقائد ترتیب دیئے اور ابن عبدالوہاب کی کتاب رد الاشرک یا کتاب التوحید کے طرز پر تقویۃ الایمان لکھی پھر اس کے عملی نفاذ کی کوشش کی۔

مولوی اسمٰعیل ۱۲ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء کو بمقام پھلت (ضلع مظفر نگر بھارت) میں پیدا ہوئے اور ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ (سرحد پاکستان)

---

[1] سلیمان نجدی: الصواعق الالٰہیہ، مطبوعہ استانبول

[2] ابو حامد بن مرزوق: التوسل بالنبی وجہلۃ الوہابیین، مطبوعہ استانبول ۱۹۷۶ء

میں جان دی —— موصوف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے چھوٹے بیٹے شاہ عبدالغنی کے فرزند تھے۔ ابتدائی کتابیں ان سے پڑھیں پھر اپنے چچا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر سے پڑھا اور جلد ہی فارغ ہوگئے، طبیعت میں ضد کا مادہ تھا چنانچہ ایک موقع پر انھوں نے اپنے چچا حضرت شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر کی ہدایت و نصیحت پر عمل کرنے سے بھی انکار کردیا جس سے ان کو سخت قلق ہوا[1]

مولوی اسمٰعیل دہلوی کی متعدد تصانیف میں تقویۃ الایمان زیادہ مشہور ہوئی اس کی وجہ سے مسلمانوں میں بڑا انتشار پھیلا جو اب تک قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خانوادۂ ولی اللہی کے اکابر علماء نے اس سے بیزاری کا اظہار فرمایا اور ربیع الاول ۱۲۴۰ھ کو دہلی کی جامع مسجد میں باقاعدہ اس کا اعلان کیا گیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس کا رد لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا[2] جو علالت کی وجہ سے پورا نہ ہوسکا۔ علامہ فضل حق خیرآبادی نے اس کے رد میں ایک کتاب تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ (۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء) تحریر فرمائی اس میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے سترہ نامی گرامی شاگردوں کی تصویب و تصدیق موجود ہے —— مولوی اسمٰعیل کے چچازاد بھائی مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین نے تقویۃ الایمان کے رد میں معید الایمان کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اسی طرح دوسرے بھائی مولانا محمد موسیٰ نے بھی حجۃ العمل فی اثبات الحیل کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ مولانا مخصوص اللہ، تقویۃ الایمان کی فتنہ انگیزی کے پیش نظر اس کو تفویۃ الایمان کہا کرتے تھے یعنی ایمان کو ہلاک کرنے والی![3]

---

[1] ارواح ثلاثہ، امداد الغرباء، سہارنپور ۱۳۰۳ھ، حکایت ۲۳

[2] مخصوص اللہ: تحقیق الحقیقہ، مطبوعہ بمبئی ۱۲۶۷ھ بحوالہ انوار آفتاب صداقت مؤلفہ فضل احمد لدھیانوی، ص ۲۴ [3] زید ابوالحسن فاروقی: مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان مطبوعہ دہلی ۱۹۸۴ء، ص ۱۴ [4] ایضاً، ص ۱۰۱

مولانا فضل رسول بدایونی کے استفسار پر مولانا مخصوص اللہ ابن شاہ رفیع الدین دہلوی نے تحقیق الحقیقۃ کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا، اس کی مندرجہ ذیل عبارت سے تقویۃ الایمان کی حیثیت متعین کی جا سکتی ہے:

۱۔ تقویۃ الایمان کہ میں نے اس کا نام تفویتہ الایمان سالۂ فا کے رکھا ہے اس کے رد میں رسالہ جو میں نے لکھا ہے اس کا نام معیدالایمان رکھا ہے۔ اسمٰعیل کا رسالہ موافق ہمارے خاندان کے کیا کہ تمام انبیاء اور رسولوں کی توحید کے خلاف ہے کیوں کہ پیغمبر سب توحید کے سکھانے کو اپنی راہ پر چلانے کو بھیجے گئے تھے، اس کے رسالے میں اس توحید کا اور پیغمبروں کی سنّت کا پتہ بھی نہیں ہے[1]

۲۔ جس رسالے سے اور اس کے بنانے والے سے لوگوں میں برائی اور بگاڑ پھیلے اور خلاف سب انبیاء و اولیاء کے ہو وہ گمراہ کرنے والا ہوگا یا ہدایت کرنے والا ہوگا؟ —— میرے نزدیک اس کا رسالہ عمل نامہ برائی اور بگاڑ کا ہے اور بنانے والا فتنہ گر اور مفسد اور غاوی اور مغوی ہے[2]

تقویۃ الایمان کے بارے میں یہ خیالات شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا مخصوص اللہ کے ہیں جو مولوی اسمٰعیل دہلوی کے تایا زاد بھائی تھے گھر کا حال اہل خانہ ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا تاثرات سے تقویۃ الایمان کی حیثیت آسانی سے متعین کی جا سکتی ہے:

غالباً تقویۃ الایمان کی اسی فتنہ انگیزی کی وجہ سے انگریزوں نے اس کی اشاعت میں حصہ لیا[3] —— کیوں کہ ملت اسلامیہ میں انتشار و افتراق ان کے مقاصد جلیلہ میں سے

---

[1] مخصوص اللہ، تحقیق الحقیقۃ، بحوالۂ مذکور، ص ۱۰۲

[2] ایضاً، ص ۱۰۲ [3] قمر النساء ڈاکٹر: العلامۃ فضل حق خیرآبادی، مقالہ ڈاکٹریٹ عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد دکن، ص ۵۲

ایک اہم مقصد تھا جس کا اظہار اس رپورٹ سے ہوتا ہے جو ۱۸۶۹ء میں ہاؤس آف لندن، کی منعقدہ کانفرنس میں ہندوستان میں متعین انگریز پادریوں نے پیش کی، ملاحظہ فرمائیں :۔

ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غداری تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں، وہ مرحلہ اور تھا۔ اس وقت فوجی نقطۂ نظر سے غداری کی تلاش کی گئی تھی، لیکن اب جب کہ ہم برصغیر کے چپہ چپہ پر حکمران ہو چکے ہیں اور ہر طرف امن و امان بھی بحال ہو گیا ہے تو ان حالات میں ہمیں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہیئے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔[۱]

یہ تھے انگریزوں کے عزائم اور اس کی تکمیل کے لئے انھوں نے شریر سے شریر اور شریف سے شریف مسلمانوں کو اپنی حکمت عملی سے استعمال کیا ـــــ کسی کو خبر تھی کہ وہ کس کا آلۂ کار بنا ہوا ہے اور کوئی اپنی سادگی اور سادہ لوحی کی وجہ سے اس سے بے خبر تھا۔

(۴)

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ابن عبدالوہاب کی تصنیف کتاب التوحید (رد اشراک) کو سامنے رکھ کر اپنے عقائد و افکار کا ڈھانچہ تیار کیا جس کا نام تقویۃ الایمان رکھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کتاب التوحید گویا متن ہے اور تقویۃ الایمان اس کی شرح[۲] ـــــ پھر جس طرح ابن عبدالوہاب نے کتاب التوحید کے عملی اور حتمی نفاذ کے لئے اقتدار حکومت کا سہارا لیا اسی طرح مولوی اسمٰعیل نے بھی اقتدار حکومت کا سہارا لیا ـــــ اور جس طرح محمد ابن عبدالوہاب نے اُن مسلمانوں سے قتال کیا جنھوں

[۱] بین بڑے سیلمان (مقدمہ علامہ خالد محمود) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء، ص ۶

[۲] کتاب التوحید کی طرح تقویۃ الایمان کے بھی علماء نے بکثرت رد لکھے جن کی تعداد ایک اندازہ کے مطابق پچاس سے تجاوز کر چکی ہے۔ (مسعود)

نے ان کے عقائد و افکار کی مخالفت کی یا ان کے اقتدار کو تسلیم نہیں کیا اسی طرح مولوی اسمٰعیل نے بھی اپنے عقائد و افکار کی اشاعت و ترویج اور قطعی نفاذ میں مانع مسلمانوں سے قتال کیا — تفصیلات آگے آتی ہیں؛

۷ رجمادی الآخرہ ۱۲۴۱ھ / ۷ر جنوری ۱۸۲۶ء کو مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنے مرشد مولوی سید احمد بریلوی کے ہمراہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک مہم پر راجپوتانہ، سندھ، بلوچستان ہوتے ہوئے افغانستان میں داخل ہوئے اور وہاں سے دسمبر ۱۸۲۶ء / ۱۲۴۲ھ کو چارسدہ کے علاقہ ہشت نگر پہنچے۔ ایک مہینہ نہ گزرا تھا کہ مولوی اسمٰعیل نے اپنے مرشد مولوی سید احمد کا اشارہ پاکران کو امام برحق تسلیم کیا اور 'امیر المومنین' بنادیا اور یہ حکم ناطق نافذ کیا:۔

"جو شخص آنجناب کی امامت ابتدا ہی سے قبول نہ کرے یا قبول کے بعد اس سے انکار کرے وہ ایسا باغی ہے کہ اس کا خون بہانا حلال ہے اور اس کا قتل کرنا کافروں کے قتل کی طرح عین جہاد اس معاملے میں عاجز کا مسلک یہی ہے لہٰذا اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کا جواب تلوار کی مار ہے نہ تحریر و تقریر[۱]"

مولوی سید احمد بریلوی نے افغانستان کے والی امیر دوست محمد خاں کے نام ۱۲۴۲ھ کو جو خط لکھا تھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل نے مولوی سید احمد کا اشارہ پاکر اور ان پر ایمان بالغیب رکھ کر یہ قدم اٹھایا۔ مولوی سید احمد والی موصوف کو لکھتے ہیں:۔

"خاص و عام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے سب نے امامت کی بیعت اس عاجز کے ہاتھ پر کی اور جمعہ کے روز عاجز کا نام خطبے میں لیا گیا اس خاکسار ذرہ بے مقدار کو اس بلند مرتبے کے حاصل ہونے کی بشارت غیبی اشارے اور الہام کے ذریعہ، جس میں شک اور شبہ کی گنجائش

نہیں ہے' دی گئی تھی[1]،

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے ہم سبق اور اس تحریک کے رفیق کار مولانا محبوب علی نے اس اعلانِ امامت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا اور خلوت خاص میں مولوی سید احمد بریلوی کو مشورہ دیا:-

"آپ یہ نہ کہیں کہ میں امیر المومنین اور زمین پر اللہ کا خلیفہ ہوں اور میری اطاعت تمام لوگوں پر واجب ہے کیوں کہ یہ نرالی بات رئیسوں اور سمجھداروں کو وحشت میں ڈالتی ہے[2]"

مگر مولوی سید احمد نے اس مشورے کو منظر انداز کر دیا اور مولانا محبوب علی سے کہا کہ خاموشی سے اطاعت کئے جاؤ' ان کے لئے یہ مشکل تھا تو وہ اجازت لے کر وطن واپس چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد اس خیال سے کہ کہیں دوسرے لوگ بھی ان کو چھوڑ کر نہ چلے جائیں' مولوی سید احمد نے اعلان کیا:-

"جو بھی میرے پاس سے اپنے وطن کو لوٹ کر جائے گا اُس کا ایمان گیا[3]"

مولوی محبوب علی کے چلے جانے کے بعد اس تحریک کو جو صدمہ پہنچا اس کا محمد جعفر تھانیسری نے اس طرح ذکر کیا ہے:-

"مولوی محبوب علی کے اغوا[4] سے جو کاروبار جہاد کو صدمہ پہنچا دیسا صدمہ اس لشکر کو آج تک کسی سکھ یا دُرّانی کے ہاتھ سے نہ پہنچا تھا۔ مولوی محبوب علی کے فتنے کے بعد مدت سے ہندوستان سے قافلوں کا آنا بند ہو گیا۔ اکثر معاونین جہاد سست ہو گئے[5]"

---

[1] ابوالحسن فاروقی: مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان' ص ۸۰ بحوالہ مکتوب سید احمد شہید ص ۱۴۸

[2] محبوب علی: تاریخ الائمہ (قلمی)، محررہ ۱۲۵۱ھ، ص ۸۹۵ [3] ایضاً، ص ۸۹۶

[4] مولوی محبوب کے ساتھ مجاہدین کی ایک بڑی جماعت واپس چلی گئی تھی۔ اس کو جعفر تھانیسری نے 'اغوا' سے تعبیر کیا ہے:

[5] محمد جعفر تھانیسری: حیات سید احمد شہید' مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۲۳۶

مولوی سیّد احمد کا وہی مسلک تھا جو ان کے دستِ راست اور مرید باصفا مولوی اسمٰعیل دہلوی کا تھا، یعنی دونوں حضرات پاک و ہند کے اکثر علماء و مشائخ اور مسلمانوں کو کفر و ارتداد میں ملوث سمجھتے تھے جس کا اظہار مولوی سیّد احمد نے رئیس ٹونک (بھارت) نواب وزیر الدولہ کے نام ایک مکتوب میں کیا ہے[1]؛

مولوی سیّد احمد کے اعلانِ امامت کے بعد اُن کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا جانے لگا اور یہ خدشہ ظاہر کیا جانے لگا کہ آپ کا مقصد خاص مقاصد کی تکمیل کے لئے اقتدار و حکومت حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ آپ نے ۲ ربیع الاوّل ۱۲۴۳ھ/۱۸۲۹ء کو حاکم پشاور سلطان محمد خاں کے نام ایک اطلاع نامہ ارسال فرمایا اور اس کی نقول اطراف و جوانب میں ارسال کیں۔ اس میں ان خدشات کو رفع فرمایا۔ جو کچھ تحریر فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے:۔

۱۔ مسلمان امراء میں کسی کے ساتھ ہماری منازعت نہیں؛
۲۔ نہ مومنین رؤساء میں سے کسی سے ہماری مخالفت؛
۳۔ لئیم کافروں سے ہمارا مقابلہ ہے، نہ مدعیان اسلام سے[2]؛

سلطان محمد خاں نے اس وضاحت کو کافی نہ سمجھا اور جواباً لکھا:۔

۱۔ یہ دعویٰ کہ مسلمانوں سے نہیں بلکہ کفار سے لڑنے آئے ہیں۔ ابلہ فریبی ہے؛
۲۔ آپ کا عقیدہ فاسد اور نیت کاسد ہے؛
۳۔ آپ فقیر ہو کر ارادۂ امامت و حکومت رکھتے ہیں؛
۴۔ ہم نے بھی خدا کے واسطے کمر باندھی ہے کہ تم کو قتل کر کے اس زمین کو تم سے پاک کریں گے[3]؛

---

[1] ابوالحسن فاروقی: مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان ص ۸۰ بحوالہ مکتوبات سید احمد شہید ۳۰
[2] ایضاً، ص ۹۶ بحوالہ تواریخ عجیبہ مؤلفہ جعفر تھانیسری و مکتوب سیّد احمد شہید ص ۱۹-۲۸
[3] ایضاً، ص ۹۶ بحوالہ مذکورہ

سلطان محمد خاں کے اندیشے غلط نہ تھے چنانچہ ۱۸۳۰ء کو مولوی سید احمد اور ان کے رفقاء نے پشاور اور کوہاٹ پر قبضہ کیا، اس مہم میں دو ہزار مسلمان شہید ہوئے اور ایک ہزار مجروح[1] ـــــ سب سرداروں سے بیعت لی مگر سردار پائندہ خان نے بیعت نہ کی۔ سید احمد کے ساتھیوں نے اس سے جنگ کی، اس کے علاقہ کو تاراج کیا اور اس پر قبضہ کیا؛ پائندہ خاں نے سردار ہری سنگھ سے مدد لے کر سید احمد اور اسمٰعیل دہلوی پر غلبہ حاصل کیا اور سکھوں کو انعام و اکرام سے نوازا[2]، اسی طرح سلطان محمد خاں نے بھی پشاور و کوہاٹ پر قبضہ کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ کو ایک قیمتی گھوڑا نذر کیا اور مولوی سید احمد اور مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے رفیقوں کے خلاف مدد طلب[3] کی۔

مندرجہ بالا حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصد کچھ اور ہی تھا سکھوں سے جنگ کرنا مقصود نہ تھا ورنہ مقامی مسلمانوں کا سید احمد کے خلاف سکھوں سے مدد طلب کرنا کیا معنی؟

مولوی سید احمد کے رفقاء میں رفیق خاص مولوی محبوب علی نے سب ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ اپنے اپنے وطن واپس جاکر حقوق العباد ادا کریں۔ انھوں نے سوال کیا۔

"جہاد کہاں ہے"؟

"تم نے کونسے دن کسی کافر کو مارا ہے[4]"؟

مقامی مسلمانوں کے خلاف قتال و جدال نے بعض مقامی علماء کو سید احمد اور مولوی اسمٰعیل سے بدظن کردیا جس کا اندازہ خود مولوی سید احمد کے مکتوب سے

---

[1] جعفر تھانیسری: تواریخ عجیبہ، ص ۱۴۹

[2] مراد علی: "تاریخ تناولیاں"، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۵۴-۵۶

[3] جعفر تھانیسری: تواریخ عجیبہ، ص ۱۴۹

[4] غلام رسول مہر: سید احمد شہید، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۲۴۶

سے ہوتا ہے۔ اس مکتوب سے پتا چلتا ہے کہ مقامی علما آپ سے برگشتہ ہو گئے اور آپ کو ملحد و بے دین سمجھنے لگے۔

مولوی محبوب علی نے لکھا ہے[1]:

"(مقامی مسلمان) سیّد احمد کے اعلان امامت کے بعد آپ سے لڑے اور قتال کیا —— جناب سیّد صاحب کے لوگوں نے مقتولین کے اموال میں مالِ غنیمت کی طرح تصرّف کیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ سیّد صاحب خلافت کے لائق نہیں لہٰذا سب نے بیعت توڑ دی اور کہا ہم تمھارا اتباع (کسی) امر میں نہیں کرینگے"

ایک اور حادثہ پیش آیا —— سیّد احمد کے رفقا جبراً افغان عورتوں اور بیواؤں سے نکاح کرنے لگے۔ چنانچہ خویشگی خاں کی ایک لڑکی کا جبراً نکاح ہوا جس نے اس کو برہم کر دیا۔ اس نے خان خٹک سے مل کر ایک مہم چلائی جس کے نتیجے میں سیّد صاحب کے مقرر کردہ تمام سرداروں کو قتل کر کے ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا[2]۔ اس صورت حال نے سیّد احمد کو سخت مایوس کر دیا اور انھوں نے مایوسی کے عالم میں اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

میں اب اس سرزمین کو چھوڑنا چاہتا ہوں۔ یہ نہیں بتا سکتا کہ کہاں جاؤں گا —— میں آپ کو رخصت دیتا ہوں آپ مجھے رخصت دیں[3]۔

مگر چند رفیق جو باقی رہ گئے تھے وہ آپ کے ساتھ رہے، مایوس ہو کر آپ

---

[1] محبوب علی: تاریخ الائمۃ فی ذکر خلفاء الائمۃ (۱۲۴۴ھ - ۱۲۵۱ھ)، قلمی مخزونہ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، تغلق آباد، دھلی، ص ۱۹۸

[2] نید ابوالحسن فاروقی، مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان بحوالہ حزب ولی اللہ کی تاریخ کا مقدمہ از مولانا عبید اللہ سندھی، ص ۱۷۰

[3] ایضاً، ص ۱۷۱ - ۱۷۲

چل پڑے، واپسی میں آپ کاغان پہنچے، درّہ بھوکر میں شیر سنگھ پر شب خون مارا، آگے بڑھ کر بالاکوٹ پر قبضہ کیا، پھر مظفر آباد فتح کیا ــــ سکھ، سیّد احمد کے خلاف چوں کہ مقامی مسلمانوں کی مدد کر چکے تھے اس لئے سکھوں کے خلاف اس مہم میں مقامی مسلمانوں نے بھی مدد کی، اس طرح فیصلہ کن جنگ ہوئی اور بالاکوٹ کے ایک حصے میں محصور مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے سارے رفقا مارے گئے؛

سیّد صاحب کے باڈی گارڈ مولوی جعفر علی نقوی لکھتے ہیں:-

"حضرت امیر المومنین در ہماں جماعت از نظر من غائب شدند[1]"

(یعنی اسی جماعت میں امیر المومنین میری نظروں سے غائب ہو گئے)

میدان جنگ سے غائب ہونے کے بعد آج تک آپ کو کسی نے نہ دیکھا چنانچہ آپ کی وفات کی کوئی مستند اور قابل ذکر شہادت تاریخ سے نہیں ملتی۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی کو نَاس (ناس) سونگھنے کی بہت عادت تھی، میدان جنگ میں دشمن پر حملے اور انتقال کی جو کیفیت محمد جعفر تھانیسری نے لکھی ہے وہ یہ ہے:-

"ناس سونگھ کر لشکر کفار میں گھس کر آپ شہید ہو گئے[2]"؛

یہ بھی لکھا ہے کہ چوں کہ آپ کو ناس (نَاس۔ نسوار) سے پیار تھا اس لئے آپ کی قبر پر لوگ نسوار چڑھا کر منتیں اور مرادیں مانگتے ہیں[3]؛

(۵)

قاری کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آخر اتنے دور دراز مقام پر جا کر یہ مہم جوئی کیوں کی گئی۔ اس سلسلے میں محققین اور مؤرخین کے پانچ نظریات ملتے ہیں:-

۱۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ تحریک انگریزوں کے خلاف تھی؛

---

[1] محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید، ص ۲۸۸؛

[2] ایضاً، ص ۳۱۵؛ [3] ایضاً، ص ۳۱۶؛

۲۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ اسلامی تحریک تھی؛
۳۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ آزادیٔ وطن کی تحریک تھی؛
۴۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ سکھوں کے خلاف تحریک تھی؛
۵۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ ایک نظریاتی اور فرقہ وارانہ تحریک تھی؛

۱۔ اگر یہ تحریک واقعی انگریزوں کے خلاف تھی تو یہ بات تعجب انگیز ہے کہ سید احمد اور ان کے رفقاء نے انگریزوں کی عمل داری میں میلوں سفر کیا مگر وہ مزاحم نہیں ہوئے بلکہ بقول حسین احمد مدنی:۱

> جب سید احمد کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضروریات کے مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔[۱]

محمد جعفر تھانیسری نے بعض ایسے حقائق پیش کئے ہیں جن سے انگریزوں سے مولوی سید احمد بریلوی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کا ربط خاطر ظاہر ہوتا ہے۔ ——— ایک جگہ لکھا ہے کہ جب سید صاحب حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو ایک انگریز سوداگر نے آپ کے قافلے والوں کو کھانا پیش کیا[۲] ——— ایک جگہ لکھا ہے کہ انگریزوں کی دعوت پر سید صاحب نے مولوی اسمٰعیل کو وعظ و نصیحت کے لئے بھیجا، چنانچہ:

> اس دن تقریباً دس ہزار میم صاحب اور صاحب لوگ آپ کے وعظ سننے کو جمع ہوئے تھے[۳]

ایک جگہ لکھا ہے کہ جب سید صاحب اپنی مہم پر روانہ ہوئے تو شیخ غلام علی رئیس اعظم الہ آباد کی معرفت لفٹیننٹ گورنر بہادر اضلاع شمال و مغربی کو باقاعدہ

۱۔ حسین احمد مدنی: نقش حیات، جلد دوم مطبوعہ کراچی ۱۹۵۳ء، ص ۱۹۴
۲۔ محمد جعفر تھانیسری: حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء، ص ۱۳۱
۳۔ ایضاً، ص ۱۳۶

اطلاع بھجوائی[1]

۲۔ اگر یہ تحریک اسلامی تھی تو اس مہم جوئی میں ہندوؤں سے کیوں مدد مانگی گئی اور ہندو افسروں کو اپنی فوج میں کیوں بھرتی کیا گیا؟ مولوی حسین احمد لکھتے ہیں:۔

> سیّد صاحب کا ہندو ریاستوں کو مدد اور شرکت جنگ کی دعوت دینا اور اپنے توپ خانے کا افسر راجہ رام راجپوت کو مقرر کرنا خود اس کی دلیل ہے کہ آپ ہندوؤں کو اپنا محکوم نہیں بلکہ شریک حکومت بنانا چاہتے تھے[2]۔

۳۔ اگر یہ آزادیٔ وطن کی تحریک تھی اور اس کا مقصد ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ حکومت قائم کرنا تھا جیسا کہ مولوی حسین احمد کا خیال ہے تو پھر سیّد احمد کا عہدۂ امامت اور خلافت پر فائز ہو کر اپنی حکومت قائم کرنا کیا معنی؟

۴۔ اگر یہ تحریک سکھوں کے خلاف تھی تو مقامی مسلمان سرداروں کا ہری سنگھ اور رنجیت سنگھ سے مدد طلب کرنا کیا معنی؟ —— مولوی حسین احمد نے لکھا ہے:

> "سکھوں سے جنگ فرقہ واریت کی بنا پر نہ تھی بلکہ اس بنا پر تھی کہ وہ انگریزوں کے حلیف و مددگار تھے[3]۔"

لیکن اگر ایسا ہوتا تو پھر انگریز —— سیّد احمد کی کیوں مدد کرتے حقیقت میں انگریز سیّد صاحب سے نہیں بلکہ سکھوں سے خوف زدہ تھے جن پر اُس وقت تک وہ غلبہ حاصل نہ کر سکے تھے۔

۵۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ تحریک نظریاتی اور فرقہ وارانہ تحریک تھی یعنی اس کا مقصد یہ تھا کہ ایک حکومت قائم کرکے خاص قسم کے عقائد و افکار وہاں نافذ کئے جائیں۔ اس خیال کی توثیق مولوی محبوب علی کے اس بیان سے ہوتی ہے:۔

---

[1] محمد جعفر تھانیسری، حیات سیّد احمد شہید، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء، ص ۱۶۸

[2] حسین احمد مدنی؛ نقش حیات، جلد دوم مطبوعہ کراچی، ص ۴۲۲ [3] ایضاً، ص ۴۲۳

"میں نے جب سیّد صاحب کی مجلس کا یہ حال دیکھا، سمجھ گیا یہ کام
اُن کے بس کا نہیں اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ اختلافات کے جھگڑوں
میں علمأ مارے جائیں گے اور جاہلوں کا مذہب سیّد صاحب کے
کشوفات اور معارف ہوں گے"[1]

مولوی محبوب علی نے جس اندیشے کا اظہار فرمایا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ
اصل جنگ افکار و عقائد کی جنگ تھی جس کی تصدیق و توثیق دوسرے تاریخی
حقائق و شواہد سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً جب سیّد صاحب ۱۲۳۷ھ میں حج کے لیے
تشریف لے گئے تو انھوں نے وہاں اپنے حلقۂ اثر میں ایک خواب کی تشہیر کی
جس کا لب لباب یہ ہے:

۱۔ چاروں فقہا کے مذہب میں سے کوئی مذہب مجھے پسند نہیں،
کوئی طریقہ میرے طریقے پر نہیں[2]

۲۔ مشہور طریق اولیا اللہ میں کوئی طریقہ میرے طور پر نہیں[3]

اس خواب سے سیّد صاحب کے مسلک کا بخوبی تعین کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ
ہے کہ جب سیّد صاحب اپنی مہم پر صوبہ سرحد پہنچے تو وہاں مولوی اسمٰعیل دہلوی کابل
قندھار، سمرقند اور ماوراء النہر وغیرہ کے علماء سے مسئلہ وجوب تقلید پر بحث کرتے
نظر آتے ہیں[4]۔ حالانکہ بظاہر "جہاد" کے لیے تشریف لے گئے تھے ——— خود
مولوی سیّد احمد نے اپنے عزائم کا اس طرح اظہار فرمایا ہے:

"مجھ سے خلقت کو جو فیض ایمانی پہنچا ہے روز بروز ترقی پر رہے گا
اور انشاء اللہ تعالیٰ ہندوستان، خراسان، چرکِ شرک اور
پلیدیٔ بدعت سے میرے ہاتھ سے یکسر پاک و صاف ہو کر انوار
اسلام سے منوّر رہوں گے"

۱۔ محبوب علی، تاریخ الائمہ (قلمی) محررہ ۱۲۶۸ھ ص ۸۹۵ (نوٹ: اس موضوع پر شاہ حسین گردیزی (کراچی) کی تصنیف قابل مطالعہ ہے اسلام؟) ۲۔ محمد جعفر تھانیسری: حیات سیّد احمد شہید، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء، ص ۱۵۳، ۱۵۴ ۳۔ ایضاً، ص ۳۱۱ ۴۔ ایضاً، ص ۱۷۱

یہ "تحریکِ شرک" اور "طیبیٰ بدعت" وہی ہے جس کے خلاف ابن عبدالوہاب نے تلوار اٹھائی اور ہزارہا ہزار مسلمانوں کا خون بہایا۔

مولوی سید احمد نے اپنے متبعین کو نفسیاتی طور پر خوابات اور بشارات کے ذریعہ متاثر فرمایا ——— اپنی مہم پر روانگی سے قبل اپنی ہمشیرہ سے جو کچھ فرمایا وہ قابل توجہ ہے۔ آپ نے فرمایا:

"اے میری بہن! میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور یہ بات یاد رکھنا کہ جب تک ہند کا شرک، اور ایران کا رفض، اور چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق میرے ہاتھ سے محو ہو کر ہر مردہ سنت زندہ نہ ہو جائے گی رب العزت مجھ کو نہیں اٹھائے گا۔ اگر قبل ظہور ان واقعات کے کوئی شخص میری موت کی خبر تم کو دے اور تصدیق پر حلف بھی کرے کہ سید احمد میرے روبرو مر گیا یا مارا گیا تو تم اس کے قول پر ہرگز اعتبار نہ کرنا کیوں کہ میرے رب نے مجھ سے وعدۂ واثق کیا ہے کہ ان چیزوں کو میرے ہاتھ پر پورا کر کے مارے گا۔"

جن امور کا سید صاحب نے ذکر فرمایا ہے ان میں سے کوئی پورا نہ ہوا اور سید صاحب تشریف لے گئے۔ اگر ان باتوں کو سچ مانا جائے تو قاری کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ حق جل مجدہٗ نے سچا وعدہ نہ فرمایا۔ یہ خیال الحاد کی طرف لے جا سکتا ہے، لامحالہ یہی کہا جائے گا کہ سید صاحب نے جو اشارہ پایا وہ من جانب اللہ نہ تھا ——— بعض حضرات نے سید صاحب کی شکست کی یہ تاویل فرمائی کہ (معاذ اللہ) "شکست سنت انبیا ہے"، اگر یہ شکست نہ ہوتی تو سنت انبیا کیسے پوری ہوتی؟ ——— یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب "سیرت سید احمد شہید" میں ایک جگہ

ایضاً، ص ۱۷۲

بالواسطہ طور پر ایسے گستاخانہ قول کو نقل فرمایا ہے۔

مندرجہ بالا حقائق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کی تحریک ایک نظریاتی تحریک تھی ــــ جن عقائد و افکار کی سید صاحب اور مولوی اسمٰعیل نے تبلیغ کی ان کا خاصہ ہے کہ وہ جبر کے سہارے میں پھلتے پھولتے اور پھیلتے ہیں جس ماحول میں جبر نہ ہو آزادیٔ فکر ہو وہاں سمٹ جاتے ہیں۔ ایسے ماحول میں ان نظریات کے حاملین کی یہ کوشش رہتی ہے کہ تحریر و تقریر کے ذریعہ سیدھے سادھے اور پڑھے لکھے مسلمانوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کر کے ان کے دلوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگانِ دین کی محبت سرد کر دیں، اُن کو ان حضرات عالیہ کی جناب میں بے باک بنا دیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ان نفوسِ قدسیہ سے محبت و اخلاص کا تعلق ایمان میں حرارت پیدا کرتا ہے۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اسی قسم کے افکار و عقائد کی اشاعت کے لئے پہلے تقویۃ الایمان تحریر فرمائی اور پھر تلوار اٹھائی ــــ تقویۃ الایمان کے بارے میں محمد جعفر تھانیسری کے یہ تاثرات قابل توجہ ہیں:۔

"اس کی عبارت بڑی پر زور مثل ننگی تلوار کے ہے جس کی نورانی شعاعوں سے مشرکوں اور گور پرستوں کے دل کباب ہوتے ہیں۔"

یہاں تھانیسری نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں اور بزرگان دین کے چاہنے والوں کو "مشرکوں اور گور پرستوں" سے تعبیر کیا ہے کیونکہ انھیں کے دل "تقویۃ الایمان" کی ان بے باکانہ عبارات سے مضطرب ہوتے ہیں، جن کے نمونے نور و نار میں پیش کئے گئے ہیں۔

ہمارے بعض مؤرخین نے تاریخ پر فرقہ واریت کا رنگ چڑھایا اور تاریخ کو کچھ کا کچھ بنا دیا۔ مؤرخین و محققین نے مولوی سید احمد بریلوی کے سلسلے میں ایسی متضاد باتیں لکھی ہیں جن کو پڑھ کر حیرت اور وحشت بڑھتی جاتی ہے کلیات جامعات کے نصاب اسی کے مطابق مدون ہوئے ہیں، بہت سی غلط باتیں لکھی گئیں

جو برابر پڑھائی جا رہی ہیں ـــــ مؤرخین و محققین میں سب سے پہلے اس تلخ حقیقت کو مشہور مورخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے محسوس کیا اور ایک اجلاس میں برملا اعتراف کیا "اب تک جو تاریخ لکھی گئی ہے وہ سب یکطرفہ ہے" ان کی مراد پاک و ہند کی اس تاریخ سے تھی جو مولوی سید احمد اور مولوی اسمٰعیل اور بعض دیگر علما کے حوالے سے لکھی گئی ہے"۔

حقیقت یہ ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے عقائد و افکار کو صحیح مان لیا جائے تو پاکستان و ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے مسلمانوں کی اکثریت کافر و مشرک قرار پاتی ہے اور ان کے نزدیک احب القتل۔ اس لئے ان عقائد و افکار کو تسلیم کرنا کسی بھی دانا و بینا مسلمان کیلئے ممکن نہیں۔ عہد جدید کے عالم و عارف مولانا زید ابوالحسن فاروقی مجددی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

"چاروں برحق اماموں کا زمانہ قرون ثلاثہ رہا ہے، جس کی خیریت اور خوبی کی خبر سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت عطا کی۔ بارہ سو سال سے تمام دنیا کے مسلمان ان کی پیروی کر رہے ہیں، اس عرصے میں ہزارہا علمائے اسلام ان حضرات کے بیان کردہ ہر ہر مسئلے کو بار بار پرکھ چکے ہیں اور اس پر مہر تصدیق لگا چکے ہیں۔ ان حضرات کو چھوڑنا اور آٹھویں یا بارھویں صدی کے کسی فرد کو اپنا مقتدا بنانا کہاں کی دانشمندی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ سواد اعظم کا ساتھ دو، بلکہ آپ نے یہ ارشاد کیا ہے"،

"میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کرے گی"۔

۱۴ر شوال المکرم ۱۴۰۴ھ

۱۴ر جولائی ۱۹۸۴ء

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ، پرنسپل

گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ (سندھ۔ پاکستان)

ؔ زید ابوالحسن فاروقی: مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، مطبوعہ دہلی ۱۹۸۴ء ص ۷۹۔

ادارۂ مسعودیہ کراچی

Idara-e-Mas'udia, Karachi

وکونوا مع الصادقین

اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ